شاہین

حصہ دوم

نسیم حجازی

محبت مجھے ان جوانوں سے ہے
ستاروں پہ جو ڈالتے ہیں کمند

www.Nayaab.Net 2006 انٹرنیٹ ایڈیشن دوم سال

ترتیب

۱۳۔	ایک کروٹ	04
۱۴۔	الزغل کی مایوسی	33
۱۵۔	طریف بن مالک	56
۱۶۔	نئے ولولے	80
۱۷۔	لوشہ کا نیا حاکم	115
۱۸۔	جرم اور اس کی سزا	149
۱۹۔	انجیلا اور ربیعہ کا باپ	185
۲۰۔	آنسو اور مسکراہٹیں	209
۲۱۔	الحمر کا آخری محافظ	234
۲۲۔	قوم کے ترکش کا آخری تیر	254

☆

ہسپانیہ، تو خون مسلماں کا امیں ہے
مانند حرم پاک ہے تو میری نظر میں
پوشیدہ تری خاک میں سجدوں کے نشاں ہیں
خاموش اذانیں ہیں تری باد سحر میں
اقبال

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

ایک کروٹ

(۱)

وزیر اعظم کو رخصت کرنے کے بعد ابو عبداللہ انتہائی پریشانی کی حالت میں حرم سرا میں داخل ہوا جب وہ اپنی بیگم کے کمرے کی طرف بڑھا تو ایک کنیز نے ادب سے سلام کرنے کے بعد کہا "ملکہ عالیہ اور حضور کی والدہ الحمراء کے بڑے دروازے کے بُرج میں تشریف فرما ہیں۔

ابو عبداللہ تذبذب کی حالت میں تھوڑی دیر کھڑا رہا اور پھر بولا۔ وہ مظاہرین کی آوازیں یہاں بیٹھ کر بھی سُن سکتی تھیں۔ ابو عبداللہ کے الفاظ میں تلخی سے زیادہ بے بسی تھی۔

کنیز نے کہا "اگر حضور کا حکم ہو تو انہیں حضور کی آمد کی اطلاع دی جائے"

ابو عبداللہ نے جواب دیا "نہیں ہم خود وہاں جاتے ہیں"۔

ابو عبداللہ سر جھکائے گہری سوچ میں حرم سرا سے باہر نکلا دروازے کے پہرے دار حسب معمول اس کے پیچھے پیچھے چل دیئے لیکن اُس نے مڑ کر ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ہم تخلیہ چاہتے ہیں پہرے دار لوٹ گئے۔ ابو عبداللہ سنگ مرمر کی روش پر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا بڑے دروازے کی طرف بڑھا۔

باہر مظاہرین کے نعرے اُسے صاف سنائی دینے لگے۔ برج کی سیڑھیوں کے قریب پہنچ کر وہ رُکا اور تذبذب کی حالت میں دیر تک وہاں کھڑا رہا۔ وہ اپنی بیوی کو اپنی زندگی کے ایک تلخ اور اہم فیصلے سے آگاہ کرنے جا رہا تھا اور ابھی تک اُسے خود بھی یہ یقین نہ تھا کہ وہ اپنے فیصلے پر کہاں تک عمل کر سکے گا۔ اس کی زندگی کے بہت تھوڑے لمحات ایسے تھے جو اس نے الحمراء کی چار دیواری سے باہر گزارے تھے

۔یہی اس کی دنیا اور یہی اس کی جنت تھی اور اب حالات اُسے اس جنت کو خیر باد کہنے پر مجبور کر رہے تھے اس نے دل میں کہا کیا یہ ممکن ہے کہ میں جیتے جی الحمراء کو چھوڑ دوں؟ کیا یہ ممکن ہے کہ میرے لیے الحمراء کے دروازے ایک بار بند ہونے کے بعد پھر کھل جائیں۔ مجھے اس مقصد کے لیے فرڈی نیڈ کی مدد لینا پڑے گی۔اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں اور وہ خوشی سے میری مدد کرے گا۔لیکن اب مجھے صرف اپنے چچا اور باپ کے خلاف ہی نہیں بلکہ اپنی رعایا کے خلاف بھی فرڈی نیڈ کی تلوار کا سہارا لینا پڑے گا۔لیکن کیا ان شکستوں کے بعد فرڈی نیڈ صرف میرے لئے ایک ایسی جنگ کے لئے آمادہ ہو جائے گا جس کے نتائج اس کے لئے بھی خطرناک ہو سکتے ہیں۔کیا اس کی آخری شکست میری اور میرے ساتھیوں کی عبرتناک تباہی کا باعث نہ ہو گی؟ اور اگر اُسے فتح حاصل ہوئی تو کیا وہ مجھے اپنی فتح کے تمام انعامات کا حقدار تسلیم کر لے گا؟

وہ خود ہی ان سوالات کا جواب دے رہا تھا۔"ابو عبداللہ! تم غرناطہ کے آسمان پر ایک منحوس ستارہ ہو۔فرڈی نیڈ کے ہاتھوں سے اپنے لئے غرناطہ کے بند دروازے کھلوانے کا یہ مطلب ہو گا کہ غرناطہ کے مسلمانوں کی تمام قوت مدافعت کچل دی جائے۔الحمرا کے دروازے پر مسلمانوں کی لاشوں کے انبار لگا دئے جائیں۔یہ لوگ جو اس وقت نعرے لگا رہے ہیں تمہارے اس تخت کا احترام نہیں کریں گے جو تمہیں فرڈی نیڈ کی مدد سے حاصل ہو گا۔وہ تخت جس کے نیچے مسلمانوں کی لاشیں تڑپ رہی ہوں گی وہ تمہیں غدار کہیں گے۔لیکن اب میرے سامنے صرف اپنی جان بچانے کا مسئلہ ہے۔میں یہاں ایک یا دو سے زیادہ نہیں رہ سکتا۔میرا چچا یقیناً غرناطہ پر حملہ کرے گا۔یہ مشتعل لوگ اس کا ساتھ دیں گے اور پھر وہ میرے مفلوج باپ کو

کٹھ پتلی بنا کر غرناطہ پر حکومت کرے گا۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ اس مقصد کے حصول کے بعد وہ فرڈنیڈ سے صلح کر لے۔ کیا فرڈنیڈ صرف میرے لئے اس کی دوستی کا ہاتھ ٹھکرا دے گا۔ کیا وہ اپنے مفاد کی خاطر مجھے الزغل کے سپرد نہیں کر دے گا؟ کیا میں نے اپنی خواہشات پر اپنے باپ تک کو قربان نہیں کیا؟ مالقہ کی معمولی فوج سے شکست کھانے کے بعد فرڈنیڈ کے دل میں میری کیا وقعت ہو گی؟

اس کے قسم کے پریشان خیالات کا رُخ بدلنے کے لئے وہ ابوداؤد کی جادو بیانی کا سہارا لیا کرتا تھا۔ ابوداؤد کی موجودگی میں اس نے کبھی زیادہ سوچنے کی ضرورت محسوس نہ کی تھی۔ اب تک اُس نے جو غلطیاں کی تھیں وہ زیادہ تر اس لئے تھیں کہ ابوداؤد نے اسے ان غلطیوں کے بھیانک پہلوؤں پر غور کرنے کا موقع نہیں دیا تھا۔ وہ اسے سنجیدہ دیکھتا تو فوراً کہہ دیتا تاجدار اندلس کو اپنے دماغ میں ایسے خیالات کو جگہ نہیں دینی چاہیے۔ بادشاہوں کو ایسے مراحل سے گزرنا ہی پڑتا ہے۔ ایک حکمران کا دل بہت مضبوط ہونا چاہیے۔ وہ ابوداؤد ہی تھا جس نے اس کی زندگی کی پُرسکون کشتی کے ساتھ بادبان باندھ کر اسے حوادث کے سمندر کی طرف دھکیلا تھا۔ اور وہ ابوداؤد ہی تھا جو ہر نئے بھنور میں اسے تسلی دیا کرتا تھا اور اب یہ کشتی اس خطرناک چٹان کے قریب پہنچ چکی تھی جسے ابوداؤد نے آج تک اپنے شاگرد کی آنکھوں سے اوجھل کر رکھا تھا۔

ابوعبداللہ آہستہ آہستہ پیچ در پیچ سیڑھیوں میں سے گزرتا ہوا اوپر پہنچا۔ برج کی گیلری میں اس کی والدہ اور بیوی کے علاوہ چند اور خواتین کھڑی نیچے جھانک رہی تھیں۔ مظاہرین کی چیخ و پکار کے باعث کسی کو ابوعبداللہ کے پاؤں کی آہٹ سنائی نہ دی۔ وہ کچھ دیر گنبد کے نیچے خاموش کھڑا رہا۔ نیچے دروازے کے سامنے وسیع

میدان میں عوام کا بے پناہ ہجوم یہ نعرے لگا رہا تھا۔ ''ابوعبداللہ غدار ہے'' ''ابوعبداللہ قوم فروش ہے'' ''ابوعبداللہ کو پھانسی پر لٹکا دو۔ الحمرا کو جلا دو۔

بعض لوگوں کے ہاتھوں میں مشعلیں تھیں اور بعض اپنے نیزے اور تلواریں بلند کر رہے تھے۔ ابوعبداللہ نے اپنے دل سے سوال کیا۔ ''کیا فرڈی نیڈ کی مدد سے میں ان لوگوں پر حکومت کر سکوں گا'' ''نہیں نہیں'' اُس نے خود ہی جواب دیا'' یہ ممکن ہے کہ فرڈی نیڈ میرے لئے غرناطہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دے اور غرناطہ کے ہر چوراہے پر ان لوگوں کی لاشوں کے انبار لگا دے لیکن یہ ممکن نہیں کہ وہ انہیں میری اطاعت پر مجبور کر دے۔ کیا میرے ہاتھوں غرناطہ کی تباہی مقدر ہو چکی ہے'' ۔ وہ اس خیال سے کپکپا اُٹھا۔ وہ اپنے آپ سے کہہ رہا تھا'' ابوعبداللہ! تمہارے لئے اب ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ تم اس تخت و تاج سے ہمیشہ کے لئے دست بردار ہو جاؤ۔ تم اُندلس کی سرزمین سے روپوش ہو جاؤ لیکن تم کہاں جاؤ گے؟ فرڈی نیڈ کے پاس؟ نہیں وہاں جانے کا مطلب یہ ہوگا کہ تم اس کے ہاتھوں غرناطہ کو تباہ کروانے کا عزم کر چکے ہو۔ وہ تمہیں ہمیشہ اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرتا رہے گا۔ تم اس کی خواہشات کی تکمیل سے انکار نہیں کر سکو گے اور اس کی سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ اُندلس کو مسلمانوں کے وجود سے پاک کیا جائے۔ تم بھیڑوں کی گلہ بانی کے لئے ایک بھیڑے کی مدد چاہتے ہو تم فرڈی نیڈ کے پاس نہیں جاؤ گے۔ آج تک تم اُس کے آلہ کار تھے اور وہ ابوداؤد بھی شاید اس کا آلہ کار تھا اور تم نے شاید اس شخص کے اشاروں پر ناچنے کی حماقت کی جو فرڈی نیڈ کا معمولی نوکر تھا۔ تمہیں اس پر بھروسا تھا لیکن جب وقت آیا وہ تمہارا ساتھ چھوڑ کر بھاگ گیا تم اس کے ہاتھ میں ایک کھلونا تھے۔ اُس نے تمہیں ابوموسیٰ کو گرفتار کرنے کا مشورہ دیا اور تم نے اپنے بہترین

دوست کو قید میں ڈال دیا۔ اُس نے تمہیں سرحدی عقاب کے قتل کا مشورہ دیا اور تم اندلس کے مسلمانوں کے ان کے بہترین دوست سے محروم کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ اس نے تمہارے ہاتھ میں مشعل دی اور تم اپنے خرمن میں آگ لگانے پر تیار ہو گئے۔ اُس نے تم سے وہ جرم کروائے جو تمہارے وہم وگمان میں بھی نہ تھے اور جب سزا کا وقت آیا تو وہ تمہیں غرناطہ کے عوام کی عدالت کے سامنے چھوڑ کر بھاگ گیا۔

ابو عبداللہ کے دل میں پہلی بار ابو داؤد کے خلاف نفرت کا جذبہ بیدا ہوا۔ وہ تصور میں دیکھ رہا تھا کہ اس کا اتالیق فرڈی نیڈ کے قریب بیٹھا ہوا اُس کی ہنسی اُڑا رہا ہے۔ وہ کہہ رہا ہے کہ ابوالحسن کا بیٹا میری اور آپ کی توقع سے زیادہ بیوقوف تھا۔ میں اس لئے چلا آیا کہ اب اس سے کوئی اور کام نہیں لیا جا سکتا تھا"۔

"کمینہ، دغاباز، ملعون ۔۔۔ کاش میرے ہاتھ میں اس کی گردن تک پہنچ سکتے" ابو عبداللہ نے محویت کے عالم میں یہ الفاظ اس قدر بلند آواز میں کہے کہ وہ خواتین جو گیلری میں اُس کی آمد سے بے خبر کھڑی تھیں چونک پڑیں"

کچھ دیر تذبذب کے بعد ابو عبداللہ کی والدہ آگے بڑھی اور اُس سے دو تین قدم کے فاصلے پر کھڑی ہوگئی۔ کچھ دیر ماں اور بیٹا چاند کی دھندلی روشنی میں ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔

ابو عبداللہ نے نحیف آواز میں کہا "اگر اجازت ہو تو یہ مجلس برخاست کر دوں مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے"

ابو عبداللہ کی ماں نے مڑ کر خواتین کی طرف دیکھا اور وہ اس کا مقصد سمجھ کر نیچے اُتر گئیں۔ ابو عبداللہ کی بیوی بھی اُن کے پیچھے چل پڑی لیکن ابو عبداللہ نے کہا" بیگم ٹھہرو تم بھی"

وہ رک گئی اور گنبد کے ایک سرے پر کھڑی ہوگئی۔ چاند کی دھندلی روشنی میں ماں اور بیوی تینوں خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے اور نیچے ہجوم کے نعرے بتدریج بلند ہو رہے تھے۔ ابوعبداللہ غدار، ابوعبداللہ اسلام کا دشمن ہے۔ لیکن الفاظ کی نسبت ابوعبداللہ کے لئے اپنی بیوی اور ماں کی خاموش نگاہیں کہیں زیادہ نا قابل برداشت تھیں۔

ابوعبداللہ نے اس خاموشی کو نا قابلِ برداشت محسوس کرتے ہوئے کہا" غرناطہ کا غدار اپنی والدی اور اپنی بیگم کے سامنے کھڑا ہے اور یہ پوچھتا ہے کہ کیا انہوں نے بھی غرناطہ کے عوام کی طرح اس کے لئے کوئی سزا تجویز کی ہے"

ابوعبداللہ کی ماں نے جواب دیا" غرناطہ کے غدار کی ماں صرف یہ سوچ رہی تھی کہ اس نے اپنے بیٹے کو ہمیشہ اپنی چھاتی سے دودھ پلایا تھا اور وہ یہ بھی سوچ رہی تھی کہ کاش وہ عوام کے ہجوم کے سامنے جا کر انہیں یہ بتا سکتی کہ وہ ایک ایسی ماں کا بیٹا ہے جس کے بھائی اور جس کا شوہر اس کی عصمت کی قسم کھا سکتے ہیں"۔

اگر بُرج کا گنبد ٹوٹ کر اس کے سر پر آ گرتا تو بھی شاید عبداللہ اس قدر بوجھ محسوس نہ کرتا۔ اس نے انتہائی بے بسی کی حالت میں اپنی ماں کی طرف دیکھا اور کہا" امی! آج میں اپنا مقدمہ آپ کی عدالت میں پیش کرتا ہوں میرے لئے سزا تجویز کیجئے مجھے کہئے کہ میں اس برج سے چھلانگ لگا دوں۔ مجھے کہیئے کہ میں اپنے ہاتھوں سے اپنا گلا گھونٹ ڈالوں"۔

اولوالعزم ماں کو بیٹے کے یہ الفاظ متاثر نہ کر سکے۔ اس نے کہا" یہ تم صرف اس لئے کہہ رہے ہو کہ مائیں صرف رحم کی التجائیں سن سکتی ہیں انصاف کے تقاضے پورے نہیں کر سکتیں۔ ابوعبداللہ تم نے جس درخت کی آبیاری کی تھی وہ خاردار تھا۔

کاش! تمہاری ماں اس کے کانوں سے تمہارا دامن چھڑا سکتی ۔تم اپنی غلطیوں سے نادم نہیں ان کے نتائج سے بدحواس ہو ۔تم چاہتے ہو کہ میں تمہیں تسلی دوں لیکن آج تمہاری ماں کو تمہیں تسلی دینے کے لئے الفاظ نہیں ملتے ۔یہاں تک کہہ کر ابو عبداللہ کی ماں کی آواز بیٹھ گئی اور اس کی آنکھوں میں آنسو جمع ہونے لگے۔

ابو عبداللہ نے آبدیدہ ہو کر کہا ''امی اب میرے لئے نجات کا کوئی راستہ نہیں۔ میں کل تک یہاں سے چلا جاؤں گا اور پھر کوئی میری صورت نہیں دیکھے گا! اس نے بیگم سے پوچھنا چاہتا ہوں عائشہ! کیا تم میرا ساتھ دینا چاہتی ہو؟''

عائشہ ایک لمحے کے لئے خاموش رہی اور پھر ایک قدم آگے بڑھ کر بولی'' آپ ہماری قوم کے دشمن کے پاس پناہ لینا چاہتے ہیں لیکن میں فرڈی نیڈ کے محل میں رہنے کی بجائے غرناطہ کے قبرستان میں دفن ہونے کو ترجیح دوں گی۔''

ابو عبداللہ کے ہونٹوں پر ایک دردناک مسکراہٹ نمودار ہوئی اور اُس نے اپنے آنسو چھپانے کے لئے منہ پھیر لیا ۔نیچے سے اب نعروں کی بجائے کسی کی تقریر سُنائی دے رہی تھی ۔ابو عبداللہ آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتا گیلری کی طرف بڑھا اور جھک کر نیچے دیکھنے لگا چند مشعل برداروں کے درمیان ایک قدآور نوجوان کھڑا تقریر کر رہا تھا اور لوگ اس کے ہاتھ کے اشاروں پر اپنی اپنی جگہ بیٹھ رہے تھے اُس کی آواز میں رعب اور کشش تھی ۔ابو عبداللہ نے غور سے دیکھنے پر اسے پہچان لیا ۔یہ وہ ناظم سرحد تھا جو تھوڑی دیر قبل اس کے دربار سے مایوس ہو کر نکلا تھا۔

(۲)

سرحد کا ناظم بلند آواز میں تقریر کر رہا تھا:۔

''تم جس عبداللہ کے خلاف نعرے لگا رہے

ہو وہ مر چکا ہے ۔ وہ اس دن مر چکا تھا جب اس
نے اپنے باپ سے غداری کر کے غرناطہ کے تخت
وتاج پر قبضہ کیا تھا۔ میں اس کی لاش دیکھ آیا ہوں۔
تمہارے نعرے اُس کی زندگی میں حرارت پیدا
نہیں کر سکتے ۔ ایک مردہ لاش کو چابک رسید کرنے
سے کوئی فائدہ نہیں ۔ کاش تم اُس وقت آنکھیں
کھولتے جب تمہارے بعض سرداروں نے اس
لاش کو غرناطہ کے تخت پر بٹھا دیا تھا۔ آج وہ نصرانی
جنہیں خوش کرنے کے لئے ابو عبداللہ نے مالقہ پر
حملہ کیا تھا ہماری سرحدی بستیوں کو تباہ و برباد
کر رہے ہیں اور تم یہ محسوس کر رہے ہو کہ ابو عبداللہ
بے حس ہے لیکن تمہیں اس وقت اس کی بے حسی کا
احساس نہ ہوا جب اُس نے اپنے باپ کے خلاف
بغاوت کی تھی ۔ تم نے ایک نااہل کو غرناطہ کے تخت
پر قابض ہوتے دیکھا اور خاموش رہے۔ ابو عبداللہ
نے اپنا مستقبل ہماری قوم کے دشمنوں کے ساتھ
وابستہ کر دیا تھا لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ اس قومی گناہ
میں تم بھی اس کے ساتھ شریک ہو۔ تمہاری بے حسی
اور تمہاری مجرمانہ غفلت کے باعث غرناطہ کی
حکومت ایسے شخص کے ہاتھ میں آگئی جو فرڈی نیڈ

کے ہاتھوں میں ایک کھلونا ہے۔ اگر تم ابو عبداللہ کو
یہ احساس دلا سکتے کہ تم زندہ ہو اور تم اپنے مستقبل
کے متعلق آنکھیں بند نہیں کرو گے تو وہ یقیناً ایسی
غلطیاں کرنے کی جرات نہ کرتا۔ لیکن مجھے افسوس
ہے کہ تم اس جگہ جمع ہو کر ابو عبداللہ کی بے حسی کا ماتم
کر رہے ہو اور تمہاری اپنی بے حسی کا یہ عالم ہے کہ
اس وقت سرحد پر عیسائی حملہ آور ہیں ہماری بستیاں
تباہ کر رہے ہیں وہاں عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کا
قتلِ عام جاری ہے۔ ہزاروں گھر جلائے گئے ہیں
اور سینکڑوں عورتوں کی عصمت لوٹی گئی ہے۔ میں
تمہارے پاس اُن کی فریاد لے کر آیا ہوں اور تم
سے پوچھتا ہوں کہ میں تمہاری طرف سے اُن کے
پاس کیا جواب لے کر جاؤں؟ کیا میں واپس جا کر
تمہاری بے کس بہنوں کو تمہاری طرف سے یہ
جواب دوں کہ تمہاری عصمت کے رکھوالے اس
وقت الحمراء کے دروازے پر کھڑے ابو عبداللہ کو
گالیاں دینے کا مقدس فریضہ ادا کر رہے ہیں؟
میں تمہیں ابو عبداللہ کو بُرا بھلا کہنے سے منع نہیں کرتا
شاید فرصت کے وقت میں اس کے خلاف تم سے
زیادہ بلند آواز میں نعرے لگاؤں لیکن اب نعروں کا

وقت نہیں عمل کا وقت ہے۔" میرے دوستو! قوم کا راہنما قوم کے کردار کا آئینہ ہوا کرتا ہے۔ اگر تم یہ کہتے ہو کہ ابو عبداللہ بے حس ہے تو اس قوم کے متعلق کیا کہو گا جس نے اُسے اپنا حکمران تسلیم کرلیا تھا۔ ابو عبداللہ بزدل ہے اور اس پر نصرانیوں کے خوف کا بھوت سوار ہے لیکن یہ درست نہیں کہ جب تک سرحد کے جانبازوں اور الزغل کے مجاہدین نے تم پر یہ ثابت نہیں کیا کہ مسلمان کا لوہا آج بھی ہر لوہے کو کاٹ سکتا ہے۔ تم بھی ابو عبداللہ کی طرح نصرانیوں سے خائف تھے اور اس سے قبل جب تک ابوالحسن نے زبردستی تمہیں میدانِ جنگ کی طرف نہیں گھسیٹا تھا تم نصرانیوں کے باجگزار رہ کر ذلت کی زندگی گزارنے پر مطمئن تھے؟

یاد رکھو جب مستقبل کا مورخ یہ لکھے گا کہ ابو عبداللہ ایک غلط اندیش اور پست ہمت انسان تھا تو اُسے یہ بھی لکھنا پڑے گا کہ ابو عبداللہ کی قوم میں ذلیل انسانوں کا ایک بہت بڑا گروہ ایسا تھا جس نے اپنے مخلص، بہادر اور دانشمند حکمران سے غداری کر کے اس کے نالائق اور بزدل بیٹے کو اپنا راہنما تسلیم کرلیا ہے۔ میرے دوستو! ابو عبداللہ

سزا ہے تمہاری بداعمالیوں کی ۔ ابو عبداللہ تمہارے ان اکابرین کے ہاتھوں میں کھلونا ہے جو فرڈنیڈ کی غلامی کے طوق لعنت کو اپنا زیور سمجھتے ہیں ۔

ابو عبداللہ تمہارے جسم میں ایک ناسور ہے اور ناسور ہمیشہ اس جسم میں پیدا ہوتا ہے جس کا خون گندہ ہو چکا ہو جس درخت میں قوت نمو باقی نہ ہو اس جنگل کی بیلیں قبضہ جما لیتی ہیں ۔ جب تک تم اپنے جسم میں صالح خون پیدا نہیں کرتے تمہارے جسم پر ایسے ناسور ظاہر ہوتے رہیں گے ۔

یاد رکھو! اگر تمہارے دلوں میں زندہ رہنے کی خواہش ہے اور تم اپنی عزت اور آزادی کی قیمت ادا کرنا جانتے ہو تو ابو عبداللہ کی زندگی کی سرگزشت ایک انفرادی حادثہ بن جائے گی ۔ مورخ لکھیں گے کہ ایک آوارہ مزاج اور بد طینت شہزادے نے ایک قوم کو اس کے دشمن کے ہاتھ فروخت کرنے کی کوشش کی لیکن اُسے ذلت کے سوا کچھ نصیب نہ ہوا لیکن اگر تم اپنی آزادی کی قیمت ادا کرنا نہیں جانتے تو مستقبل کے مورخ لکھیں گے کہ وہ قوم ہی ذلیل تھی اور اس کا انجام وہی ہو جو کسی ذلیل قوم کا ہونا چاہیے تھا ۔ مٹنے والی قوموں

کی سب سے بڑی افسوسناک خصوصیت یہ ہوا کرتی ہے کہ وہ حقائق کی تلخیوں کو کھوکھلے نعروں میں چھپایا کرتی ہیں۔ اپنی اجتماعی ذمہ داریوں کا سارا بوجھ کسی نا اہل فرد پر ڈال دیتی ہیں۔ ذرا غور کرو تم یہ سمجھتے ہو کہ دشمن کے قلعوں کے دروازے توڑنے کی بجائے الحمراء کا دروازہ توڑنا آسان ہے تم یہاں اس لئے جمع نہیں ہوئے کہ تمہارا اس جگہ جمع ہونا ضروری تھا۔ نہیں بلکہ تم یہاں اس لئے جمع ہو کہ دشمن کے مقابلہ میں جنگ کی کلفتیں اُٹھانے کی بجائے یہاں کھڑے ہو کر شور مچانا آسان ہے اور یہ بات ابو عبداللہ کو بھی معلوم ہے کہ یہاں چند نعرے لگانے کے بعد تمہارا جوش و خروش ٹھنڈا ہو جائے گا اور تم اپنے گھروں کو واپس چلے جاؤ گے۔ وہ جانتا ہے کہ تم وہ سیلاب نہیں جو اپنے سامنے آنے والی رکاوٹوں کو خس و خاشاک کی طرح بہا لے جاتا ہے۔ وہ یہ بھی سمجھتا ہے کہ تمہاری مثال جوہڑ کے پانی کی سی ہے جس میں پتھر پھینکنے سے ایک ہلکا سا موج پیدا ہوتا ہے اور تھوڑی دیر کے بعد وہی موت کا سکوت طاری ہو جاتا ہے۔

میں یہ نہیں کہتا کہ ابو عبداللہ کے خلاف

نعرے نہ لگاؤ لیکن یہ بھی تو دیکھو اس وقت تمہارے
گھر جل رہے ہیں۔ تمہاری بہنوں اور بیٹیوں کی
عصمتیں لٹ رہی ہیں اور وہ یہ پوچھ رہی ہیں کیا تم
اسی قوم کے بیٹے ہو جو انسانیت کے محافظ بن کر
اُٹھتی تھی۔ کیا تم ہی وہ غیرت مند ہو جن کی تلواریں
ظلم کے ہاتھ کاٹنے کے لیے بلند ہوتی تھیں؟
تمہاری مائیں یہ سوال کرتی ہیں کہ جوانمرد بیٹے
کہاں ہیں؟ تمہاری بہنیں یہ سوال کرتی ہیں کہ اس
وقت جب ظلم کے ہاتھ ہماری عصمت کی طرف
بڑھ رہے ہیں ہمارے غیور بھائی کہاں ہیں؟ اور
تمہارے بوڑھے یہ پوچھتے ہیں کہ ہماری سفید
داڑھیوں کی لاج رکھنے والوں کو کیا ہو گیا؟

کیا میں ان کے پاس تمہاری طرف طرف
سے یہ جواب لے جاؤں کہ تمہاری عزت، آزادی
اور عصمت کے نگہبان اس وقت تمہارے نالائق
حکمران کے خلاف نعرے لگانے میں مصروف ہیں
اور انہیں تمہاری طرف توجہ دینے کی فرصت نہیں؟
خاموش کیوں ہو گئے؟ بولو ”جواب دو“۔

ایک نوجوان جذبات سے مغلوب ہو کر آگے بڑھا اور اس نے مقرر کے قریب پہنچ کر بلند آواز میں کہا ”آپ میدان کی طرف راہنمائی کریں ہم میں سے کوئی ایسا

بے غیرت نہیں جو آپ کا ساتھ دینے کے لیے تیار نہ ہو" دوسروں نے اس کی تقلید کی ۔تھوڑی دیر میں چاروں طرف سے آوازیں آنے لگیں ۔"ہم سب تیار ہیں"! ہم دشمن سے انتقام لیں گے!

سرحد کے ناظم کا نام ابو محسن تھا۔اس سے قبل اُسے کبھی اس بات کا احساس نہ ہوا تھا کہ اُس کی زبان میں اس قدر تاثیر ہے۔لوگوں کا جوش و خروش دیکھ کر اُس نے ہاتھ اُٹھائے اور آسمان کی طرف دیکھنے لگا۔لوگوں کو اپنے الفاظ سے مسحور کرنے والا مقرر تھوڑی دیر خاموش کھڑا رہا۔اس کی آنکھوں میں تشکر کے آنسو جمع ہو رہے تھے۔ اُس کے ہونٹ کانپ رہے تھے۔وہ انتہائی کوشش کے بعد فقط یہ کہہ سکا "میرے اللہ میری قوم کو فتح دے"۔

تھوڑی دیر بعد ابو محسن پھر سنبھل چکا تھا۔اس نے عوام سے مخاطب ہو کر کہا "تم میں سے جو مسلح ہیں وہ قطاریں باندھ کر کھڑے ہو جائیں۔جو مسلح نہیں وہ فوراً اپنے ہتھیار لے کر یہاں پہنچ جائیں۔سرِ دست میں صرف نوجوانوں کو ترجیح دوں گا۔جو بڑی عمر کے ہیں انہیں ضرورت کے وقت بُلا لیا جائے گا۔آپ وقت ضائع نہ کریں ہمیں بہت جلد کوچ کرنا ہے۔

(۳)

تیسرے پہلے الحمراء کے دروازے کے سامنے پانچ ہزار مسلح رضا کار قطاریں باندھے کھڑے تھے اور ابو محسن گھوڑے پر سوار ان کی صفوں کا معائنہ کر رہا تھا۔ دروازے کے اوپر ابو عبداللہ اس کی بیوی اور والدہ بُرج میں کھڑے یہ تمام واقعات دیکھ رہے تھے ابو عبداللہ کی نگاہیں ایک تکلیف دہ احساس کی ترجمانی کر رہی تھیں۔ جب ابو محسن کی تقریر کے اختتام پر اس کی ماں نے یہ کہا "بیٹا! تم تھکے ہوئے ہو جاؤ

آرام کرو"۔تو ابو عبداللہ ضبط نہ کر سکا۔اس نے سراپا التجا بن کر کہا"امی! مجھے معاف کر دیجئے اور اب بتائیے مجھے کیا کرنا چاہیے۔

بہادر ماں نے بیٹے کی طرف متوجہ ہونے کی بجائے اپنی بہو کی طرف دیکھا اور"عائشہ اپنے کنگن اُتار کر اپنے شوہر کو پیش کر دو۔تم غرناطہ کی ملکہ ہو جب سلطان غیر حاضر ہو تو ملکہ سلطنت کا بوجھ اُٹھایا کرتی ہے۔الحمراء کا دروازہ کھول دو اور اپنی رعایا سے کہو کہ میرے شوہر کی ماں نے اُسے دودھ پلانے میں بخل سے کام لیا ہے اور اس کے باپ نے بھی اُسے مردوں کے کھیل نہیں سکھائے لیکن غرناطہ کی ملکہ تیروں کی بارش میں تمہارا ساتھ دے گی۔

عائشہ نے اپنے شوہر کی طرف دیکھا اور پھر اپنی ساس سے مخاطب ہو کر کہا میں اپنے شوہر کو کنگن پیش نہیں کر سکتی لیکن اگر یہ مجھے اپنی تلوار پیش کرنا چاہیں تو میں حاضر ہوں۔

ابو عبداللہ کی قوتِ برداشت جواب دے چکی تھی۔اُس نے بلند آواز میں کہا"عائشہ! خدا کے لئے خاموش رہو"۔

ابو عبداللہ کی والدہ نے کہا"ہاں عائشہ! میرا بیٹا بہت حساس ہے اسے پریشان نہ کرو"۔

ابو عبداللہ نے انتہائی کرب کی حالت میں اپنی ماں اور عائشہ کی طرف دیکھا اور کچھ کہے بغیر تیزی سے قدم اُٹھاتا ہوا سیڑھیوں کی طرف بڑھا جب تک سیڑھیوں سے اُترنے کی آہٹ سنائی دیتی رہی ساس اور بہو خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتی رہیں۔تھوڑی دیر کے بعد عائشہ نے کہا"امی! اگر واقعی آپ کی اجازت ہو تو میں ان مجاہدوں کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہوں"۔

ابوعبداللہ کی ماں نے کہا ”بیٹی! ان باتوں کے بعد میرا دل گواہی دیتا ہے کہ ابو عبداللہ ہمیں مایوس نہیں کرے گا لیکن قدرت نے ہماری قسمت میں ذلت کے سوا کچھ نہیں لکھا تو میں عزت میں تمہارا ساتھ دوں گی۔ دعا کرو کہ خدا! ابوعبداللہ کے بھٹکے ہوئے پاؤں کو صحیح راستے پر ڈال دے“۔

ساس اور بہو کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد گیلری میں کھڑی ہو کر دروازے کے سامنے قطار در قطار کھڑے ہونے والے مجاہدین کی طرف دیکھنے لگیں۔ ابومحسن نے رضا کاروں کی صفوں کا معائنہ کرنے کے بعد محل کے دروازے کے سامنے گھوڑا روکا اور کچھ دیر سوچنے کے بعد بلند آواز میں کہا۔

”مجاہدو! کچھ دن قبل میں یہ خیال کر رہا تھا کہ ہم اپنے زوال کی اس منزل تک پہنچ چکے ہیں جہاں سے کوئی قوم دوبارہ نہیں اُٹھا کرتی لیکن الزغل اور سرحد کے مجاہدین کی شاندار فتوحات نے میری مایوسی کو اُمید میں بدل دیا ہے۔ تھوڑی دیر قبل جب میں آپ کے سامنے کھڑا تھا تو مجھے معلوم نہ تھا کہ مجھے کیا کہنا چاہیے۔ تاہم میں نے آپ سے کچھ کہنا ضروری سمجھا اور خدا معلوم میں کیا کچھ کہہ چکا ہوں۔ مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ میں تقریر کے فن سے ناآشنا ہوں لیکن آپ کا یہ جذبہ اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ زندہ ہیں اور کوچ کرنے سے پہلے میں الحمراء کے آہنی دروازوں کے پیچھے آرام کی نیند سونے والے ابوعبداللہ تک یہ پیغام پہنچانا چاہتا ہو کہ اے ابوعبداللہ میری قوم زندہ ہے تم اسے فرڈی نینڈ کا غلام نہیں بنا سکتے۔ تم وہ بدنصیب ہو جس نے اپنی غیور قوم کا ساتھ چھوڑ کر اپنا مستقبل ایک ذلیل دشمن کے ساتھ وابستہ کر دیا۔ ابوعبداللہ! تمہاری قوم بہت فیاض ہے۔ اگر اب بھی تم راہ راست پر آجاؤ تو وہ تمہاری گزشتہ خطائیں معاف کر دے گی۔! آؤ اور بیشتر اس کے

کہ تمہارے لئے بخشائش کے تمام دروازے بند ہو جائیں اپنی قوم سے معافی مانگ لو ورنہ یاد رکھو تم زیادہ دیر اس محل میں آرام کی نیند نہیں سو سکو گے جس کی تعمیر میں قوم کے نوجوانوں کا خون اور ہڈیاں صرف ہوئی ہیں۔تم اپنے جھوٹے وقار کی خاطر قوم کی عزت اور آزادی فروخت نہ کرو۔خدا کی قسم جو عزت قوم دے سکتی ہے وہ کوئی اور نہیں دے سکتا اور جسے قوم گرا دے گی اُسے کوئی نہیں اُٹھا سکتا۔غرناطہ کے لوگو! تم گواہ رہنا کہ ہم ابوعبداللہ کے محل کے آہنی دروازوں پر دستک دے کر جا رہے ہیں۔

ابو محسن کچھ اور کہنا چاہتا تھا کہ اچانک الحمراء کا دروازہ کھلا اور چند سپاہی ہاتھوں میں مشعلیں اُٹھائے نمودار ہوئے۔اُن کے پیچھے پیادہ سپاہیوں کا ایک دستہ تھا اور ان کے پیچھے بیس سوار تھے۔سب سے آخر میں سفید گھوڑے پر ایک سوار نمودار ہوا۔ اس کے سر پر سفید عمامہ تھا اور اس کے ہاتھ میں غرناطہ کا شاہی جھنڈا تھا۔قلعہ سے باہر نکلنے والے باقی سوار اور سپاہی اس کے دائیں اور بائیں دو قطاریں بنا کر کھڑے ہو گئے۔اس نے دروازے سے باہر نکل کر گھوڑا روکا۔تھوڑی دیر کے لئے جھجکا اور بالآخر ایک فیصلہ کن انداز میں اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر ابو محسن کی طرف بڑھا۔یہ ابو عبداللہ تھا! اس نے کہا "ابو محسن! میرے متعلق تم نے جو کچھ کہا سب درست تھا لیکن ایک بات غلط تھی۔اپنے محل کے آہنی دروازے بند کر کے کوئی حکمران آرام کی نیند نہیں سو سکتا۔میں قوم کی عدالت کے سامنے حاضر ہوں۔میں قوم سے رحم کی درخواست نہیں کرتا صرف یہ چاہتا ہوں کہ مجھے اپنی غلطیوں کی تلافی کا موقع دیا جائے۔تم اس فوج کے سالار رہو۔اگر تمہیں اعتراض نہ ہو تو میں بھی ان رضا کاروں کی جماعت میں شامل ہونا چاہتا ہوں۔میں آج سے غرناطہ کے تخت کا دعویدار نہیں میرا چچا اور میرا والد غرناطہ پہنچ کر میرے لئے جو سزا تجویز کریں گے میں خوشی کے

ساتھ قبول کروں گا۔ ایک لمحہ کے لئے مجمع پر سکوت طاری ہو گیا اور پھر حاضرین دبی آوازوں میں ایک دوسرے سے کچھ کہہ رہے تھے۔ ابو محسن سکتے کے عالم میں ابو عبداللہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ابو عبداللہ نے نحیف آواز میں کہا ابو محسن میں جانتا ہوں میرا جرم نا قابل تلافی ہے۔ میں قوم کی عدالت کے سامنے کھڑا ہوں۔ قوم سے کہو کہ میری بوٹیاں نوچ ڈالے۔ میں قوم سے رحم کی التجا نہیں کرتا لیکن تم مجھے اگر ساتھ لے چلو تو ممکن ہے کہ میرے خون کے چند قطرے میرے دامن کی سیاہی دھو سکیں۔

ابو محسن نے حاضرین کی طرف دیکھا اور ابو عبداللہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا آپ کی قوم تشکر کے آنسوؤں سے آپ کے دامن کی سیاہی دھو رہی ہے۔

تھوڑی دیر بعد پانچ ہزار سپاہی شہر کے مغربی دروازے سے باہر نکل رہے تھے۔ ابو عبداللہ اور ابو محسن سب سے آگے تھے۔ شہر سے تھوڑی دور باہر اس فوج نے صبح کی نماز ادا کی۔ دوبارہ کوچ کرنے سے پہلے ابو محسن نے ابو عبداللہ کو ایک طرف لے جا کر کہا۔ میں نے سنا ہے کہ ابو موسیٰ آپ کی قید میں ہے۔ اگر یہ درست ہے تو اس فوج کی قیادت کے لئے اس سے زیادہ موزوں اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اگر آپ کو ابھی تک خیال نہیں آیا تو اب بھی ہم زیادہ دور نہیں آئے۔

ابو عبداللہ نے انتہائی پریشانی کی حالت میں ابو محسن کی طرف دیکھا اور کہا۔ ابو موسیٰ الحمراء میں نہیں ۔۔۔ اور میں جنگ سے واپس آنے سے قبل اس کے متعلق شاید کسی سوال کا جواب نہ دے سکوں ۔۔۔۔ بہر حال تم تسلی رکھو کہ ابو موسیٰ زندہ ہے اور میں وقت آنے پر اس کے سامنے پیش ہو کر کہوں گا کہ ابو موسیٰ! تمہارا مجرم تمہارے سامنے کھڑا ہے۔ میرے لیے سزا تجویز کرو اور مجھے یقین ہے کہ اس وقت میرا نامہ اعمال اس قدر سیاہ نہیں ہو گا۔ اس وقت اگر وہ مجھ سے دور نہ بھی ہوتا تو بھی

مجھے اُس کے سامنے جانے کی ہمت نہ پڑتی ۔ میں چاہتا ہوں کہ جب میں اُس کے سامنے جاؤں تو میرا دامن میرے خون سے تر اور میرا چہرہ زخموں سے داغدار ہو اور مجھ میں فقط یہ آخری الفاظ کہنے کی ہمت ہو ۔ ابو موسیٰ! تمہارا مجرم اب ایک بڑی عدالت کے سامنے جا رہا ہے کیا تم اس کا گناہ معاف نہیں کرو گے؟ ۔

ابو محسن! ابو عبداللہ کے الفاظ سے زیادہ اُس کی آواز سے متاثر ہو رہا تھا ۔ تھوڑی دیر سر جھکا کر سوچنے کے بعد ابو عبداللہ نے ابو محسن کی طرف دیکھا اور کہا تم میرے دل کا حال سمجھ سکتے ہو لیکن مجھے ڈر ہے کہ اگر ان لوگوں نے مجھ سے ابو موسیٰ کے متعلق پوچھا تو شاید میرا کوئی بیان ان کو تسلی نہ کر سکے ۔

ابو محسن نے کہا آپ تسلی رکھیں ۔ اس وقت یہ لوگ فقط اتنا جانتے ہیں کہ آپ ان کے ساتھ ہیں ۔ وہ اس سے زیادہ سوچنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے“ ۔

(۴)

الزغل نے اپنی شاندار فتوحات کے بعد مالقہ میں پڑاؤ ڈال کر اپنی فوج کو ازسرِ نو منظم کیا ۔ اور غرناطہ کا رُخ کرنے سے پہلے اپنے بھتیجے ابو عبداللہ کو پیغام بھیجا کہ ابھی تک تمہارے لئے توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوا ہے ۔ اب تمہیں یقین ہو گیا ہو گا کہ تم نے عیسائیوں کے ساتھ جو امیدیں وابستہ کی تھیں وہ پوری نہیں ہو سکتیں ۔ ہم کھلے دروازوں غرناطہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں ۔ لیکن اگر تم نے مزاحمت کی تو یقین رکھو کہ الحمراء کے آہنی دروازے ہمارے راستے میں حائل نہیں ہو سکتے“ ۔

الزغل کے ایلچی نے واپس آ کر بتایا کہ غرناطہ میں اُن کے استقبال کی تیاریاں ہو رہی ہیں ۔ اور ابو عبداللہ سرحد پر حملہ آوروں کے مقابلے کے لئے روانہ ہو چکا ہے ۔ ایلچی نے الزغل کو ابوالحسن کی بیوی کا خط پیش کیا اور کہا ۔ ”ملکہ عالیہ نے یہ خط سلطان

معظم کی خدمت میں بھیجا ہے۔الزغل ایلچی سے چند سوالات پوچھنے کے بعد اٹھا اور ابوالحسن کے پاس پہنچا۔بوڑھا سلطان بسترِ علالت پر زندگی کی آخری گھڑیاں گزار رہا تھا۔اس کی بینائی جواب دے چکی تھی۔اپنے بیٹے کے متعلق غیر متوقع خبر سُن کر وہ بستر سے اٹھ بیٹھا۔کیا یہ درست ہے؟ کیا یہ ممکن ہے؟وہ اپنے بھائی سے بار بار پوچھ رہا تھا۔"نہیں نہیں۔تم ایلچی کو بلاؤ مجھے یقین نہیں آتا۔"

الزغل نے کہا ملکہ نے یہ خط بھیجا ہے۔"

ابوالحسن نے بیقرار ہوکر کہا کیا لکھا ہے ملکہ نے مجھے پڑھ کر سناؤ۔الزغل نے خط کھول کر پڑھا۔مختصر سی تحریر کا مفہوم یہ تھا۔

میرے آقا! میری ماتا نے مجھے ابوعبداللہ سے مایوس نہ ہونے دیا اور میں نے الحمراء میں ٹھہرنا ضروری سمجھا قدرت نے میری دعاؤں کو اس وقت شرف قبولیت بخشا جب میں چاروں طرف سے مایوس ہو چکی تھی۔ابوعبداللہ دشمن کے مقابلہ کے لئے روانہ ہو چکا ہے۔اور میری ماتا مجھے دھوکا نہیں دیتی تو اس کا مقصد اپنی غلطیوں کی تلافی کے سوا اور کچھ نہیں۔غرناطہ آپ کے لئے چشم براہ ہے۔اگر آپ فوراً پہنچ سکیں تو الزغل کو بھیج دیں۔مجھے ڈر ہے کہ سرفروشوں کے علاوہ ابوعبداللہ کے ساتھ وہ لوگ بھی جا چکے ہیں جن کی غداریوں کے باعث ہمیں یہ دن دیکھنے نصیب ہوئے۔منافقین کا یہ گروہ آخری وقت تک ابوعبداللہ کو بہکانے کی کوشش کرے گا اس لئے ابو عبداللہ کی آمد سے قبل غرناطہ پر قبضہ کر لینا ضروری ہے۔

اگلی صبح الزغل نے فوج کو کوچ کی تیاری کا حکم دیا۔بدر بن مغیرہ اور اس کے جانباز سپاہی عیسائیوں کو شکست دینے کے بعد اُنہیں شمال اور مشرق کی سرحدوں سے دور رکھنے کے لئے عقابوں کے مسکن میں پہنچ چکے تھے۔بشیر بن حسن کو ابوالحسن کے

علاج کے لئے مالقہ ٹھہرنا پڑا۔

اپنی علالت کے باوجود ابوالحسن غرناطہ پہنچنے پر مُصر تھا۔ الزغل کو مجبوراً بگھی پر اس کے سفر کا انتظام کرنا پڑا۔ مالقہ کی حفاظت الزیغری کے سپرد کی گئی۔

الزغل کی فوج فتح اور کامرانی کے پرچم لہراتی ہوئی غرناطہ میں داخل ہوئی۔ شہر کے دروازے سے لے کر الحمراء کے دروازے تک الزغل کے گھوڑے کے سامنے پھولوں کی سیج بچھی ہوئی تھی۔ ابوالحسن کی علالت کے باعث معمولی رفتار سے ایک بگھی پر سفر کرنے کی وجہ سے ابھی غرناطہ سے کئی منزل دور تھا تاہم لوگ "الزغل زندہ باد" کے ساتھ ساتھ سلطان ابوالحسن زندہ باد کے نعرے بھی لگا رہے تھے۔

لوگوں کے جوش و خروش کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ شمال مغربی سرحد سے ابو عبداللہ کی شاندار فتوحات کی خبریں سُن چکے تھے۔ محاذ جنگ سے غرناطہ میں خبریں لانے والے لوگ انہیں یہ بتا چکے تھے کہ ابو عبداللہ سرحد کو حملہ آوروں سے پاک کرنے کے بعد دشمن کے علاقے میں داخل ہو چکا ہے اور چند قلعوں پر قبضہ کر چکا ہے۔

الزغل کو یقین تھا کہ تازہ شکست کے بعد فرڈی نیڈ کی فوج ایک لمبی تیاری کے بغیر کسی وسیع پیمانہ پر نقل و حرکت نہیں کر سکتی اس لئے اُس نے ابو عبداللہ کے پاس پیغام بھیجا کہ میں چند دنوں تک فوج کو ازسرِ نو منظم کر کے تمہاری مدد کے لئے پہنچ جاؤں گا۔ فی الحال تم دشمن کے علاقہ میں پیش قدمی کرنے کی بجائے سرحد کے کسی محفوظ مقام پر پڑاؤ ڈال کر دشمن کے ساتھ معمولی چھیڑ چھاڑ جاری رکھو۔ فیاض چچا نے اپنے بھتیجے کو یہ لکھا کہ تم اپنی گزشتہ خطاؤں کا کفارہ ادا کر چکے ہو اور جب تم واپس آؤ گے تو اپنے والد اور چچا کو غرناطہ کے عوام سے کم فیاض نہیں پاؤ گے۔ ابو موسیٰ لاپتہ

ہے۔ ہمارا خیال تھا کہ وہ تمہارے ساتھ ہو گا لیکن محاذ سے آنے والے لوگوں نے ہمارے اس خیال کی تصدیق نہیں کی۔ وہ کہاں ہے؟ غرناطہ کے لوگ اُس کے متعلق بہت بے چین ہیں۔

(۵)

چار دن کے بعد غرناطہ میں کہرام مچا ہوا تھا۔ طلوعِ آفتاب کے ساتھ ہی غرناطہ کے لوگوں کو یہ الم ناک خبر ملی کہ ابو عبداللہ دشمن کے ہاتھوں شکست کھا کر گرفتار ہو چکا ہے اور غروبِ آفتاب تک غرناطہ کے لوگوں کو اس خبر کی بہت سی تفصیلات معلوم ہو چکی تھیں۔

غرناطہ میں الزغل کی آمد سے خوفزدہ ہو کر چند غدار سردار اور ان کے ساتھی ابو عبداللہ کے ساتھ روانہ ہو چکے تھے۔ باقی غداروں نے بھی جب یہ دیکھا کہ غرناطہ کے لوگوں پر اُن کی اس تبدیلی کا ایک خوشگوار ردِ عمل ہوا ہے تو وہ بھی غرناطہ چھوڑ کر ابو عبداللہ کو ساتھ لے کر فرڈی نیڈ کی پناہ میں چلے جائیں۔ لیکن انہوں نے جب یہ دیکھا کہ تازہ فتوحات نے ابو عبداللہ کی ذہنیت میں ایک غیر متوقع تبدیلی پیدا کر دی ہے تو انہوں ایک سازش کی۔ ایک شام ابو عبداللہ فرڈی نیڈ کے ایک قلعے پر قبضہ کر چکا تھا۔ اس کے فوج کے دو جاسوس جو اُن غداروں کے آلہ کار تھے یکے بعد دیگرے اس کے پاس پہنچے۔ ایک نے اُسے اطلاع دی کہ کوئی ہزار نصرانیوں کی ایک فوج مغرب کی طرف سے اس قلعے کا رُخ کر رہی ہے۔ دوسرے نے یہ خبر دی کہ اس نے شمال کی طرف نصرانیوں کے دو ہزار سپاہیوں کو دیکھا اور ان کا رخ بھی اس قلعے کی جانب ہے۔ یہ اطلاعات سننے کے بعد جب ابو عبداللہ نے مجلس شوریٰ بلائی تو منافقین نے یک زبان ہو کر یہ کہا کہ ہمیں ان لوگوں کو قلعے کا محاصرہ کرنے کا موقع

دینا چاہیے۔ممکن ہے کہ فوج آگے بڑھ کر ہمارے رسد و کمک کے راستے کاٹ دے اور ایک دو دن کے بعد ایک بڑی فوج آکر قلعے پر حملہ کر دے۔

ابو محسن نے رات کے وقت قلعے سے نکل کر دشمن پر حملہ کرنے کی مخالفت کی۔ اُس نے کہا۔اگر بفرضِ محال دشمن ہمیں نرغے میں لے بھی لے تو بھی ہم کم از کم تین ہفتے قلعہ بند ہو کر دشمن کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔اس دوران میں غرناطہ سے ہمیں کمک پہنچ جائے گی۔لیکن غداروں نے عبداللہ کے جذبات کو اُکسایا اور اُس نے رات ہوتے ہی فوج کو تیاری کا حکم دیا۔فوج کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ایک حصہ ابو محسن کی قیادت میں مغرب کی طرف روانہ ہوا۔اور دوسرا ابو عبداللہ کی قیادت میں شمال کی طرف چل پڑا۔غداروں کی بہت بڑی اکثریت ابو عبداللہ کے ہمراہ تھی۔

ابو محسن نے اپنے جاسوس کی راہنمائی میں رات کے وقت مغرب کی طرف کوئی بیس کوس علاقہ چھان مارا لیکن دشمن کا کوئی سراغ نہ ملا۔تنگ آ کر اُس نے جاسوس کو کوسنا شروع کر دیا۔تیسرے پہر اُس نے تھکے ہوئے گھوڑے کی باگ موڑ لی۔اور واپس قلعے کا رُخ کیا۔صبح کے وقت جب ابو محسن قلعے سے چار کوس دور تھا اُسے سپاہیوں کا ایک گروہ دکھائی دیا جو ابو عبداللہ کے ساتھ رات کے وقت گئے تھے۔

ابو محسن کا ماتھا ٹھنکا وہ فوج کو رُکنے کا حکم دے کر اپنا گھوڑا بھگاتا ہوا آگے بڑھا۔جب وہ اس گروہ کے قریب پہنچا تو ایک نوجوان نے جس کی قبا پر خون کے نشان تھے،اس کے سوالات کا انتظار کئے بغیر کہا ”ہمیں شکست ہوئی۔یہ ایک سازش تھی۔ ہماری فوج میں غدار ہم سے زیادہ تھے۔جاسوس نے ہمیں ایک ایسے مقام پر پہنچا دیا جو چاروں طرف سے دشمن کے تیروں کی زد میں تھا اور منافقین نے دشمن کا نعرہ سنتے ہی ابو عبداللہ سے کہا ہم نرغے میں آ چکے ہیں۔اب لڑائی بے سود ہے۔جب ہم نے

ہتھیار ڈالنے سے انکار کیا تو وہ ایک طرف ہو گئے جب دشمن نے گھات سے نکل کر ہم پر حملہ کیا تو کچھ دیر وہ خاموش کھڑے رہے اور پھر دشمن کے ساتھ شامل ہو کر ہم پر ٹوٹ پڑے۔ آن کی آن میں ہمارے آٹھ سو نوجوان قتل ہو گئے اور ہمارے لئے بھاگنے کے سوا کوئی راستہ نہ تھا۔

ابومحسن نے کہا۔اور ابوعبداللہ ۔۔۔۔۔۔۔؟

نوجوان نے جواب دیا۔لڑائی کے وقت وہ ہمارے ساتھ تھا۔ چند آدمیوں نے اُسے گھوڑے سے گرتا ہوا دیکھا تھا۔میرے خیال میں اُسے گرفتار کر لیا گیا ہے۔ یہ ایک سازش تھی۔کاش ہمیں معلوم ہوتا کہ ہمارے ساتھ منافقین کی اتنی بڑی تعداد شامل ہو چکی ہے۔

ابومحسن نے کہا۔ہمیں بھی دھوکا دیا گیا۔ٹھہرو میں اس جاسوس سے پوچھتا ہوں ۔

ابومحسن نے فوج کے قریب واپس پہنچ کر ادھر اُدھر دیکھنے کے بعد پوچھا۔وہ جاسوس کہا گیا؟

سپاہیوں نے ادھر اُدھر دیکھنے اور ایک دوسرے سے سوال کرنے کے بعد جواب دیا اُسے صبح کی نماز کے بعد کسی نے نہیں دیکھا۔

ابومحسن نے مایوس ہو کر کہا۔اب ہمارے لئے اپنی سرحد کا رُخ کرنے کا سوا کوئی چارہ نہیں۔

فوج کی شکست اور ابوعبداللہ کے لاپتہ ہو جانے کی خبر ابوالحسن کی زندگی کے ٹمٹماتے ہوئے چراغ کے لئے ہوا کا جھونکا ثابت ہوئی۔غرناطہ پر ایک بار ادبار کے بادل چھا گئے۔اگلے دن ایک دردمند نے ابوالحسن کا جنازہ دیکھ کر کہا۔غرناطہ کے

آسمان نے کئی بادشاہوں اور کئی شہنشاہوں کے جنازے دیکھے ہیں لیکن اس مجاہد کی لحد میں غرناطہ کے مستقبل کی ہزاروں امیدیں بھی سو جائیں گی۔

ان واقعات کے بعد اندلس میں ہلال وصلیب کی جنگ کچھ عرصہ کے لئے سرد پڑ گئی۔ ربیع الثانی ۸۹۰ھ میں فرڈی نیڈ نے ایک لشکر جرار کے ساتھ صوبہ مالقہ پر یورش کر دی۔ اس کی پیش قدمی اس قدر اچانک تھی الزغل اپنی پوری قوت مدافعت بروئے کار نہ لا سکا۔ تاہم بقوان اور رُندہ کے قلعوں پر قبضہ کرنے کی کوشش میں عیسائیوں کو بھاری نقصانات اُٹھانا پڑے اور انہیں آگے بڑھنے کی ہمت نہ ہوئی۔ فرڈی نیڈ کی فوج پسپا ہوتے ہوئے سرحد کے اہم قلعہ مثینل پر حملہ کیا لیکن انہیں ناکامی ہوئی۔ الزغل نے دشمن کو شکست دینے کے بعد جوابی حملہ کیا اور ان کے بہت سے سازوسامان پر قبضہ کر لیا۔

الزغل کو اس بات کا احساس تھا کہ جب تک وہ خود فرڈی نیڈ کی مملکت میں داخل ہو کر اُسے ایک فیصلہ کن شکست نہیں دیتا عیسائیوں کے حملے جاری رہیں گے۔ لیکن ایک بڑی جنگ کی تیاری کے لئے وقت کی ضرورت تھی۔ جنوب مشرقی اور شمال مشرق کی سرحدوں پر سرحدی عقاب کا پہرا تھا اور اس طرف سے اُسے پوری تسلی تھی۔ جنوب میں مالقہ کی حفاظت کے لئے الزیغری جیسا تجربہ کار جرنیل موجود تھا۔ ایک بڑی مہم کے لئے تمام وسائل بروائے کار لانے لئے الزغل کا مرکز میں رہنا ضروری تھا۔ اس لئے شمال مغربی سرحد کی حفاظت کے لئے ابو محسن کو منتخب کیا اور خود غرناطہ پہنچ کر تیاریوں میں مصروف ہو گیا۔

(۲)

ابو عبداللہ دشمن کے قیدی کی حیثیت میں قسطلہ پہنچا۔ اُسے یقین تھا کہ فرڈنیڈ

اس کے لئے بدترین سزا تجویز کرے گا لیکن جب پہریدار اسے محل کے سامنے لائے تو فرڈنیڈ، اس کا ولی عہد اور امرائے سلطنت محل کے دروازے پر کھڑے تھے۔ فرڈی نیڈ نے چند قدم آگے بڑھ کر ابوعبداللہ کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا۔ ابوعبداللہ نے اضطراری حالت میں اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا۔

فرڈی ننیڈ نے اپنے اُمراء کی طرف دیکھا اور کہا۔ ''تم کیا دیکھ رہے ہو غرناطہ کے بادشاہ کی تعظیم کرو۔ یہ ہمارے مہمان ہیں''۔ اور امراء نے ابوعبداللہ کی تعظیم میں سر جھکا دیئے۔

فرڈی ننیڈ ابوعبداللہ کی بغل میں اپنا ہاتھ دیئے محل کے اندر داخل ہوا۔ ملاقات کے کمرے کے دروازے کے سامنے چند خواتین کے درمیان ملکہ ازابیلا کھڑی تھی۔ فرڈی نیڈ نے اُس کے قریب پہنچ کر کہا۔ ''ملکہ! یہ میرا وہ بیٹا ہے جسے دیکھنے کے لئے تم مدت سے بے قرار تھیں۔ ابوعبداللہ کا چہرہ ابھی تک یہ ظاہر کر رہا ہے کہ یہ اپنے آپ کو ہمارا قیدی سمجھتا ہے۔ تم اسے یقین دلاؤ کہ یہ ہمارا مہمان ہے جس کا راستہ ہم ایک مدت سے دیکھ رہے تھے۔''

ملکہ ازابیلا نے کہا ہمارے سپاہیوں نے انہیں راستے میں تکلیف تو نہیں۔ فرڈی نیڈ نے جواب دیا۔ ہماری طرف سے انہیں ہدایت تھی کہ ہمارے دوست کا بال بیکا نہ ہو۔ لیکن اگر ہمیں پتہ چلا کہ راستے میں انہیں کوئی تکلف ہوئی ہے تو ہم انہیں بدترین سزا دیں گے۔

امراء دروازے سے کچھ دور کھڑے رہے۔ اور فرڈی نیڈ، ازابیلا اور ولی عہد، ابوعبداللہ کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئے۔ جب وہ چاروں ایک نصف دائرے میں کرسیوں پر بیٹھ گئے تو فرڈی نیڈ نے کہا۔ آپ کے تمام ساتھیوں کو شاہی مہمان

خانے میں جگہ دی گئی ہے۔اور آپ کے لئے ہم نے اپنے محل کے بہترین کمرے منتخب کئے ہیں

ابو عبداللہ نے بیتاب سا ہو کر کہا۔ایسی دل لگی شاید فرڈی نیڈ کی شان کے شایان نہ ہو۔میں اپنی سزا کا حکم سننے کے لئے تیار ہوں۔

فرڈی نیڈ نے کہا۔ہم ایک بار دوستی کا ہاتھ بڑھا کر واپس نہیں کھینچا کرتے اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ آپ نے جو کچھ کیا مجبوری کی حالت میں کیا۔ہماری بات پر یقین کیجئے کہ آپ کے علاقے پر ہمارے سپاہیوں کا حملہ ہمارے احکام کی خلاف ورزی تھی۔وہ اپنی شکست سے بوکھلائے ہوئے تھیا اور آپ یہ سمجھتے ہوں گے کہ ہم نے آپ کے ساتھ بد عہدی کی ہے۔اس صورت میں آپ ان کے ساتھ لڑنے بلکہ ایک انتقامی جذبے کے ماتحت ہمارے علاقہ پر حملہ کرنے میں حق بجانب تھے۔ ہمیں اگر کوئی افسوس ہے تو اس بات کا ہے کہ ہمارے چند بے وقوف آدمیوں کی افسوس ناک حرکت نے ہمارے اس حلیف کو ہم سے بدظن کر دیا ہے جسے ہم اپنا بیٹا سمجھتے تھے۔ہم ان لوگوں کے لئے بدترین سزائیں تجویز کر چکے ہیں

ابو عبداللہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے اپنے میز بانوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔

فرڈی نیڈ نے کہا۔آپ کو ابھی تک ہماری باتوں پر یقین نہیں آیا۔شاید ایک شخص آپکی تسلی کر سکے۔

فرڈی نیڈ ولی عہد کی طرف متوجہ ہو۔شہزادے! کسی کو حکم دو کہ ابو داؤد کو بلا لائے۔

ابو داؤد! ابو عبداللہ نے چونک کر کہا۔

فرڈی نیڈ نے جواب دیا۔ہاں وہ ہمارے پاس پہنچ چکا ہے اور اُس کا یہ مطالبہ

ہے کہ ہم آپ کو آپ کی کھوئی ہوئی سلطنت واپس دلانے کے لئے فوراً کوئی قدم اُٹھائیں لیکن اب اس مقصد کے لئے ایک لمبی تیاری کی ضرورت ہے۔

ابوعبداللہ کے دل میں ابوداؤد کے متعلق بہت سے شکوک پیدا ہو چکے تھے لیکن ایک کمزور انسان ہر طاقت ور انسان کو اپنا آخری سہارا فرض کر لیتا ہے۔ ابوعبداللہ نے ابوداؤد کو اپنی کشتی کا ملاح منتخب کیا تھا۔ اُس کے روپوش ہو جانے کے بعد وہ ابو محسن کی تقریر سے مرعوب ہوا اور اب پھر وہ زندگی کے نئے موڑ پر کھڑا تھا۔ اس احساس کے باوجود کہ اُس کی زندگی کی تمام تلخیاں ابو داؤد کی پیدا کردہ تھیں۔ ابوعبداللہ کو یہ یقین تھا کہ ابوداؤد سے ہم کلام ہوتے ہی اُسے ذہنی کوفت سے نجات مل جائے گی۔ فرڈی نیڈ کی مسکراہٹوں نے اُس کے دل میں وہ خطرناک عزائم جنہیں وہ غرناطہ سے نکلتے وقت ہمیشہ کے لئے خیر باد کہہ چکا تھا پھر ایک بار بیدار کر دئے تھے۔ وہ فرڈی نیڈ کا آلہ کار بننے سے گھبراتا تھا لیکن اس کے ساتھ ہی اُسے یہ بھی احساس تھا کہ فرڈی نیڈ کی مسکراہٹیں کسی نہ کسی دن اُسے پھر ان ٹھکراتی ہوئی راہوں پر دھکیل دیں گی۔ ابو داؤد کے الفاظ اس کے ضمیر کی آواز کو دبا لیں گے۔ الغرض ایک کمزور آدمی میں منافقت کے سوئے ہوئے جذبات پھر بیدار ہو رہے تھے اور وہ اپنے ضمیر کو لوریاں دینے کے لئے ایک بڑے منافق کے سہارے کی ضرورت محسوس کر رہا تھا۔ ابوعبداللہ اپنے دل میں کہہ رہا تھا۔ میں اس بے ایمان سے کہوں گا کہ تم نے مجھے رسوا کیا ہے تم نے مجھے اپنی ہی قوم کا غدار بنایا۔ میں بیوقوف تھا لیکن اب میری آنکھیں کھل گئی ہیں۔ اب مجھے دھوکا نہیں دے سکتا۔ تم مجھے تباہی کے راستے کی طرف مت دھکیلو۔ مجھے غرناطہ کے تخت کی ضرورت نہیں۔ لیکن نہیں شاید میں اپنے مقدر کے خلاف جنگ نہ کر سکو۔ شاید میری تقدیر کے ستارے میری مرضی

کے خلاف مجھے غرناطہ لے جائیں اور میں فرڈی نیڈ کا آلہ کار بننے پر مجبور ہو جاؤں ۔ نہیں نہیں میں ابو داؤد سے کہوں گا کہ خدا کے لئے مجھ پر رحم کرو ۔ مجھے غلط راستہ نہ بتاؤ ۔ میں قوم فروشوں کی جماعت میں نام نہیں لکھوانا چاہتا ۔ لیکن فرڈی نیڈ نے یہ کہا کہ وہ مجھے اپنی قوم کا آزاد حکمران دیکھنا چاہتے ہیں ۔ یہ جھوٹ ہے میں ابو داؤد سے کہوں گا کہ وہ میرے سامنے فرڈی نیڈ کے جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کی کوشش نہ کرے لیکن یہ ضروری نہیں کہ میں ان لوگوں کے سامنے اپنے جذبات کا اظہار کروں ۔ میں انہیں غلط فہمیوں میں مبتلا رکھوں گا اور یہاں سے موقع ملتے ہی فرار ہو جاؤں گا ۔ ابو داؤد کمرے میں داخل ہوا اور ابو عبداللہ نے محسوس کیا کہ وہ کسی بھیانک خواب سے بیدار ہوا ہے ۔ ابو عبداللہ غیر ارادی طور پر اُٹھ کھڑا ہو گیا ۔ ابو داؤد نے مصحافہ کے لئے ہاتھ بڑھایا ۔ اُس کے چہرے کی مسکراہٹ اپنے شاگرد سے یہ کہہ تھی ۔ مجھ سے چُھپ کر کہاں جاؤ گے بیٹا ! میں تمہارے دل کا حال جانتا ہوں ۔

الزغل کی مایوسی

(۱)

بدر بن مغیرہ ایک پہاڑی قلعہ میں مقیم تھا۔ایک شام وہ قلعے کے صحن میں کھڑا اپنے گرد جمع ہونے والے سپاہیوں اور افسروں کو رات کے لئے ہدایات دے رہا تھا کہ ایک سرپٹ سوار قلعے کے اندر داخل ہوا۔بدر بن مغیرہ سے چند قدم کے فاصلے پر اس نے باگیں کھینچ کر گھوڑا روکا۔بدر بن مغیرہ نے دو تین قدم آگے بڑھ کر کہا۔بشیر! معلوم ہوتا ہے کہ تم کوئی اچھی خبر نہیں لائے۔

بشیر بن حسن نے گھوڑے سے اُتر کر بدر بن مغیرہ سے مصافحہ کیا اور بولا میں ایک ایسی خبر لایا ہوں جسے غرناطہ کے لوگ اچھی سمجھتے ہیں لیکن میں اس کے متعلق بہت پریشان ہوں۔منصور کہاں ہے؟

وہ ابھی نماز پڑھ کر اپنے کمرے میں گیا ہے۔آج اُس کی باری ہے۔وہ تیاری کر رہا ہوگا۔چلو اُس کے پاس چلتے ہیں۔یہ کہہ کر بدر بن مغیرہ سپاہیوں کی طرف متوجہ ہوا۔تمہیں عشاء کی نماز کے بعد ہدایات مل جائیں گی۔

بدر اور بشیر سیڑھیوں پر چڑھنے کے بعد دوسری منزل کے ایک کمرے میں داخل ہوئے کمرے میں شمع جل رہی تھی اور منصور زرہ بکتر پہنے ایک کرسی پر پاؤں رکھ کر موزے کے تسمے باندھ رہا تھا۔بشیر بن حسن کو دیکھ کر آگے بڑھ کر مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔بشیر یہ بہت اچھا ہوا کہ تم آگئے۔میں ابھی یہ سوچ رہا تھا کہ اگر آج رات میں زخمی ہو جاؤں تو میرا علاج کون کرے گا؟

بشیر بن حسن نے کہا۔قسطلہ کے اسلحہ خانہ میں ابھی تک وہ تلوار نہیں بنی جو منصور کو زخمی کر سکے۔

تینوں کرسیوں پر بیٹھ گئے۔منصور نے بشیر بن حسن سے سوال کیا۔اہل غرناطہ ہمارے نقاب پوش کے متعلق بہت پریشان ہوں گے۔

ہاں اب غرناطہ کی ہر محفل میں سرحدی عقاب کی جگہ سرحدی نقاب پوش نے لے لی ہے۔

تو انہیں ابھی تک بدر کی موت کا یقین ہے۔

فوج کے بعض افسروں کو شک ہے کہ یہ زندہ ہیں۔اور بھی بہت سے لوگ مجھ سے کرید کرید کر پوچھتے تھے اور میں یہ جواب دے کر خاموش ہو جاتا تھا کہ مجاہد ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔

بدر نے کہا اچھا اب وہ خبر سُناؤ جس کے متعلق غرناطہ کے لوگ خوش تھے اور تم پریشان ہو۔

بشیر نے کہا۔ابو عبداللہ فرڈی نیڈ کی قید سے فرار ہو کر غرناطہ پہنچ چکا ہے اور الزغل نے یہ اعلان کیا ہے کہ وہ بیرونی خطرات سے نجات حاصل کرتے ہی غرناطہ کا تخت اپنے بھتیجے کے حوالے کر دے گا۔سر دست اسے لوشہ کا حاکم مقرر کیا گیا ہے۔

بدر بن مغیرہ نے کہا۔کیا یہ صحیح ہے؟ الزغل ایسی غلطی نہیں کر سکتا۔

بشیر نے جواب دیا۔اگر یہ غلطی ہے تو الزغل اس کا ارتکاب کر چکا ہے۔میں ابو محسن سے ملا تھا وہ یہ کہتا تھا کہ سرحد پر حملہ کرنے سے پہلے وہ فرڈی نیڈ کی پناہ لینے کے لئے تیاریاں کر رہا تھا۔حالات کی مجبوری نے اُسے رضا کاروں کی صف میں لا کھڑا کیا تھا۔اُس کی نیت پر میں شک نہیں کرتا لیکن وہ ایک متلون مزاج نوجوان ہے۔موجودہ حالات میں اُسے کوئی ذمہ داری سونپنا خطرے سے خالی نہیں۔اس کے علاوہ ابو داؤد کے متعلق یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ فرڈی نیڈ کے پاس پہنچ چکا ہے

اور وہ ایک ایسا آدمی ہے جو ابو عبداللہ کو ہر بُرے سے بُرے کام پر آمادہ کر سکتا ہے۔

بدر بن مغیرہ نے پوچھا۔اور غرناطہ کے لوگ اس پر خوش ہیں؟

ہاں! اُن کی نگاہوں میں ابو عبداللہ کے دامن کی سیاہی دُھل چکی ہے بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو بے چین ہیں لیکن وہ بھی کسی عملی مخالفت کے لئے تیار نہیں۔

کیا موسیٰ کے متعلق ان کی بے چینی دور ہو چکی ہے؟

ابو عبداللہ نے اس کے متعلق یہ مشہور کر دیا ہے کہ وہ اس کی قید سے فرار ہو گیا تھا۔

الزغل کے سامنے اُس نے چند گواہ پیش کر دئے تھے۔

اور الزغل نے اس بات پر یقین کر لیا۔

میں نے انہیں کہا تھا کہ اگر وہ فرار ہوتا تو یقیناً آپ کے پاس آتا لیکن الزغل نے کہا۔ابو موسیٰ بے حد غیور تھا اور ابو عبداللہ اس کا بچپن کا دوست تھا۔یہ ممکن ہے کہ ابو عبداللہ کی بدسلوکی کے بعد اس نے غرناطہ میں کسی کو منہ دکھانا گوارا نہ کیا ہو۔شاید وہ مراکش چلا گیا ہو قرطبہ سے اس کے خاندان کے بہت سے افراد مراکش ہجرت کر چکے ہیں۔میں اُس کی تلاش کر رہا ہوں اور اگر مجھے یہ معلوم ہوا کہ ابو عبداللہ نے مجھ سے جھوٹ بولا ہے تو میں اُسے نیک سلوک کا مستحق نہیں سمجھوں گا۔

بدر بن مغیرہ نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا۔منصور! تم غرناطہ جانے کے لئے تیار ہو جاؤ۔

منصور نے جواب دیا۔لیکن میں تو حملے کی تیاری کر چکا ہوں اور سرحد پر سپاہی میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔

تمہاری جگہ میں چلا جاؤں گا۔

لیکن آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔آپ کل ساری رات گھوڑے پر تھے۔

تمہارا فوراً غرناطہ پہنچنا ضروری ہے۔الزغل کے پاس میرا خط لے جاؤ۔اسے ہماری طرف سے غیر مبہم الفاظ میں کہہ دو کہ ہماری جنگ کسی سلطان، امیر یا بادشاہ کے لئے نہ تھی۔ہماری قربانیوں کا مقصد صرف یہ تھا کہ ہم غرناطہ کو اپنا دفاعی مورچہ بنا کر اپنے منتشر شیرازے کو اکٹھا کریں اور باقی اندلس کے مظلوم اور بے کس مسلمانوں کو نصرانیوں کی غلامی سے نجات دلائیں۔ابوالحسن اور اس کے بعد ہم نے الزغل کو اپنا امیر اسی مقصد کے لئے تسلیم کیا تھا۔لیکن ابو عبداللہ کو آزمایا جا چکا ہے۔ایک چچا کی حیثیت میں الزغل کو یہ حق ہے کہ وہ اپنے نالائق بھتیجے کی ہر خطا معاف کردے لیکن اُسے یہ حق نہیں دیا جا سکتا کہ وہ قوم سے یہ کہے کہ یہ ملت فروش توبہ کر چکا ہے اس لئے تم اسے اپنا حاکم تسلیم کرلو۔الزغل سے کہو اگر ابو عبداللہ خلوص دل سے تائب ہو چکا ہے تو بھی وہ ایک بے جان لاشہ ہے اور وہ اس لاشے کو اس قوم کے کندھوں پر نہ لادے جو موت و حیات کی کش مکش میں مبتلا ہے۔وہ اپنی زندگی میں اپنا فرض پورا کرے اور اپنے بعد امیر کا انتخاب ان لوگوں پر چھوڑ دے جو غرناطہ کی آزادی اور مسلمانوں کے ناموس کے لئے اپنی جانیں پیش کر چکے ہیں۔مجھے ابو عبداللہ سے پرخاش نہیں۔اس نے مجھے دھوکا دے کر قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔میں اُسے معاف کرسکتا ہوں لیکن میں قوم کی امانت اس شخص کے سپرد کرنے کے خلاف ہوں اُسے ایک بار دھوکا دے چکا ہوں۔اگر ابو عبداللہ نے سرحد سے چند حملہ آوروں کو نکال کر تبدیلی قلب کا ثبوت دیا ہے تو اس کا زیادہ سے زیادہ صلہ یہ ہوسکتا تھا کہ اسے اس کی گزشتہ خطاؤں کی سزا نہ دی جائے لیکن اسے لوشہ کا حاکم اور غرناطہ

کے تخت کا وارث تسلیم کر لینا ایک ایسا انعام ہے جس کا وہ کسی صورت مستحق نہیں۔

منصور نے کہا۔ میں جانتا ہوں الزغل کیا جواب دے گا۔ وہ یہ کہے گا اگر میں ابو عبداللہ کے ساتھ فیاضانہ برتاؤ نہ کرتا تو لوگ یہ کہتے کہ میری جدوجہد ذاتی اقتدار کے لئے تھی۔ اس کے علاوہ میں انتشار سے ڈرتا ہوں۔ ابو عبداللہ کے حامی غرناطہ میں خانہ جنگی شروع کروا دیں گے۔

بدر بن مغیرہ نے کہا۔ ابو عبداللہ کے ساتھ اس سے زیادہ فیاضانہ برتاؤ کیا ہو سکتا تھا کہ اُس کے گلے میں پھندا ڈال کر اُسے غرناطہ کے بازاروں میں نہیں گھسیٹا گیا۔ الزغل سے کہو کہ وہ ایسے لوگوں کی رائے کو کوئی وقعت نہ دے جن کی خود فریبی کا یہ عالم ہے کہ وہ ایک آزمائے ہوئے غدار سے تعمیر ملت کا کام لینا چاہتے ہیں۔ اور اتحاد کا یہ مطلب نہیں کہ گھوڑے اور گدھے کو ایک ہی بگھی میں جوت دیا جائے۔ اگر پچاس سپاہی اپنے کندھوں پر پچاس لاشیں اُٹھا لیں تو وہ سو سپاہی نہیں بن جاتے۔ خانہ جنگی کو روکنے کا یہ طریقہ نہیں کہ نا اہل آدمیوں کے ہاتھوں میں اقتدار سونپ دیا جائے بلکہ اس کا علاج یہ ہے کہ ایسی رائے عامہ پیدا کی جائے کہ نا اہل لوگ اقتدار کی کرسیوں کی طرف دیکھنے کی جرات نہ کریں۔ وہ قوم جو زندہ رہنا چاہتی ہو، غداروں کی سرکوبی کرتی ہے۔ انہیں رشوتیں دے کر خوش نہیں کرتی۔

منصور نے کہا۔ آپ خط لکھیں میں غرناطہ جانے کے لئے تیار ہوں۔

(۲)

چند دن منصور الزغل کی طرف سے بدر بن مغیرہ کے خط کا یہ جواب لایا

میرے عزیز! تمہارا خط مجھے اُس وقت ملا۔

جب ابو عبداللہ ہم پر آخری ضرب لگا چکا تھا۔ ابو

عبداللہ نے لوشہ دشمن کے حوالے کر دیا ہے۔ فرڈی نیڈ کے آٹھ ہزار سپاہی اس شہر میں داخل ہو چکے ہیں۔ میری نیت بری نہ تھی لیکن شاید قدرت سیاسی غلطیاں معاف نہیں کرتی۔ تمہارے سامنے اور قوم کے سامنے میرے پاس ندامت کے آنسوؤں کے سوا کچھ نہیں۔

لوشہ پر نصرانیوں کا قبضہ ہمارے سینے پر خنجر سے کم نہیں۔ شاید غرناطہ کے دن گنے جا چکے ہیں۔ اگر تم میرے پاس ہوتے تو میں شاید اتنی بڑی غلطی نہ کرتا اور اب ایک دل شکستہ بوڑھا تمہاری اعانت کا محتاج ہے۔ اپنے لئے نہیں غرناطہ کے لئے غرناطہ کے تخت و تاج کی حفاظت کے لئے نہیں مسلمانوں کی عزت اور ناموس کی حفاظت کے لئے۔

اپنی اعانت کے لئے میں تمہیں ابھی غرناطہ نہیں بلاتا۔ تم غرناطہ کی آخری امید ہو۔ تم اس ڈوبتی کشتی کا آخری سہارا ہو اور میں تمہیں شر سے محفوظ دیکھنا چاہتا ہوں۔ عقاب کی وادی ہمارا آخری حصار ہے۔ تم اگر سرحد پر اپنے حملے تیز کر دو تو دشمن کی توجہ دو محاذوں پر مبذول ہو جائے گی اور میں لوشہ پر دوبارہ قبضہ کرنے کی کوشش کرونگا۔

میرے خیال میں فرڈی نیڈ کے نزدیک عقاب کی وادی کی اہمیت غرناطہ سے کم نہیں بہت ممکن ہے کہ وہ غرناطہ پر حملہ کرنے سے پہلے تمہارے علاقے پر حملہ کرے۔اس لئے اپنی تیاریوں کو تیز کردو میرے بیٹے! ہماری کوتاہیوں سے بددل ہو کر کہیں ہمت نہ ہار بیٹھنا۔اگر تم مایوس ہو گئے تو مجھے ڈر ہے کہ اندلس میں مسلمانوں کی امید کے چراغ طلوع سحر سے پہلے گل ہو جائیں گے۔

بدر بن مغیرہ، بشیر اور منصور ایک انتہائی مغموم فضاء میں کچھ دیر الزغل کے مکتوب کی روشنی میں غرناطہ اور اُندلس کے مسلمانوں کے مستقبل پر تبصرہ کرتے رہے۔اس کے بعد منصور بن احمد نے اپنی جیب سے ایک اور خط نکال کر بدر بن مغیرہ کو پیش کرتے ہوئے کہا یہ خط مجھے ابو عبداللہ کی بیوی نے دیا تھا اور اس نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ جب تک آپ کے دل سے لوشہ کے نکل جانے کا اضطراب دور نہ ہو جائے میں خط پیش نہ کروں۔انہوں نے خدشہ بھی ظاہر کیا تھا کہ آپ اس غلط فہمی میں آکر میں نے اپنے شوہر کی وکالت کی ہو گی اس خط کو پڑھنے سے پہلے نہ پھاڑ ڈالیں۔

بدر بن مغیرہ نے منصور کے ہاتھ سے خط لے کر بشیر کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔تم پڑھو۔

بشیر نے خط کھول کر پڑھنا شروع کیا:

میرے قابل فخر بھائی! میں نے چچا کی اجازت سے آپ کا مکتوب پڑھ لیا تھا اور چچا آپ کے مکتوب کا جواب بھی دکھا چکے ہیں۔اُنہوں نے سارا گناہ اپنے سر لے لیا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ

اس قومی گناہ میں زیادہ حصہ میرا ہے اگر میں چچا کو یہ یقین نہ دلاتی کہ میرا شوہر خلوص دل سے تائب ہو چکا ہے تو وہ یقیناً اس پر اعتماد کرنے سے قبل اُسے اچھی طرح آزما کر دیکھتے ۔ ملکہ نے اپنے کی سفارش کی اور میں نے اُن کی تائید کی اور اب آپ کی خدمت میں میں یہ مکتوب اس لئے لکھ رہی ہوں کہ کہیں آپ کو چچا کی نیت پر شبہ نہ ہو جائے ۔

میں اُندلس میں آپ کی ان لاکھوں بہنوں میں سے ایک ہوں جن کے ناموس کی حفاظت کے لئے آپ نے تلوار اٹھائی ہے اور یقین کیجئے کہ مجھے الحمراء کی چاردیواری کی نسبت آپ کی تلوار پر زیادہ بھروسہ ہے ۔ کیا آپ کی ایک بہن ندامت کے آنسو بہانے کے بعد آپ سے یہ توقع رکھ سکتی ہے کہ آپ اس کی پہلی اور آخری غلطی معاف کر دیں گے اور خدا شاہد ہے کہ جب میں آپ کو بھائی کہتی ہوں تو میں یہ محسوس کرتی ہوں کہ میرا اور آپ کا رشتہ خون کے رشتے سے مضبوط ہے ۔

آپ کی بہن عائشہ

بدر بن مغیرہ نے منصور کی طرف متوجہ ہو کر سوال کیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ابوعبداللہ کی بیوی ابھی تک غرناطہ میں ہے ۔

ہاں ابوعبداللہ اسے اپنے ساتھ لے جانے پر مصر تھا لیکن اُس نے ماں سے کہا کہ جب تک جنگ کا خطرہ باقی ہے میری بہو کو الحمراء سے باہر نہیں جانا چاہیے۔

(۳)

لوشہ میں عیسائیوں کی پندرہ ہزار فوج جمع ہو چکی تھی۔ ابوعبداللہ نے غرناطہ کے مختلف شہروں میں اپنے جاسوس بھیج دیئے اور فرڈی نیڈ کی عطا کردہ دولت سے منافقین کے ضمیر خریدنے کی مہم شروع کر دی۔ وہ لوگ جو پہلے ہی اپنی توقعات فرڈی نیڈ کے ساتھ وابستہ کر چکے تھے اب زیادہ پرامید ہو گئے اور ابوعبداللہ کی قوت میں آئے دن اضافہ ہونے لگا۔

اس کے علاوہ عافیت پسندوں کی وہ جماعت جو ہر قیمت پر امن چاہتی تھی عوام میں یہ تبلیغ کرنے لگی کہ اگر غرناطہ کے مسلمانوں نے عیسائیوں کے ساتھ جنگ جاری رکھی تو اس کی سزا وہ اندلس کے باقی مسلمانوں کے دیتے رہیں گے۔ اندلس عیسائیوں اور مسلمانوں کا مشترکہ وطن ہے اور عیسائی چونکہ قوت اور تعداد میں زیادہ ہیں اس لئے ہمیں اُن کی سرپرستی تسلیم کر لینی چاہیے۔ وہ یقیناً اپنے ہم وطنوں پر ظلم نہیں کریں گے۔ یہ مسلمانوں کا وہم ہے کہ انہوں نے عیسائیوں کی حکومت تسلیم کر لی تو انہیں نگل جائیں گے۔ اگر مسلمان کے دل میں ایمان ہے تو اُسے کسی سے خطرہ نہیں۔

ابوعبداللہ کے متعلق یہ لوگ عوام کو یہ سمجھاتے تھے کہ وہ فرڈنیڈ کے ساتھ مصالحت کر کے اندلس کے باقی مسلمانوں کو تباہی سے بچانا چاہتا ہے۔ فرڈی نیڈ نے ہماری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا ہے اور ابوعبداللہ جانتا ہے کہ اگر ہم نے اس وقت اس کی دوستی کا ہاتھ ٹھکرا دیا تو کل وہ ایک فاتح کی حیثیت میں ہمارے ساتھ

نیک سلوک نہیں کرے گا۔

عیسائیوں کی فوج کے ساتھ ابو داؤد بھی لوشہ پہنچ چکا تھا۔ اس نے چند دن حالات کا مطالعہ کرنے کے بعد فرڈنیڈ کو لکھا کہ اب غرناطہ پر فیصلہ کن ضرب لگانے کا موقع ہے۔ فرڈی نیڈ نے بذات خود لوشہ پہنچ کر فوج کی قیادت سنبھال لی اور اچانک البیرہ اور مثینل کے قلعے فتح کرنے کے بعد صخرہ کا محاصرہ کرلیا۔ الزغل اپنی ایک تہائی فوج غرناطہ میں چھوڑ کر صخرہ کی طرف بڑھا اور شہر سے چند میل دور پڑاؤ ڈال دیا۔ چند دن فریقین میں معمولی جھڑپیں ہوتی رہیں۔ اہل شہر قلعہ بند ہو کر لڑتے رہے اور الزغل دشمن کے عقب سے معمولی حملوں پر اکتفا کرتا رہا۔ شمال مشرق میں بدر بن مغیرہ نے اچانک ایک وسیع پیش قدمی شروع کر دی ہے۔ فرڈی نیڈ نے مجبورا صخرہ کا محاصرہ اُٹھالیا اور اس کے ساتھ ہی فرڈی نیڈ کو اطلاع ملی کہ شاہِ فرانس نے زبردست لشکر کے ساتھ پیرنیز کی طرف پیش قدمی شروع کر دی ہے۔ فرڈی نیڈ نے مجبوراصخرہ کا محاصرہ اٹھالیا اور دس ہزار فوج کو شمال کی طرف پیش قدمی کرنے والے مجاہدین روکنے کے لیے بھیج دیا۔ لوشہ البیرہ اور ثینل کی حفاظت کے لئے جس قدر فوج کی ضرورت تھی وہ اس نے ابوعبداللہ کے پاس چھوڑ دی اور خود شاہ فرانس کے حملہ کے خطرے کی روک تھام کے لئے واپس چلا گیا۔

(۴)

شاہ فرانس کے ساتھ صلح کرنے کے لئے فرڈی نیڈ نے پادریوں کا ایک وفد اس کے پاس بھیجا اور اُسے اس بات کا احساس دلایا کہ غرناطہ اور ہسپانیہ کی جنگ ہلال وصلیب کی جنگ ہے اور اس نازک موقع پر صلیب کے دو علم برداروں کی لڑائی سے مسلمان فائدہ اٹھائیں گے۔ قسطلہ اور فرانس کے بشپ نے ایک دوسرے کی

بغل گیر ہو کر دو بادشاہوں کو مصافحہ کرنے پر مجبور کر دیا۔ فرانس کے بادشاہ نے مسلمانوں کے خلاف جنگ کے ثواب میں حصہ دار بننے کے لیے دو ہزار سوار اور بیس بحری جہاز فرڈی نیڈ کے سپرد کر دئے۔

فرڈی نیڈ کو مدت سے اس بات کا احساس تھا کہ جت تک وہ مالقہ پر قبضہ نہیں کر لیتا غرناطہ کی قوت نہیں ٹوٹے گی۔ مالقہ غرناطہ کی اہم ترین بندرگاہ تھی اور اس پر قبضہ کرنے کے بعد وہ غرناطہ کے تمام ساحلی علاقہ پر قابض ہو سکتا تھا۔ اس صورت میں المیریہ کی بندرگاہ کے سوا وہ اندلس اور مراکش کے درمیان تمام راستے کاٹ سکتا تھا اور مسلمانوں کی اس اُمید کو خاک میں ملا سکتا تھا کہ اسلامی دنیا اُن کی پشت پر ہے۔ اُسے یقین تھا کہ مالقہ چھن جانے کے بعد غرناطہ کے مسلمان یہ محسوس کریں گے کہ وہ عیسائیوں کے رحم و کرم پر ہیں۔ مالقہ سے وہ سیرا نویدا کے سرکش قبائل کی سرکوبی کر سکتا تھا۔ فرانس سے بیس جہاز مل جانے کے باعث اس کا بحری بیڑہ مضبوط ہو چکا تھا۔ اس نے ابو عبداللہ کو لکھا کہ میری فوج اچانک مالقہ پر حملہ کرے گی اور مالقہ کی اہمیت کے پیش نظر الزغل فوراً غرناطہ چھوڑ کر وہاں پہنچنے کی کوشش کرے گا۔ تم کسی مزاحمت کے بغیر غرناطہ پر قبضہ کر سکو گے۔

چند دنوں کے فرڈی نیڈ کا بحری بیڑہ مالقہ کی طرف روانہ ہو چکا تھا اور وہ خود بھی فوج کے ساتھ جنوب مغرب سے ایک لمبا چکر کاٹنے کے بعد مالقہ کا رُخ کر رہا تھا۔ مالقہ پر بحری حملہ اس قدر غیر متوقع تھا کہ نصرانی فوج نے معمولی مزاحمت کے بغیر ساحل پر اُتر کر شہر کا محاصرہ کر لیا۔

الزغل کی ساری توجہ لوشہ کی طرف تھی۔ اُسے اچانک مالقہ کے محاصرے کی خبر ملی تو اس نے غرناطہ کو مٹھی بھر سپاہیوں کی حفاظت میں چھوڑ کر مالقہ کا رُخ کیا لیکن وہ

ابھی مالقہ سے ایک منزل دور ہی تھا کہ اُسے یہ اطلاع ملی کہ ابوعبداللہ آٹھ ہزار فوج کے ساتھ غرناطہ کا رُخ کر رہا ہے۔ وہ مایوسی کی حالت میں اپنی فوج کا بیشتر حصہ مالقہ کی طرف روانہ کر کے غرناطہ لوٹ آیا۔ لیکن اس کے پہنچنے سے پہلے غداروں کی جماعت ابوعبداللہ کے لئے شہر کے دروازے کھول چکی تھی اور الحمرا پر ابوعبداللہ کا جھنڈا لہرا رہا تھا۔ الزغل نے شکستہ دل ہو کر پھر مالقہ کا رخ کیا لیکن دغاباز بھتیجے نے اُس کی فوج کی معمولی تعداد سے باخبر ہوتے ہی اس پر عقب سے حملہ کر دیا۔ الزغل کے سپاہی بہادری سے لڑے لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ ان کی تلواریں فقط نصرانیوں کے ساتھ ہی نہیں بلکہ اپنے بھائیوں کی تلواروں کے ساتھ بھی ٹکرا رہی ہیں تو وہ دیر تک ثابت قدم نہ رہ سکے۔ الزغل نے شکست کھا کر البکسر ا کے علاقہ میں پناہ لی۔ اگلے دن اُسے خبر ملی کہ مالقہ کے راستے میں اس کی باقی فوج فرڈنیڈ کے ہاتھوں شکست کھا چکی ہے اور مالقہ اور اس کے درمیان خشکی اور سمندر کے تمام راستے بند ہو چکے ہیں۔ البکسر ا کے جنگجو قبائل کی ایک مختصر سی فوج منظم کرنے کے بعد الزغل نے بسط کو اپنا مستقر بنالیا۔ مالقہ میں الزیغری نے ڈٹ کر مقابلہ کیا لیکن ایک ماہ تک رسد اور کمک نہ ملنے کے باعث لوگ بے بس ہو گئے۔ الزغل نے چند بار پہاڑوں سے نکل کر مالقہ کی طرف پیش قدمی کی لیکن میدان میں فرڈنیڈ کے لشکر جرا کے سامنے اس کی پیش نہ گئی۔

بدر بن مغیرہ نے بھی اپنے حملوں کا رُخ شمال مشرق کی بجائے جنوب مشرق کی طرف پھیر دیا لیکن فرڈنیڈ کی ٹڈی دل فوج کو معمولی نقصانات بدحواس نہ کر سکے اور فرڈنیڈ نے اپنے گزشتہ تلخ تجربات کے پیش نظر اپنی فوج کو آگے بڑھ کر اس کے حملوں کا جواب دینے کی اجازت نہ دی۔

(۵)

اہل مالقہ کی حالت نازک ہو چکی تھی۔ بھوک سے مرتے ہوئے لوگ ہتھیار ڈالے کے حق میں ہو رہے تھےلیکن الزیغری نے ہمت نہ ہاری۔ صلح پسندوں کے سامنے اس کا ایک ہی جواب تھا۔ دشمن میری لاش کو روندے بغیر شہر میں داخل نہیں ہو سکتا۔ جب سپاہی حوصلہ ہار دیتے تو اُس کی تقریریں اُن کی روح تازہ کر دیتیں۔ لیکن جب مالقہ کے ہر اُفق پر تاریکی کے سوا کچھ نظر نہیں آتا تھا تو شہری آبادی کی طرح فوج میں بھی پھوٹ پڑ گئی۔ چند غداروں نے فرڈنیڈ سے ساز باز کر کے شہر کے دروازے کھول دیئے اور الزیغری کو گرفتار کر کے دشمن کے حوالے کر دیا۔

فرڈنیڈ کے حکم سے الزیغری کو بدترین اذیتیں دے کر قتل کیا گیا۔ اس کے بعد اہل مالقہ نے وحشت اور بربریت وہ دور دورہ دیکھا جو اُن کے وہم وگمان میں بھی نہ تھا۔ فرڈنیڈ کی فوج کے سپاہیوں نے فتح کے نشہ کے بعد شراب کے نشے میں مدہوش ہو کر مالقہ میں قیامت برپا کر دی۔ عورتوں کو گھروں سے گھسیٹ کر بازار میں لایا گیا۔ اُنہیں سور کا گوشت کھانے اور شراب پینے پر مجبور کیا اور بنوک شمشیر یہ سمجھایا گیا کہ فاتح کے ہر حکم کی تعمیل مفتوح پر فرض ہے۔ جن مردوں نے اپنی غیرت کا مظاہرہ کیا اُنہیں زندہ جلانے کی سزا دی گئی اور جب وہ لوگ جنہوں نے الزیغری سے غداری کر کے دشمن کے لئے شہر کے دروازے کھولے تھے۔ فرڈی نیڈ کے پاس شکایت لے کر گئے تو اس نے جواب دیا۔ مالقہ اندلس کا دروازہ ہے۔ میں اُسے دشمن کے وجود سے پاک دیکھنا چاہتا ہوں۔ اگر تمہارے لئے میری فوج کا سلوک نا قابل برداشت ہے تو تم شہر کو چھوڑ کر جا سکتے ہو۔ اگر تم سے کوئی مراکش جانا چاہے تو میرے جہاز موجود ہیں۔

مالقہ چھن جانے کے بعد غرناطہ کی سلطنت کا تمام حصہ عیسائیوں کے قبضہ میں آ گیا اور جنوب میں مالقہ کے آس پاس ساحلی علاقوں کے شہر بھی ان کے قبضے میں چلے گئے۔

الزغل کی مختصر سی سلطنت شمال میں جیان سے لے کر جنوب میں المیریہ تک تھی۔ مالقہ کی بندرگاہ چھن جانے کے بعد المیریہ کی بندرگاہ مسلمانوں کے لئے شاہ رگ کی حیثیت رکھتی تھی اس کے علاوہ گاوڑ اور بیغہ الزغل کے قبضہ میں تھے۔ اپنے وسائل کے لحاظ سے یہ مختصر سی سلطنت کافی خوشحال تھی۔ البکسرا کی وادیاں کو سیرا نویدا کی برفانی چوٹیوں کی ندیوں سے سیراب ہوتی تھیں۔ اس علاقہ میں میوہ جات کی پیداوار سارے اندلس سے زیادہ تھی۔ اور باقی علاقے میں جو زیادہ تر پہاڑی تھا۔ لوگ اپنی ضرورت سے زیادہ مویشی پالتے تھے اور دفاعی اعتبار سے اس علاقے کے جنگل اور پہاڑ کافی محفوظ تھے۔

فرڈی نیڈ نے چند دنوں کی تیاری کے بعد بیغہ پر حملہ کیا اور شہر کو محاصرے میں لے لیا۔ لیکن پہاڑی قبائل نے نیچے اُتر کر چاروں اطراف سے جنگ چاول شروع کر دی۔ بیغہ کی اہمیت محسوس کرتے ہوئے بدر بن مغیرہ اپنی سرحد کی حفاظت منصور بن احمد کے سپرد کر کے دو ہزار جانبازوں کے ساتھ یلغار کرتا ہوا بیغہ پہنچا اور پہلے شب خون میں اُس نے فرڈی نیڈ کے پانچ ہزار سپاہیوں کو تہ تیغ کر دیا۔ اگلی رات اس نے دوبارہ عقب سے حملہ کیا اور الزغل نے شہر سے نکل کر دشمن پر دھاوا بول دیا۔ صبح کے وقت فرڈی نیڈ نے محاصرہ اُٹھالیا اور مالقہ واپس چلا آیا۔

مالقہ میں ایک سال کی تیاری کے بعد فرڈی نیڈ نے پھر بیغہ پر چڑھائی کی لیکن اس دفعہ نے شہر پر حملہ کرنے کی بجائے اردگرد کے تمام علاقے میں تباہی مچادی،

کسانوں کے مویشی چھین لئے اور اُن کی فصلیں اور باغات برباد کردئے۔قبائلیوں کے غیر متوقع حملے کی روک تھام کے لئے اس نے بیغہ کے ہر راستے پر مورچے بنا دئے۔ بدر بن مغیرہ کے جانبازوں اور قبائلیوں کے اچانک حملے فرڈی نیڈ کو کافی نقصان پہنچاتے رہے لیکن وہ اہل بیغہ کی کوئی مدد نہ کر سکے۔ چھ ماہ کے طویل محاصرہ کے بعد اہل بیغہ نے سخت قحط میں مبتلا ہو کر اطاعت قبول کر لی۔

فرڈی نیڈ نے بیغہ کو اپنا مستقر بنا کر البکرا کے تمام قلعے ایک ایک کر کے الزغل سے چھین لئے۔

(۶)

بشیر بن حسن، بدر بن مغیرہ کے زخمی بازو پر پٹی باندھ رہا تھا۔منصور کمرے میں داخل ہوا۔

بدر بن مغیرہ نے سوال کیا۔منصور تم ابھی تک گئے نہیں؟۔

منصور نے جواب دیا۔میں قلعے سے نکلا ہی تھا کہ وہ مل گئے۔

الزغل خود یہاں آ گیا ہے۔

ہاں میں انہیں نیچے ملاقات کے کمرے میں بٹھا آیا ہوں۔

ان کے ساتھ اور کون ہے؟

ان کے ساتھ ابو محسن ہے وہ اپنے ساتھ چند سپاہی بھی لائے تھے لیکن ہمارے آدمیوں نے اُنہیں پل کے پار روک لیا ہے۔

انہوں نے شکایت تو نہیں کی

وہ اس بات پر پریشان تھے لیکن میں نے یہ کہہ کر اُن کو تسلی کر دی ہے کہ یہ ایک عام حکم تھا اور چونکہ آپ کی آمد غیر متوقع تھی اس لئے سپاہیوں کو اس بارے میں کوئی

خاص ہدایت نہیں دی گئی تھی۔

بدر بن مغیرہ نے کہا۔تم نے انہیں بتایا کہ تم میرا خط لے کر اُن کے پاس جا رہے تھے۔ہاں میں نے خط پیش بھی کر دیا تھا لیکن انہوں نے پڑھے بغیر مجھے واپس دے دیا۔وہ یہ کہتے تھے کہ اتنی دور آنے کے بعد میں زبانی بات کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

تم نے انہیں بتایا نہیں کہ ملاقات کی صورت میں میرا جواب وہی ہوگا جو میں نے خط میں لکھ دیا ہے۔

وہ اس قدر مغموم اور پریشان ہیں کہ میں نے ایسی بات کرنا مناسب نہیں سمجھا ۔بدر نے کہا۔میں اس ملاقات سے بچنا چاہتا تھا۔بہر حال اب یہ ایک مجبوری ہے۔ لیکن تم دونوں میرے ساتھ رہو۔اگر میں اپنے فرض سے کوتاہی کروں تو میری اصلاح کر دینا۔تھوڑی دیر بعد بدر بن مغیرہ بشیر اور منصور اس پہاڑی قلعے کے ایک کشادہ کمرے میں گئے تو الزغل نے تھوڑی دیر سر جھکا کر سوچنے کے بعد کہا۔آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ میں کیوں آیا ہوں۔میں آپ کے جواب کا انتظار نہ کر سکا۔آپ کی صورتیں بتا رہی ہیں کہ آپ مجھ سے خفاء ہیں میں اپنی صفائی پیش کرنے کی نیت سے یہاں نہیں آیا۔مجھے افسوس ہے کہ حالات نے مجھے آپ سے مشورہ لینے کا موقع نہ دیا۔آپ سمجھتے ہوں گے کہ میں نے بزدلی کی لیکن خدا شاہد ہے مجھے اپنی جان بچانے کی فکر نہ تھی۔میں اس وقت بھی اپنے آپ کو زندوں میں شمار نہیں کرتا۔میں آپ کو یہ بتانے آیا ہوں کہ میں تلوار اس وقت پھینکی ہے جب کہ میرے بازو کٹ چکے تھے۔کاش! مجھے چند برس پہلے یہ احساس ہوتا کہ دریا کا پانی روکنے کے لئے ریت کا بند کام نہیں دیتے۔میرے اندازے غلط تھے اور مجھ جیسے غلط اندیش آدمی کو

قوم کی قیادت کا حق نہ تھا اور تمہارے سامنے میرے پاس ندامت کے آنسوؤں کے سوا کچھ نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ تم مجھے معاف نہ کرو گے۔ ابو عبداللہ پر اعتماد کرنا ایک ایسا گناہ تھا جس کے لئے میں خود اپنے آپ کو معاف کرنے کے لئے تیار نہیں۔ میرا ضمیر ہمیشہ مجھے ملامت کرتا رہے گا میں نے فرڈی نیڈ کی اطاعت اس وقت قبول کی ہے جب مجھے اس بات کا یقین ہو گیا ہے کہ اب مزید قربانیاں بے سود ہیں۔ ہماری ہوا اکھڑ چکی ہے اور دشمن ہمیں چاروں طرف سے گھیر چکا ہے۔ قوم کا ایک حصہ دشمن کی غلامی پر قانع ہو چکا ہے اور جو حریت پسند تھے وہ بھی محسوس کر رہے ہیں کہ اب اُن کی قوتِ مدافعت جواب دے چکی ہے۔ میرے لئے دو ہی راستے تھے ایک یہ کہ فرڈنیڈ کی غلامی قبول کر کے رہے سہے مسلمانوں کو تباہی سے بچاؤں دوسرا یہ کہ میں ایک ایسی جنگ جاری رکھوں جس کا انجام شکست کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔ اس صورت میں مر کر بھی اپنے نام کو داغدار ہونے سے بچا لیتا۔ لیکن میں نے یہ محسوس کیا کہ میرا یہ فعل اندلس اور غرناطہ کے مفتوحہ علاقوں کے مسلمانوں کے حال اور مستقبل سے آنکھیں بند کرنے کے مترادف ہوگا۔ میرا ساتھ دینے والے مسلمانوں کی ایک مٹھی بھر جماعت فقط چند برس آزاد رہ سکے گی لیکن باقی لاکھوں مسلمان جن کی آزادی چھن چکی ہے دشمن کے انتقام کی آگ میں بھسم ہو جائیں گے ممکن ہے کہ امن قائم ہو جانے کے بعد وہ پھر کبھی اُٹھ کھڑے ہوں اور قدرت ان کی راہنمائی کے لئے کسی بہتر انسان کو بھیج دے۔ بہر حال اپنے متعلق مجھے یقین ہو چکا تھا کہ میں اگر اس انتشار کی حالت میں انہیں لڑاتا رہا تو اُن کی تباہی کے دن قریب تر آتے جائیں گے تو اُن کے پاس بھی میری طرح ندامت کے آنسوؤں کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔

یہاں تک کہ الزغل نے بدر بن مغیرہ کی طرف دیکھا۔ وہ خاموش تھا۔ تھوڑی

دیر سوچنے کے بعد الزغل نے کہا لیکن کہیں یہ نہ سمجھئے کہ میں آپ سے اور آپ کے جانبازوں سے مایوس ہو چکا ہوں ۔آپ غرناطہ اور اندلس کے مسلمانوں کی آخری امید ہیں ۔ مجھے یقین ہے کہ کسی دن یہ وادی ہماری قوم کا آخری قلعہ ہو گی لیکن اس وقت یہ ضروری ہے کہ آپ کو تیاری کو موقع دینے کے لئے نصرانیوں کے سیلاب کو اس وادی سے دور رکھا جائے اور اس مقصد کے لئے میں ۔۔۔۔۔

الزغل یہاں تک کہہ کر خاموش ہو گیا۔

بدر نے کہا ہاں ہاں کہئے آپ خاموش کیوں ہو گئے؟

الزغل نے جھجکتے ہوئے کہا۔ میں فرڈی نیڈ کو یقین دلا چکا ہوں کہ آپ کو صرف میں نے میدان میں گھسیٹا تھا ۔اب اگر وہ آپ کے اس علاقے کی آزادی تسلیم کر لے تو آپ غرناطہ کے لوگوں کے ساتھ کوئی سروکار نہیں رکھیں گے ۔

بدر نے پوچھا آپ نے اُسے یہ تو نہیں بتایا کہ میں زندہ ہوں۔

نہیں میں نے اُسے یقین دلا دیا تھا کہ آپ کا جانشین میری ہدایات پر عمل کرے گا۔

تو آپ ہمارے پاس فرڈی نیڈ کی دوستی کا پیغام لے کر آئے ہیں ۔

خدا کے لئے اس بارے میں آپ میری نیت کے متعلق کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں ۔میرا مقصد صرف یہ ہے کہ آپ کو تیاری کا موقع دیا جائے ۔ میں آپ کے پاس فرڈی نیڈ کا خط لے کر آیا ہوں ۔

الزغل نے یہ کہتے ہوئے اپنی قبا کی جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک کاغذ نکال کر بدر بن مغیرہ کو پیش کیا۔

بدر بن مغیرہ نے کاغذ بشیر کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا تم پڑھو۔بشیر نے گھٹی

ہوئی آواز میں فرڈی نیڈ کا مکتوب پڑھنا شروع کیا۔

سلطان الزغل کی سفارش پر ہم منصور بن احمد اور اس کے ساتھیوں کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتے ہیں ایک طویل جنگ کے بعد ہم اندلس کے عوام کی فلاح کے لئے عیسائیوں اور مسلمانوں میں صلح اور امن کی ضرورت محسوس کرتے ہیں اور ہم یہ امید کرتے ہیں کہ ہمارا ایک بہادر دشمن ہماری طرف سے ایک فیاضانہ پیش کش کے بعد قیام امن کے لئے ہمارا ساتھ دے گا۔ سمجھوتہ کے لئے ہماری پیش کش یہ ہے۔

(۱) کوہ تدمیر اور جبل الشلیر کے درمیان وہ علاقہ جسے عقاب کی وادی کے نام سے پکارا جاتا ہے آزاد اور خودمختار ہوگا اور اس علاقے کے باشندوں کو یہ حق ہوگا کہ وہ منصور بن احمد یا جسے وہ چاہیں اپنا حکمران بنالیں۔

(۲) بیرونی حملے کی مدافعت کے لئے ہم اس علاقے کے حکمران کی مدد کریں گے۔

اس انتہائی فیاضانہ پیش کش کے بعد ہم صرف یہ مطالبہ کرتے ہیں۔

ہماری شمالی اور مشرقی سرحدات کے وہ قلعے

جن پر اب تک منصور بن احمد کا قبضہ ہے ہمیں واپس
کردئے جائیں اور آئندہ کے لئے ہمیں اس بات
کا یقین دلایا جائے کہ منصور بن احمد یا اس کے
جانشین ہماری سلطنت کی سرحدوں پر حملے نہیں
کریں گے۔ اس کے علاوہ وہ غرناطہ اور اندلس کی
سلطنتوں کے معاملات میں جن کے حکمران اب
ہمارے حلیف بن چکے ہیں مداخلت نہیں کریں
گے اور ہمارے خلاف کسی باغی کو مدد نہیں دیں گے
خواہ وہ عیسائی ہو یا مسلمان۔

فرڈی نیڈ کا مکتوب ختم کرنے کے بعد بشیر نے بدر کی طرف دیکھا اور باقی تمام کی نگاہیں اس کے چہرے پر مرکوز ہو گئیں۔ بدر بن مغیرہ نے گردن اٹھا کر اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور کہا منصور! تم اس کے متعلق کچھ کہنا چاہتے ہو؟“

منصور نے بشیر کی طرف دیکھا اور پھر بدر کی طرف متوجہ ہو کر جواب دیا۔ اگر آپ کا مطلب یہ ہے کہ میں مسلمانان اندلس کی امیدوں کے جنازے کو کندھا دینے کے لئے تیار ہوں یا نہیں تو میرا جواب نفی میں ہے۔

بدر نے کہا اور بشیر تم؟

بشیر نے جواب دیا۔ اگر مجھے اس بات کا یقین بھی ہو جائے کہ میری قوم کا سفینہ ڈوب رہا ہے تو بھی اُسے چھوڑ کر تنکوں کا سہارا لینا گوارا نہیں کروں گا۔

بدر بن مغیرہ نے الزغل کی طرف دیکھا اور کہا فرڈی نیڈ کو یقین ہے کہ ہم تھک چکے ہیں اور ہم پر نیند کا غلبہ ہو رہا ہے۔ ہمارا گلا گھونٹنے سے پہلے وہ ہمیں سُلانا

ضروری سمجھتا ہے اور ہمیں لوریاں دینے کے لئے اُس نے اُس شخص کو منتخب کیا ہے جس نے غرناطہ کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر خوابِ غفلت سے جگایا تھا۔ اُس کی فیاضانہ پیش کش ایک خواب آور دوا ہے اور اس دوا کو ہماری حلق میں اتارنے کے لئے اس نے اس شخص کے ہاتھ منتخب کئے ہیں جو کل تک غرناطہ کا بازوئے شمشیر زن تھا۔ آج غرناطہ کی آخری امید ہمیں مایوسی کے گڑھے کی طرف دھکیل رہی ہے۔ ہمارے بزرگ، ہمارے محسن اور ہمارے راہنما کی نگاہ میں ہماری جانیں بہت قیمتی ہیں۔ اس لئے آپ ہمیں یہ مشورہ دینے کے لئے آئے ہیں کہ ہمیں ذلیل رہ کر بھی زندگی کا ساتھ نہیں چھوڑنا چاہیے۔

سلطان الزغل! آپ کہتے ہیں کہ دشمن کے ساتھ مصالحت کر کے ہمیں تیاری کا موقع مل جائے گا۔ لیکن آپ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ دشمن ہم پر آخری ضرب لگانے کی خود تیاری کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔ عمل کی دنیا میں طاقتور اور کمزور کے معاہدوں کے کوئی معنی نہیں۔ ایسے معاہدے کمزور کو پابند سلاسل بنا دیتے ہیں اور طاقتور کو اپنی تلوار تیز کرنے کا موقع دیتے ہیں۔

اگر ہم طاقتور ہیں تو دشمن کی بری خواہشات کے باوجود بھی زندہ رہ سکتے ہیں اور اگر ہم کمزور ہیں تو دشمن کی طرف سے نیک خواہشات کا اظہار ہماری بقا کے لئے کافی نہیں۔ ہماری عزت، ہماری آزادی اور ہماری بقا کی ضامن فقط ہماری تلوار ہے اور ہماری تلوار ہماری فتح یا موت سے پہلے نیام میں نہیں جائے گی۔ کیا ہم اس دشمن کا اعتبار کریں جس نے ماقلہ کی فتح کے بعد مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ ساحل کا علاقہ خالی کر دیں۔ کیا آپ ہمیں اس شخص کی تحریر پر اعتبار کرنے کا مشورہ دیتے ہیں جس کے ہاتھ ہماری قوم کے بچوں اور عورتوں کے خون سے رنگے ہوئے ہیں۔ میں

پوچھتا ہوں کہ جب مالقہ کی گلیوں مسلمان لڑکیوں کی عصمت دری ہورہی تھی تو وہ فیاض اوررحم دل حکمران کہاں سورہا تھا؟ اگر آپ خودفریبی میں مبتلا ہو چکے ہیں تو خدا کے لئے ہمیں خودفریبی میں مبتلا نہ کیجئے۔آپ کو اس بات کی پریشانی ہے کہ ہماری قربانیاں بے مقصد ثابت ہونگی لیکن میں آپ کو بتاتا ہوں کہ قربانی بذاتِ خود ایک مقصد ہے۔اگر ہمارے مقصد میں عزت کی زندگی نہیں تو عزت کی موت کا راستہ بند نہیں ہوا۔

بدر بن مغیرہ جوش کی حالت میں کرسی سے اُٹھ کر کھڑا ہوگیا۔کسی قوم کی رگوں کا خون بہنے سے ختم نہیں ہوتا۔یہ صرف اس صورت میں خشک ہوتا ہے جب وہ ذلت کی زندگی قبول کرلیتی ہے۔فرڈی نیڈ سے کہہ دیجئے کہ ہم اپنی آزادی کی قیمت ادا کرنا جانتے ہیں۔اب تک فرڈی نیڈ کی فتوحات کے سیلاب نے فقط ریت کے بند توڑے ہیں لیکن اس وادی کا رُخ کرنے کے بعد اسے چٹانوں سے واسطہ پڑے گا جو گذشتہ صدیوں میں کئی طوفانوں کا مقابلہ کرچکی ہیں۔میں جانتا ہوں کہ آپ کو ہماری ہمدردی کا جذبہ یہاں تک کھینچ لایا ہے۔آپ یہ نہیں چاہتے کہ ہم اس راستے پر بڑھتے چلے جائیں جس میں کانٹوں کے سوا کچھ نہیں لیکن یہ پاؤں ان کانٹوں کے عادی ہو چکے ہیں۔یہ جسم پھولوں کی سیجوں سے آشنا نہیں۔اگر آپ کو اس بات کا افسوس ہے کہ آپ کی راہنمائی میں ہماری قربانیاں رائیگاں گئیں تو ہمیں بھی اس بات کا افسوس ہے کہ وہ شخص جو الحمراء میں سنگ مرمر کے مکانوں میں اور مخملیں بستروں پر سونے کا عادی تھا۔بڑھاپے کے ایام میں ہمارے ساتھ جنگ کی صعوبتیں جھیلتا رہا۔ابوعبداللہ کو غرناطہ کا تخت اور آپ کو اندلس کی سلطنت مبارک ہو۔آپ ہماری فکر نہ کریں۔ہم نے تلواروں کے سائے میں آنکھ کھولی ہے اور تیروں

کی بارش میں سو جائیں گے۔

وہ آنسو جنہیں الزغل روکنے کی کوشش کر رہا تھا بے اختیار اُبل پڑے۔اس کے کانپتے ہوئے ہونٹوں سے درد میں ڈوبی ہوئی آواز نکلی۔بدر! بدر! بدر!! اپنے گرے ہوئے رفیق کو غیر ضروری ٹھوکریں نہ لگاؤ تم مجھے اس شرم و خجالت کی زمین میں دوبارہ نہیں دیکھو گے۔میں افریقا جا رہا ہوں۔آپ کو مجھ جیسے کمزور انسان کی ضرورت نہیں اور باقی قوم عبداللہ پر قناعت کر چکی ہے۔اندلس میں اگر مسلمانوں کا کوئی مستقبل ہے تو اس کے امین آپ ہیں۔اندلس کے وہ لوگ جو آپ کے نقش قدم چلنا چاہتے ہیں آپ کے پاس پہنچ جائیں گے۔میرے پاس کچھ سونا اور جواہرات ہیں۔میں قوم کی امانت آپ کے پاس بھیج دوں گا۔رخصت ہونے سے پہلے میں یہ کہوں گا کہ آپ کو میرے آنسوؤں سے غلط فہمی نہ ہو۔یہ ندامت کے آنسو تھے اور ابو محسن تمہارا مقام بھی یہ وادی ہے۔

الزغل یہاں تک کہہ کر اُٹھ کھڑا ہو۔اب میں جانا چاہتا ہوں۔

بدر نے کہا۔آپ تھکے ہوئے ہیں کل تک آرام کیجئے۔

نہیں میں آج ہی جانا چاہتا ہوں

شام کے وقت بدر اور اس کے چند ساتھی ایک ندی کے پل پر الزغل کو ”خدا حافظ کہہ رہے تھے“۔

طریف بن مالک

(۱)

ابو عبداللہ کو جب اپنے چچا کے متعلق یہ اطلاع ملی کہ وہ انڈرکس چھوڑ کر افریقا چلا گیا ہے تو اس نے فرڈی نیڈ کو مالقہ میں مبارکباد کا پیغام بھیجا اور غرناطہ میں جشن منانے کا حکم دیا۔

رات کے وقت الحمراء کے در و دیوار ریلوں کی روشنی میں جگمگا رہے تھے۔ محل کے ایک کشادہ کمرے میں ابو عبداللہ کی طرف سے اپنے وفادار سرداروں اور ارکان سلطنت کی دعوت کا اہتمام تھا۔ طعام کے بعد ناچ اور راگ شروع ہوا۔ شراب کے دور چلے اور جب یہ محفل اپنے شباب پر تھی تو ابو عبداللہ شراب کے نشے میں جھومتا ہوا اٹھا اور بولا تم میں سے بعض یہ کہا کرتے تھے کہ میں بدنصیب ہوں۔ آج سے مجھے کوئی بدنصیب نہ کہے۔ میں غرناطہ کا بادشاہ ہوں۔ فرڈی نیڈ کے وعدے سچے ہیں۔ مجھے غرناطہ کے تمام علاقے واپس مل جائیں گے۔ تم خاموش کیوں ہو گئے؟ ہنسو، گاؤ اور شراب جی بھر کر پیو۔ میں تمہارے لئے الحمراء کے محل میں شراب کی ایک نہر بنواؤں گا۔ البکسرا کے باغات کے تمام انگوروں سے شراب بنائی جائے گی۔ ہم نے اہل شہر کو بھی جشن منانے کا حکم دیا تھا۔ لیکن ہم نے سُنا ہے کہ بعض شرپسندوں نے گلیوں اور بازاروں کے چراغ بجھا دئے ہیں۔ یہ اُن لوگوں کی وجہ سے ہو رہا ہے جو باہر سے آ کر غرناطہ میں یہ مشہور کر رہے ہیں کہ عیسائیوں نے اُن پر بہت مظالم کئے ہیں۔ میں کہتا ہوں یہ جھوٹ ہے۔ آئندہ ایسے لوگوں کو شہر میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ فرڈی نیڈ اعظم کے خلاف کوئی نعرہ برداشت نہیں کیا جائے گا۔ وہ ہمارا محسن ہے۔ آج الحمراء میں جو کچھ تم دیکھ رہے ہو وہ سب اُسی کی بدولت

ہے''۔

لیکن شہر کی حالت الحمراء سے بہت مختلف تھی۔شام کے وقت سرکاری حکم سے شہر کے کوچوں اور گلیوں میں جو چراغ جلائے گئے تھے وہ ابو عبداللہ کے خلاف مظاہرہ کرنے والوں نے زبردستی بجھا دئے تھے۔مظاہرین رات بھر گلیوں، کوچوں اور چوراہوں میں جمع ہو کر غدارانِ قوم کے خلاف نعرے لگاتے رہے۔شہر میں ابو عبداللہ کے جن حامیوں نے اپنے گھروں میں چراغاں کیا اُن کے مکانوں پر خشت باری کی گئی۔علماء کا ایک باا ثر گروہ مظاہرین کے ساتھ تھا اور جن نام نہاد علماء نے اپنی مسجدوں میں جلسے کر کے ابو عبداللہ کی درازی عمر کے لئے دعائیں مانگیں انہیں نوجوان طلباء نے مساجد کے باہر گھسیٹ کر بھی زدوکوب کرنے سے دریغ نہ کیا۔ مردوں کی طرح خواتین کا ایک جلوس بھی رات بھر شہر میں چکر لگاتا رہا اور اس جلوس میں غرناطہ کی خواتین کے علاوہ پناہ گزین عورتیں بھی شریک تھیں جن کے آنسو اہل غرناطہ کے مالقہ اور ریغہ میں عیسائیوں کے مظالم کی داستانیں سُنا چکے تھے۔

ابو عبداللہ نے تین دن جشن منایا۔تین دن الحمراء کی دیواریں حکومت کے عشرت پسند اہل کاروں کے قہقہوں اور رعایا کی آہوں کے درمیان حدِ فاصل کا کام دیتی رہیں۔تین دن الحمراء میں ارغوانی شراب کے جام چھلکتے اور غرناطہ کے عوام کے آنکھوں سے خون کے آنسو بہتے رہے اور چوتھے دن ابو عبداللہ فرڈی نیڈ کا یہ مکتوب پڑھ رہا تھا۔

''ہمیں معلوم ہوا کہ غرناطہ میں ہماری رعایا تم سے خوش نہیں اور شہر میں ہمارے باغی جمع ہو رہے ہیں۔ہم مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان آئندہ کسی جنگ کے امکانات ختم کرنے کے لئے یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ تم غرناطہ ہمارے

حوالے کر دو۔اس خط کے جواب میں ہم صرف یہ سننا چاہتے ہیں کہ ہماری فوج کے لئے غرناطہ کے دروازے بند نہیں کئے جائیں گے ۔بصورت دیگر ہم قوت کے استعمال پر مجبور ہوں گے ۔غرناطہ پہنچ کر ہم تمہارے مستقبل کے متعلق کوئی فیصلہ کریں گے ۔اگر تمہیں ہماری طرف سے فیاضانہ برتاؤ کی خواہش ہے تو غیر مشروط اطاعت ضروری ہے"

ابو عبداللہ کی طرح ارکان سلطنت کی آنکھوں سے شراب کا خمار اُتر چکا تھا۔ سب پھٹی پھٹی آنکھوں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے ۔الحمراء کے درو دیوار پر مایوسی کی گھٹائیں چھارہی تھیں۔

ابو عبداللہ نے فرڈی نیڈ کے ایلچی کی طرف دیکھا اور نحیف آواز میں کہا۔ دو دن تک شہنشاہ فرڈنیڈ کو ہماری طرف سے جواب مل جائے گا۔

ابو عبداللہ کا نیا وزیر طریف بن مالک بربری قبائل کا سب سے بڑا سردار تھا۔ اُس نے اٹھ کر جواب دیا۔فرڈی نیڈ کو یقیناً ہمارے متعلق کوئی غلط فہمی ہوئی ہے اور ہمیں یقین ہے کہ غلط فہمی دور ہو جائے گی ۔اگر آپ کا مشورہ ہو تو میں خود اُس کے پاس جانے کے لئے تیار ہوں ۔

دوسرے سردار نے اٹھ کر کہا۔فرڈی نیڈ نے ہمارے لئے صرف دو ہی راستے چھوڑے ہیں ۔ایک یہ کہ ہم اس کے حکم کی تعمیل کریں اور اپنے گھروں میں ان وحشیوں کا استقبال کرنے کے لئے تیار ہو جائیں جن کا اولین مقصد ہماری بہو بیٹیوں کے بے حرمتی کرنا ہے ۔دوسرا یہ کہ ہم ایک باعزت موت کے لئے تیار ہو جائیں۔

ایک اور سردار نے اُٹھ کر کہا۔جنگ ہمارے لئے موت کے مترادف ہے۔

ابوعبداللہ کو اچانک خیال آیا اور اس نے قدرے پر امید ہو کر کہا۔ ”طریف! تم ابو داؤد کے پاس جاؤ۔ اس وقت اس کے سوا ہمیں کوئی صحیح راستہ نہیں بتا سکتا۔ اگر فرڈی نیڈ کو ہمارے متعلق کوئی غلط فہمی ہو گئی ہے تو وہ یقیناً دور کر سکے گا۔ فرڈی نیڈ اُسے لوشہ کا حاکم بنا چکا ہے۔ تم فوراً اُس کے پاس پہنچ جاؤ۔

تھوڑی دیر بعد طریف لوشہ کا رُخ کر چکا تھا۔

(۲)

ابو داؤد نے طریف بن مالک کو دیکھتے ہی پہچان لیا لیکن طریف کی توقع کے خلاف اس نے کسی گرم جوشی سے خیر مقدم کرنے کی بجائے اُسے اپنی کرسی سے اُٹھ کر مصافحہ تک بھی نہ کیا فقط اپنے سامنے خالی کرسی کی طرف اشارہ کر دیا۔

طریف نے کرسی پر بیٹھ کر جھجکتے ہوئے کہا۔ مجھے ابوعبداللہ نے آپ کے پاس بھیجا ہے۔

ابو داؤد نے جواب دیا۔ مجھے معلوم ہے آپ مجھ سے مشورہ لینے آئے ہیں۔

تو۔۔۔ تو آپ کو معلوم ہے کہ فرڈی نیڈ نے ہمارے ساتھ عہد شکنی کی ہے۔

ابو داؤد نے جواب دیا۔ میں ایک گورنر کی حیثیت میں اپنے بادشاہ کے خلاف کوئی بات سننے کے لئے تیار نہیں اور میں ابوعبداللہ کو بھی یہ مشورہ نہیں دے سکتا کہ وہ اپنے شہنشاہ کے حکم سے سرتابی کرے۔

لیکن میں یہ سمجھ کر آیا ہوں کہ آپ ایک مسلمان ہیں۔ آپ غرناطہ کے خیر خواہ ہیں اور لوشہ کے گورنر ہونے کی حیثیت میں بھی آپ کو غرناطہ کی حکومت کے ایک رکن ہیں۔ یہ شہر ہمارا ہے میں آپ سے پوچھنے آیا ہوں کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔

ابو داؤد نے جواب دیا۔ طاقتور کے سامنے کمزور کی اطاعت ہمیشہ غیر مشروط

ہوتی ہے ابو عبداللہ کو میرا یہی مشورہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو فرڈی نیڈ کے رحم و کرم پر چھوڑ دے''۔

لیکن آپ نے میرے سامنے ابو عبداللہ کو کئی بار یقین دلایا تھا کہ فرڈی نیڈ ہمارے ساتھ دھوکا نہیں کرے گا۔ وہ ہمارا خیر خواہ ہے۔ اُسے اپنی سلطنت وسیع کرنے کا لالچ نہیں۔ وہ الزغل کو شکست دینے کے بعد غرناطہ کی تمام سلطنت ابو عبداللہ کے حوالے کر دے گا۔ اب وہ وعدے کیا ہوئے۔ افسوس آپ لوشہ کی گورنری کے شوق میں یہ بھول گئے کہ آپ مسلمان قوم کے ایک فرد ہیں اور اگر غرناطہ میں عیسائی فوجیں داخل ہو گئیں تو ہمارا انجام مالقہ کے لوگوں سے بھی بُرا ہو گا۔

ابو داؤد نے پھر اُسی لاپروائی سے جواب دیا۔ میں نے ابو عبداللہ اور فرڈی نیڈ کے درمیان ایک ایلچی کے فرائض انجام دیئے تھے۔

نہیں۔ آپ نے ابو عبداللہ کو فرڈی نیڈ کے جھوٹے وعدوں پر اعتماد کرنے کی ترغیب دی تھی۔

ابو داؤد نے جواب دیا۔ کیا ابو عبداللہ کی طرح میں بھی غلطی نہیں کر سکتا۔ کیا اس وقت آپ سب میرے ہمنوا نہ تھے۔؟ اگر آپ تباہی سے بچنا چاہتے ہیں تو کیا ضروری نہیں کہ ابو عبداللہ کی جگہ کوئی زیادہ دور اندیش آدمی اہل غرناطہ کی قیادت سنبھال لے؟ نصرانیوں کے انتقام سے بچنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ آپ کا کوئی راہنما اُنہیں غرناطہ کے لوگوں کی طرف سے کامل وفاداری کا یقین دلائے۔

طریف نے کہا۔ اگر آپ غرناطہ کے لوگ راہنمائی کے لئے بلائیں تو آپ اس خدمت کے لئے تیار ہوں گے؟

جب میں یہ محسوس کروں گا کہ میں اُن کی کوئی خدمت کر سکتا ہوں تو میں بن

بلائے بھی چلا آؤں گا۔

لیکن میں نے سنا ہے کہ آپ کے زیر سایہ لوشہ کے مسلمان بھی اپنے آپ کو زندگی کی بجائے موت سے زیادہ قریب محسوس کرتے ہیں۔

اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ انہوں نے ابھی تک خلوص دل سے مجھے اپنا راہنما تسلیم نہیں کیا اور میں پوری تسلی کے ساتھ اُن کی طرف سے فرڈی نیڈ کے ساتھ کوئی بات نہیں کر سکتا۔

طریف نے اٹھ کر کہا۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک غرناطہ کے تمام شہروں کے مسلمان متفق ہر کر فرڈی نیڈ کے کسی ادنیٰ جاسوس کو اپنا قائد نہیں بنا لیتے اس وقت تک اُن کی نجات ممکن نہیں۔

طریف کی توقع کے خلاف ابوداؤد نے اطمینان سے جواب دیا۔ ایسے موقعوں پر جذباتی باتوں سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ میں فرڈی نیڈ کا جاسوس سہی لیکن تم نے بھی اس کی خدمت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ اپنے دل کو ٹٹول کر دیکھو۔ کیا تم یہ محسوس نہیں کرتے کہ تم ابوعبداللہ کی جگہ ہوتے تو اہل غرناطہ کے لئے بہتر ہوتا۔

نہیں میں ابوعبداللہ کے ساتھ غداری نہیں کر سکتا۔

بہت اچھا یونہی سہی لیکن اس کی وجہ یہ نہیں کہ آپ ابوعبداللہ کو غرناطہ کا بہترین راہنما سمجھتے ہیں۔ بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ وزیراعظم کے منصب تک پہنچے کے لئے ایسے آدمی کو سلطان بنانا ضروری سمجھتے تھے۔ اگر آپ کو یہ اطمینان ہوتا کہ آپ ابوالحسن اور الزغل جیسے حکمرانوں کی موجودگی میں بھی اس منصب تک پہنچ سکتے ہیں تو آپ ان کے ساتھ غداری نہ کرتے اور اپنے دعویٰ کے ثبوت کے لئے میں صرف یہ کہنا کافی سمجھتا ہوں کہ موسیٰ جیسے آدمی کو آپ نے صرف اس لئے قتل کروایا کہ اس کی

موجودگی میں آپ کسی معمولی عہدے تک پہنچنا بھی محال تھا اور نہ یہ کون نہیں جانتا کہ وہ غرناطہ کا بہترین راہنما بن سکتا تھا۔ میرے دوست ہم دونوں کے سامنے اپنے اپنے مقاصد تھے۔ تم اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے ابو عبداللہ کے آلہ کار بنے اور میں اپنے مقصد کے لئے فرڈی نیڈ کا آلہ کار بنا اور اب بھی آپ کو اہل غرناطہ کی تباہی کا خطرہ نہیں، آپ کو صرف اس بات کا اندیشہ ہے کہ اگر ابو عبداللہ کا تخت چھن گیا تو آپ کی وزارت کی کرسی بھی چھن جائے گی۔

طریف نے کھسیانا ہو کر کہا۔ تم شیطان ہو۔

ابو داؤد کے چہرے پر پہلی بار مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ ایک چھوٹا شیطان بڑے شیطان کی عظمت کی اعتراف کر رہا ہے۔ اور پھر اُسے سنجیدہ ہو کر کہا۔ طریف تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ تمہاری منزل مقصود غرناطہ کی وزارت ہے لیکن اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ اس کے لئے ابو عبداللہ کا بادشاہ رہنا ضروری ہے تو یہ تمہاری غلطی ہے۔ ابھی مجھے یہ معلوم نہیں کہ فرڈی نیڈ نے غرناطہ کی مسند کے لئے کس کو منتخب کیا ہے لیکن وقت آنے پر میں اُسے بتاسکوں گا کہ وزارت کے عہدے کے لئے تم سے زیادہ موزوں کوئی نہیں۔ تم ڈوبتی ہوئی کشتی کا سہارا لینے کی بجائے اس ملاح کا سہارا کیوں نہیں لیتے جس کے اشاروں پر ایسی کشتیاں ڈوبتی اور تیرتی رہیں گی۔ تم جانتے ہو کہ اب کسی شخص کے لئے غرناطہ کا بادشاہ یا وزیر بننے کے لئے فرڈی نیڈ کی رضامندی کی ضرورت ہے۔ اگر تم چاہو تو وزارت کے لئے اس کی رضامندی حاصل کرنا مشکل نہیں۔ میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ جو شخص موسیٰ کے قتل پر نادم نہیں ابو عبداللہ جیسے احمق کو فرڈی نیڈ کے حوالے کر دینے پر کیوں پشیمان ہو گا۔

طریف نے کہا جب میں غدار تھا تو مجھے اس بات کا احساس نہ تھا کہ نصرانی

اس قدر بد عہد اور سفاک ہیں ۔ اب اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ مالقہ میں انہوں نے میری قوم کے ساتھ جو سلوک کیا ہے میں اسے فراموش نہیں کر سکتا ہوں تو یہ غلط ہے۔

تم پھر جذبات میں آ گئے ۔ مالقہ میں الغریزی اگر فوراً ہتھیار ڈال دیتا تو عیسائی مسلمانوں کے ساتھ یہ سلوک نہ کرتے۔

طریف نے کہا۔اچھا اب میں جاتا ہوں۔

ابو داؤد نے اُٹھ کر مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔خدا حافظ ۔

لیکن اچانک طریف کے دل میں کوئی خیال آیا اور اس کا ہاتھ ابو داؤد کے ہاتھ کی طرف بڑھتے بڑھتے رک گیا ۔ اس نے کہا۔نہیں آج سے شاید ہمارے راستے مختلف ہوں۔

ابو داؤد نے اطمینان کے ساتھ اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔تمہاری مرضی ۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ تم ایک لمبا چکر کاٹنے کے بعد مجھ سے آملو گے ۔ اگر تم اپنے آپ کو دھوکا نہیں دینا چاہتے تو تمہارے لئے ابو عبداللہ کے پاس جانے کی بجائے فرڈی نیڈ کے پاس جانا بہتر ہوگا۔

طریف دروازے کے قریب پہنچ کر رکا اور مڑ کا ایک ثانیہ کے لئے ابو داؤد کی طرف دیکھنے کے بعد باہر نکل گیا۔

ابو داؤد نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد تالی بجائی ۔ ایک نوکر کمرے میں داخل ہوا اور ادب سے سر جھکا کر اس کے حکم کا انتظار کرنے لگا ۔ ابو داؤد نے کہا۔تم کوتوال کے پاس جاؤ اور اُسے کہا کہ مجھے فوراً چار مستعد، سمجھ دار اور دلیر آدمیوں کی ضرورت ہے۔

نوکر چلا گیا اور ابو داؤد قلم اٹھا کر لکھنے میں مصروف ہو گیا۔تھوڑی دیر بعد چار

نصرانی جولباس سے فوجی افسر معلوم ہوتے تھے۔اس کے کمرے میں داخل ہوئے۔ ابو داؤد اپنی تحریر پر نظر ثانی کرنے کے بعد اُن کی طرف متوجہ ہوا۔غرناطہ کا ایلچی ہمارے مہمان خانے میں ٹھہرا ہوا ہے اور اب کوچ کی تیاری کر رہا ہوگا۔تم اُس کا اُس وقت تک پیچھا کرنا جب تک تمہیں ی معلوم نہ ہو جائے کہ اُس کا رُخ غرناطہ کی طرف ہے۔یا مالقہ کی طرف۔اگر وہ مالقہ کا رُخ کرے تو یہ سمجھ لو کہ ہمارے شہنشاہ کا دوست ہے۔اس صورت میں تم میں سے صرف ایک آدمی کو شہنشاہِ معظم کی خدمت میں میرا مکتوب پہنچانے کے لئے مالقہ جانا پڑے گا اور اگر وہ غرناطہ کا رخ کرے تو یہ سمجھ لینا کہ ہماری سلطنت کے لئے اس کا وجود خطرناک ہے۔اس صورت میں تمہارا فرض ہوگا کہ تم اپنی جان پر کھیل کر بھی اسے غرناطہ جانے سے روکو۔اُس کے ساتھ صرف پانچ آدمی ہیں۔تم دو تین اچھے تیر انداز اپنے ساتھ لیتے جاؤ۔میں یہ چاہتا ہوں کہ اس کے ساتھی اس وقت باخبر ہوں جب تیر اُس کے سینے میں پیوست ہو چکا ہو۔اگر کوئی مجبوری نہ ہو تو اس کے باقی ساتھیوں پر حملہ نہ کیا جائے۔اس کے بعد تم میں سے ایک آدمی مالقہ پہنچ جائے اور شہنشاہ کی خدمت میں میرا خط پیش کرنے کے علاوہ باقی واقعات زبانی عرض کردے۔اب جاؤ اگر طریف روانہ ہو چکا ہے تو بھی وہ زیادہ دور نہیں گیا ہوگا۔

(۳)

لوشہ سے نکلنے کے بعد طریف نے کئی کوس تک اپنے ساتھیوں میں سے کسی کے ساتھ بات نہ کی۔رات کے وقت اس نے راستے کی ایک چھوٹی سی سرائے میں قیام کیا۔سرائے کا مالک ایک مراکشی مسلمان تھا۔طریف نے گھوڑے سے اُترتے ہی کہا۔ہم سے زیادہ ہمارے گھوڑوں کی خوراک اور آرام کی ضرورت ہے۔ہم پچھلے

پھر یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔

سرائے کے مالک نے کہا۔ آپ معزز آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ سرائے کے بہترین کمرے میں نصرانی فوج کے دو افسر ٹھہرے ہوئے ہیں۔ اگر آپ کو اعتراض نہ تو آپ کے لئے میں اپنے گھر کا ایک کمرہ خالی کر سکتا ہوں۔ آپ کے نوکروں کو سرائے میں جگہ مل جائے گی۔

طریف نے جواب دیا۔ میں صرف سونا چاہتا ہوں۔

سرائے کے مالک نے کہا۔ مجھے یہ ڈر ہے کہ سرائے میں آپ آرام کی نیند نہیں سو سکیں گے۔ وہ فوجی تھوڑی دیر میں بستی کے ایک عیسائی کے گھر سے شراب پی کر آ جائیں گے۔ اور رات بھر نہ خود سوئیں گے اور نہ کسی کو سونے دیں گے۔ میرے گھر اور اس سرائے کے درمیان صرف ایک دیوار حائل ہے۔ شور تو آپ کو وہاں بھی سنائی دے گا لیکن وہ رات کے وقت شراب کے نشے میں آپ کا دروازہ نہیں توڑیں گے۔

طریف نے کہا۔ بہت اچھا میں تمہارا مہمان ہوں۔

کھانا کھانے کے بعد طریف بستر پر لیٹنے کا ارادہ کر رہا تھا کہ اُسے سرائے کی طرف سے شور سنائی دیا۔ غور سے سننے کے بعد اُسے کسی عورت کی چیخیں سنائی دیں۔ اس نے سرائے کے مالک کو آواز دی۔ سرائے کا مالک برابر کے کمرے سے نکل کر اس کمرے میں داخل ہوا اور اس نے طریف کے سوال کا انتظار کئے بغیر کہا۔ معلوم ہوتا ہے کہ آج وہ پھر کوئی شکار پکڑ لائے ہیں

تمہارا مطلب ہے کہ وہ زبردستی لوگوں کی لڑکیاں اُٹھا لاتے ہیں۔

سرائے کے مالک نے جواب دیا۔ ہاں ایک فاتح قوم اپنے غلاموں سے اس قسم کے حقوق منوا لیا کرتی ہے۔

اور وہ لوگ مزاحمت نہیں کرتے۔

اس بستی میں مسلمانوں کی آبادی بہت تھوڑی ہے اور ہر ایک اپنا گھر بچانے کی فکر میں دوسرے کا گھر جلتا دیکھ کر خاموش رہتا ہے۔

کیا ان کی غیرت جواب دے چکی ہے؟

معلوم ہوتا ہے کہ آپ کسی اور ملک سے آئے ہیں۔ جس قوم کا سلطان بزدل ہو اور امراء غدار ہوں اس کے لئے غیرت کے الفاظ کوئی معنی نہیں رکھتے۔

طریف نے اپنی تلوار اٹھاتے ہوئے کہا۔ میرے دوست! میں ایک مدت سے بھٹک رہا تھا۔ آج تم نے مجھے راستہ دکھایا ہے۔

طریف بھاگتا ہوا مکان سے باہر نکل کر سرائے میں داخل ہوا۔ عورت کی چیخیں اُوپر کی منزل کے کمرے سے آ رہی تھیں۔ طریف کے ساتھ شش و پنج کی حالت میں برآمدے میں کھڑے تھے۔

بُزدلو! کیا سوچتے ہو! طریف یہ کہہ کر بھاگتا ہوا سیڑھیوں پر چڑھا۔ گیلری کے آخری سرے پر کمرے کا دروازہ تھا لیکن ایک دریچہ کھلا تھا جس سے روشنی باہر آ رہی تھی۔ مجھ پر رحم کرو۔۔۔ مجھے چھوڑو۔۔۔ مجھے جانے دو۔

طریف نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا اور وہ ایک دلخراش منظر کی تاب نہ لا سکا۔ اس نے پوری قوت کے ساتھ دھکا دے کر دروازہ توڑ دیا۔ شراب کے نشے میں مدہوش سپاہی عورت کو چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ لیکن پلک جھپکنے کی دیر میں طریف کی تلوار ایک کی گردن اُڑانے کے بعد دوسرے کے پیٹ سے آر پار ہو چکی تھی۔ دہشت زدہ لڑکی ایک لمحہ کے لئے بے حس و حرکت زمین پر پڑی رہی۔ پھر اُس نے اپنے عریاں جسم کی طرف دیکھا اور اُٹھ کر چیخیں مارتی ہوئی کمرے سے

باہر نکل گئی۔اتنی دیر میں طریف کے ساتھی تلواریں لے کر اُوپر چڑھ رہے تھے۔لڑکی نے اُنہیں دیکھتے ہی ایک جگر دوز چیخ کے ساتھ گیلری سے نیچے چھلانگ لگا دی۔ طریف بھاگتا ہوا نیچے اُترا۔سرائے کا مالک نیچے کھڑا تھا۔طریف نے قباء اُتار کر لڑکی کے عریاں جسم پر ڈال دی۔سرائے کے مالک نے جھک کر اس کی نبض پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔یہ زندگی کی قید سے آزاد ہو چکی ہے۔

طریف نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔گھوڑوں پر زینیں ڈالو۔ہم ابھی کوچ کریں گے۔اورپھر وہ سرائے کے مالک کی طرف متوجہ ہوا۔اگر تم میں سے کوئی پوچھے کہ ان بدمعاشوں کا قاتل کون تھا تو کہہ دینا کہ غرناطہ کے غدار وزیر کو اپنی قوم کی ایک لڑکی کی مظلومیت نے پھر ایک بار مسلمان بنا دیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد جب یہ لوگ باہر نکل رہے تھے آٹھ سوار سرائے کے سامنے رُکے۔ان میں سے ایک نے گھوڑا آگے بڑھا کر غور سے طریف کی طرف دیکھا اور کہا۔اس وقت آپ کہاں جا رہے ہیں۔؟

طریف نے ترش لہجے میں جواب دیا۔تم کون ہو؟

ہم سپاہی ہیں۔خیال تھا کہ رات یہاں قیام کریں گے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ یہاں آپ کو جگہ نہیں ملی۔

بہت جگہ ہے اور ایک کمرہ تو ہم نے ابھی خالی کیا ہے۔

یہ کہہ کر طریف نے گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔تھوڑی دور جا کر طریف کے ایک ساتھ نے جو دوسروں کی نسبت اس سے زیادہ بے تکلف تھا اپنا گھوڑا اس کے قریب کرتے ہوئے کہا۔

کیا آپ اس واقعہ کے بعد مالقہ جانا مناسب سمجھتے ہیں؟

تمہیں مالقہ جانے کے لئے کس نے کہا؟

آپ نے کہا تھا شاید ہمیں مالقہ جانا پڑے

نہیں ہم غرناطہ جا رہے ہیں۔

تھوڑی دیر بعد طریف نے اپنے ساتھ سے کہا۔حسن! تم نے اکثر یہ سوچا ہو گا کہ میں غرناطہ کا سب سے بڑا غدار ہوں۔

حسن نے پریشان ہو کر کہا آپ میرے آقا ہیں۔

نہیں حسن میں جانتا ہوں ۔تمہاری مجبوریاں تمہیں اپنے دل کی بات کہنے کی اجازت نہیں دیتیں ۔تم زندگی کی تلخ راہوں میں بھی میرا ساتھ دینے پر مجبور تھے لیکن فرض کرو میں آج سے صحیح راستہ اختیار کرتا ہوں تو تم اپنے لئے کیا فرق محسوس کرو گے؟

حسن نے جھجکتے ہوئے جواب دیا۔میرے آقا! ضمیر کے بوجھ تلے دب کر اور اس کے بوجھ سے آزاد ہو کر چلنے میں بڑا فرق ہوتا ہے۔

طریف نے کہا حسن! نصرانی ہمارے بدترین دشمن ہیں۔

میرے آقا! اگر گستاخی نہ ہو تو میں یہ کہوں گا ہم نے خود اپنے ساتھ دشمنی کی ہے۔ایک شخص کو اپنا قاتل تسلیم کر لینے کے بعد اُس سے یہ مطالبہ نہیں کیا جا سکتا کہ تم مجھے اس طریقہ سے قتل نہ کرو اور ہماری حالت تو یہ ہے کہ ہم اپنے ہاتھ پاؤں باندھ کر دشمن کے سامنے کھڑے ہوئے ہیں اور ہم نے اپنا خنجر بھی اُس کے ہاتھ میں دے دیا ہے۔اب یہ اُس کی مرضی ہے کہ وہ ہمیں آہستہ آہستہ ذبح کرتا ہے یا ہماری شہ رگ فوراً کاٹ ڈالتا ہے۔

طریف نے جوش میں آکر کہا۔نہیں ہمارے خنجر ابھی تک ہمارے ہاتھوں

میں ہیں۔ہم لڑیں گے اگر عزت کی زندگی نہیں تو عزت کی موت کا راستہ ہمارے لئے بند نہیں ہوا۔

خدا آپ کو ہمت دے لیکن مجھے ڈر ہے کہ ابو عبداللہ آپ کا ساتھ نہیں دے گا۔

وہ ہمارا ساتھ دینے پر مجبور ہے۔

تھوڑی دیر بعد حسن نے چونک کر کہا۔ہمارے پیچھے کوئی آ رہا ہے۔

طریف کے اشارے پر اس کے ساتھیوں نے گھوڑے روک لئے۔پیچھے کچھ فاصلے پر سرپٹ گھوڑوں کی ٹاپ سنائی دے رہی تھی۔

حسن نے کہا۔یہ وہی سپاہی ہوں گے جو ہمیں سرائے کے دروازے پر ملے تھے۔سرائے کے مالک نے اپنی جان بچانے کے لئے اُنہیں بتا دیا ہوگا کہ نصرانی فوج کے دو افسروں کا قاتل کون ہے اور آپ نے بھی سرائے کے مالک سے اپنا راز پوشیدہ نہیں رکھا۔وہ یقیناً تعاقب میں آ رہے ہیں

طریف نے کہا۔یہ دیر سے ہمارا پیچھا کر رہے ہیں۔لوشہ سے نکلتے ہی ہم نے انہیں دیکھا تھا۔راستے میں بھی میں نے انہیں دو تین بار دیکھا ہے۔تم سب ایک طرف ہٹ کر درختوں کی آڑ میں کھڑے ہو جائے۔

طریف کی قیادت میں اس کے ساتھی راستہ چھوڑ کر گھنے درختوں کی آڑ میں کھڑے ہو گئے۔

سوار گزر گئے اور طریف اور اس کے ساتھی درختوں کی آڑ سے نکل کر گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔

(۴)

پچھلے پہر چاند کی دُھندلی روشنی میں یہ لوگ کشادہ سڑک چھوڑ کر ایک پگڈنڈی

پر سے گزر رہے تھے۔طریف اپنے گھوڑے پر سر جھکائے بیٹھا تھا۔جوں جوں منزل مقصود قریب آ رہی تھی، اس کا ذہنی اضطراب بڑھ رہا تھا۔وہ اس منزل سے گزر چکا تھا جب ایک انسان یہ سوچتا ہے کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔جب ابو داؤد سے ملاقات کے بعد وہ لوشہ سے نکلا تھا تو اُس کے پاؤں ڈگمگا رہے تھے۔وہ کبھی سوچتا کہ میں غرناطہ جاؤں گا اور ابو عبداللہ سے کہوں گا کہ ہم نے اپنے آپ کو دھوکا دیا ہے۔اب ہمارے لئے جنگ کے سوا کوئی راستہ نہیں۔وہ سیلاب جس کے بند ہم نے خود توڑے تھے اب ہمارے گھروں کا رخ کر رہا ہے۔جب فرڈی نیڈ کی افواج غرناطہ میں داخل ہو جائیں گی تو نہ تم بادشاہ رہو گے اور نہ میں وزیر رہوں گا۔وہ شاید ہمیں عام انسانوں کی طرح زندہ رہنے کا بھی حق نہ دے لیکن کیا ہم اس قابل ہیں کہ دشمن کے ساتھ لڑ سکیں۔اس دشمن کے ساتھ جس کے لئے ہم نے اپنے مضبوط ترین قلعوں کے دروازے کھول دئے۔وہ ہماری تمام کمزوریوں سے واقف ہے۔اب ہم اسے دھمکی بھی نہیں دے سکتے۔

پھر وہ یہ سوچتا۔۔۔۔کیا یہ ہو سکتا ہے کہ فرڈی نیڈ اس قدر ذلیل ثابت ہو۔ اگر میں اس کے پاس جاؤں اور اُسے یہ کہوں کہ ہم تمہارے لئے قوم کی نظروں میں ذلیل ہوئے۔ہم نے تم پر اعتبار کیا اور تمہارے لئے ابو محسن اور الزغل سے لڑائی کی۔ ہمیں یقین تھا کہ تمہارے سائے میں ہم امن کی زندگی بسر کر سکیں گے۔ہم نے اندلس میں امن کے لئے اپنی سلطنت کا بیشتر حصہ تمہارے حوالے کر دیا اور اب تم غرناطہ بھی ہم سے چھین لینا چاہتے ہو۔تم اندلس کے شہنشاہ ہو۔یہ عہد شکنی تمہاری شان شایان نہیں دنیا کیا کہے گی۔مورخ کیا لکھیں گے۔کیا تم اس بات سے انکار کر سکتے ہو کہ اگر ہم تمہارا ساتھ نہ دیتے تو اندلس میں کوئی طاقت ایسی نہ تھی جو ابو

الحسن کی فتوحات کے سیلاب کو روک سکتی۔ اگر کسی نے تمہارے خلاف آواز اٹھائی تو ہم نے اُس کا گلا گھونٹنے سے دریغ نہ کیا۔ اگر کسی نے تم سے سرکشی کی تو ہم نے اُسے ذبح کر کے تمہارے قدموں میں ڈال دیا۔ کیا ہماری خدمت کا یہی صلہ ہے کہ غرناطہ کے دروازے ان بھیڑیوں کے لئے کھول دیے جائیں جو مالقہ میں انسانیت کا دامن تار تار کر چکے ہیں؟ آخر ہم نے کیا جرم کیا ہے۔ نہیں۔۔ نہیں اب ان باتوں سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اب فرڈی نیڈ کو ہماری ضرورت نہیں۔ اب اُسے ابوالحسن اور الزغل سے کوئی خطرہ نہیں۔ اب اس کے لئے وہ قوم بے ضرر بن چکی ہے جس نے صدیوں تک اندلس کے میدانوں میں اپنے اقبال کے پرچم لہرائے ہیں۔ فرڈی نیڈ نے تیروں کی بارش میں پتھروں کی آڑ لی تھی۔ اب اس کے خلاف لڑنے والوں کی کمانیں ٹوٹ چکی ہیں اور وہ ان پتھروں کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ ابوعبداللہ میں اور میرے تمام ساتھی وہ پتھر ہیں جن کے مورچے بنا کر فرڈی نیڈ نے جنگ جیتی ہے۔ اب وہ ہماری ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ پھر اس کے دل میں خیال آیا۔ لیکن ابوداؤد بھی تو ہماری طرح اُس کے مورچے کا پتھر تھا اور اُس نے اُسے لوشہ کا گورنر بنا دیا۔ طریف نے خود ہی اس سوال کا جواب دیا نہیں وہ اُسے ابھی تک کارآمد سمجھتا ہے۔ فرڈی نیڈ اپنے ہار ماننے والے دشمن کو موت کے گھاٹ اُتارنا چاہتا ہے اور ابو داؤد پتھر کی حیثیت میں بھی اس کی تلوار تیز کرنے کے کام آ سکتا ہے۔ فرڈی نینڈ چاہتا ہے کہ اس کے دشمن کی رگوں میں زندگی کے خون کے ایک قطرہ بھی باقی نہ رہے اور ابوداؤد اُسے بتا سکتا ہے کہ اُسے کون سی رگ کاٹنی چاہیے۔ شاید وہ دن بھی آ جائے جب فرڈی نیڈ یہ محسوس کرے کہ اب ہماری طرح اُسے اس کی بھی ضرورت نہیں رہی۔ لیکن ابھی اُسے اس کی ضرورت ہے۔ ابوداؤد نے مجھے یقین دلایا ہے کہ میں

ابوعبداللہ کے ساتھ غداری کر کے فرڈی نیڈ کو خوش کر سکتا ہوں۔لیکن یہ دھوکا ہے۔کیا یہ ممکن نہیں کہ وہ فرڈی نیڈ نے ابوعبداللہ کے خلاف جو فیصلہ کیا ہے اس میں ابوداؤد کا مشورہ شامل ہو۔۔۔۔اور اگر ابوداؤد ابوعبداللہ کو فریب دے سکتا ہے تو کیا وہ مجھے فریب نہیں دے گا۔میں مالقہ نہیں جاؤں گا۔میں غرناطہ جاؤں گا لیکن غرناطہ پہنچ کر میں کیا کر سکتا ہوں۔موسیٰ میری قید میں ہے میں اُسے رہا کرنے کا خطرہ مول لے سکتا ہوں۔میں اس کے پاؤں پر گر کر کہوں گا۔موسیٰ! قوم کو تمہاری ضرورت ہے لیکن اب موسیٰ بھی کیا کر سکتا ہے۔

اور جب طریف کے لئے یہ ذہنی کش مکش ناقابلِ برداشت ہو جاتی وہ اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہو کر کوئی بات چھیڑ دیتا۔بستی کی سرائے میں پہنچنے سے قبل اسے معلوم نہ تھا کہ اس کی منزل مقصود کیا ہے۔اس کا ایک قدم غرناطہ اور دوسرا مالقہ کی طرف اُٹھ رہا تھا۔لیکن جب وہ سرائے سے نکلا تو اُس کے سامنے صرف ایک منزل تھی۔ایک مظلوم لڑکی کی المناک موت کا حادثہ اس کے اونگھتے ہوئے ضمیر کے لئے آخری جھٹکا تھا۔اس کے ڈگمگاتے ہوئے پاؤں سنبھل چکے تھے۔قوم کی ایک بیکس لڑکی کی جگر دوز چیخوں نے غرناطہ کے وزیر اعظم کو ان لوگوں کی صف میں لا کھڑا کیا تھا جنہیں حالات فتح وشکست سے بے نیاز ہو کر لڑنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔طریف کے سامنے اب صرف ایک ہی راستہ تھا۔

جب صبح کے آثار نمودار ہو رہے تھے اُس نے ایک ندی کے کنارے گھوڑا روکا اور اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر کہا۔اب نماز کا وقت ہے۔

ندی سے وضو کرنے کے بعد طریف اور اس کے ساتھ قبلہ رو کھڑے ہو گئے اور جب نماز کے بعد طریف نے دُعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے تو الفاظ کی بجائے اُس

کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔طریف نے اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپا لیا انتہائی کوشش کے بعد اس کے منہ سے یہ الفاظ نکلے۔

میرے مولیٰ! ہم عزت کی زندگی کے راستے سے بہت دور آ چکے ہیں۔اب شاید ہمارے آنسو ہمارے دامن کی سیاہی نہ دھو سکیں۔ہم نے تیرے احکام سے بغاوت کی اور تیری رحمت سے انکار کیا اور اب جب کہ ہمارے سامنے ذلت و رسوائی کے سوا کچھ نہیں ہم تجھ سے عزت کی موت مانگتے ہیں نہیں عزت کا لفظ ہم جیسے انسانوں کے لئے نہیں ہم اس قابل بھی نہیں کہ عزت کی موت کا تصور کر سکیں۔ہم فقط اپنے ضمیر کے عذاب سے چھٹکارا چاہتے ہیں۔ہمارے لئے زندگی کا ہر لمحہ موت سے کہیں زیادہ تلخ ہے۔اب تیری زمین کے لئے ہمارا بوجھنا قابل برداشت ہو چکا ہے۔

یہ دعا جو آنسوؤں کے ساتھ شروع ہوئی تھی آنسوؤں کے ساتھ ختم ہوئی۔ طریف اور اُس کے ساتھ اُٹھ کر پھر گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔

ندی عبور کرنے اور گنجان درختوں میں سے گزرنے کے بعد طریف کو غرناطہ کی مساجد کے مینار اور الحمراء کے گنبد دکھائی دے رہے تھے۔اُس نے افق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔وہ دیکھو! غرناطہ! ہمارا غرناطہ۔حسن! یہ اندلس میں ہمارا آخری قلعہ ہے۔ہم اس کی حفاظت کریں گے۔ہمیں خدا کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔اگر غرناطہ کی دس لاکھ کی آبادی میں سے ایک لاکھ نوجوان زندہ رہنے کا عہد کر لیں تو اُنہیں کون مٹا سکتا ہے۔کیا سرحدی عقابوں کی مٹھی بھر جماعت نے بارہا فرڈی نینڈ کی ٹڈی دل فوج کے دانت کھٹے نہیں کیے؟ کیا طارق کے ایک ہزار جانبازوں نے راڈرک کی سطوت کے ایوانوں کی اینٹ سے اینٹ نہیں بجا دی تھی۔

جب ہم ہزاروں کی تعداد میں تھے تو ہم نے دشمن کی بڑی سے بڑی طاقت کو شکست دی اور آج ہماری تعداد لاکھوں میں ہے۔ کیا ہم ہمیشہ کے لئے فرڈی نیڈ کی غلامی کی ذلت قبول کر لیں گے۔ کیا ہمارے پاس وہ تلواریں نہیں جو ہمارے اسلاف ۔۔۔

طریف اپنا فقرہ پورا نہ کر سکا۔ درختوں کی آڑ سے ایک تیر سنسناتا ہوا آیا اور طریف کی پسلی میں پیوست ہو گیا۔ وہ اُف کہہ کر جھکا لیکن اس کے ساتھ ہی ایک اور تیر اس کی پیٹھ میں لگا۔ طریف کے ساتھیوں نے گھوڑوں کی باگیں موڑ لیں لیکن اتنی دیر میں چند تیر آئے اور طریف کا ایک ساتھ زخمی ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی درختوں کے عقب میں گھوڑوں کی ٹاپ سنائی دی۔

طریف نے بلند آواز میں کہا۔ حسن! اُن کے تعاقب کے لئے مت جاؤ میرا بہت سا کام باقی ہے۔

طریف نے اپنے گھوڑے کو ایڑ دی اور اُس کے ساتھی جو غصے کی حالت میں ہونٹ کاٹ رہے تھے اس کے پیچھے ہو لئے۔ تھوڑی دور آگے جا کر حسن نے اپنا گھوڑ اطریف کے قریب لاتے ہوئے کہا۔ ذرا گھوڑا روکئے میں یہ تیر نکال دوں۔

نہیں میرے لمحات بہت قیمتی ہیں۔ اب وقت ضائع نہ کرو۔

آپ اس حالت میں زیادہ دور نہیں جا سکتے۔ کم از کم مجھے اپنے زخم دیکھنے دیجئے۔ یہ کہتے ہوئے حسن نے ہاتھ بڑھا کر طریف کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور دوسرے ہاتھ سے اپنے گھوڑے کی باگ کھینچ لی۔

طریف نے گھوڑے سے اُترتے ہوئے کہا۔ تم بہت ضدی ہو حسن! وہ گھوڑے کے ساتھ اپنا سینہ لگا کر کھڑا ہو گیا اور زین کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر بولا۔ جلدی کرو۔

حسن نے جلدی سے اپنا عمامہ اُتار کر اپنے ایک ساتھی سے کہا۔ اسے دو حصوں میں پھاڑ ڈالو۔

دو آدمیوں نے گھوڑوں سے اُتر کر طریف کو سہارا دینے کی کوشش کی لیکن اُس نے جھنجھلا کر کہا۔ میں ٹھیک ہوں حسن جلدی کرو۔

حسن نے اچانک ایک تیر نکال کر پھینک دیا لیکن دوسرا تیر نکالتے وقت طریف بیہوش ہو چکا تھا۔ دونوں زخموں پر پٹیاں باندھنے کے بعد طریف کو اس کے ساتھیوں نے زمین پر لٹا دیا۔ تھوڑی دیر بعد طریف نے ہوش میں آ کر آنکھیں کھولیں اور پانی کے چند گھونٹ پینے کے بعد اُٹھنے کی کوشش کی۔ لیکن حسن نے کہا۔ اس حالت میں گھوڑے پر سفر کرنا ٹھیک نہ ہوگا۔ کیا یہ بہتر نہیں کہ ہم آپ کو پاس کی بستی میں چھوڑ کر غرناطہ سے کوئی جراح لے آئیں

طریف نے اُٹھ کر فیصلہ کن انداز میں جواب دیا۔ نہیں میں فقط اپنا آخری فرض پورا کرنے کے لئے زندہ ہوں۔

طریف گھوڑے پر سوار ہوا لیکن کوئی آدھ میل جانے کے بعد حسن نے محسوس کیا کہ اس کا گھوڑے کی زین پر جم کر بیٹھنا مشکل ہے۔ وہ کبھی ایک طرف اور کبھی دوسری طرف جاتا تھا۔ گھوڑی کی باگ دوڑ پر اُسکی گرفت ڈھیلی ہو رہی تھی۔ حسن اپنا گھوڑا قریب لے گیا اور اُس نے طریف کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اُسے اپنے گھوڑے پر ڈال لیا۔

طریف نے کراہتے ہوئے کہا۔ مجھے موسیٰ کے پاس لے چلو!

(۵)

سرسبز باغات میں سے گزرنے کے بعد حسن نے ایک پرانے مکان کی چار

دیواری کے آہنی پھاٹک کے سامنے گھوڑا روکا۔ ایک حبشی غلام نے پھاٹک کی سلاخوں سے جھانک کر باہر دیکھا۔

حسن نے کہا۔ دروازہ کھولو۔ جلدی کرو۔

حبشی نے حسن اوراس کے ساتھیوں کو پہنچانے ہی دروازہ کھول دیا۔ مکان کی ڈیوڑھی عبور کرنے کے بعد حسن کشادہ صحن میں داخل ہو۔ اتنی دیر میں چند غلام اور نوکر جمع ہو گئے اور وہ حسن کے اشارے پر طریف کو گھوڑے سے اُتار کر ایک کمرے میں لے گئے۔ طریف بے ہوش تھا۔ حسن نے نوکروں سے کہا۔ یعقوب کو ذرا بلاؤ۔

ایک حبشی بھاگ کر باہر نکلا اور جلد ہی واپس آ کر بولا وہ آ رہا ہے۔

ایک اُدھیر عمر لیکن قوی ہیکل آدمی اندر داخل ہوا۔ طریف کو بے ہوشی کی حالت میں بستر پر دیکھ کر اُس نے جواب طلب نگاہوں سے حسن کی طرف دیکھا۔

حسن نے کہا یعقوب آقا کا حکم ہے کہ موسیٰ کو فوراً قید سے نکال کر یہاں لے آؤ۔

یعقوب نے تذبذب اور پریشانی کی حالت میں پہلے حسن اور پھر اُس کے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔ اس کی خاموش نگاہیں اس غیر متوقع حکم کے خلاف احتجاج کر رہی تھیں

حسن نے کہا۔ یعقوب! وقت ضائع نہ کرو جلدی کرو۔

یعقوب نے قدرے جرات سے کام لیتے ہوئے کہا۔ لیکن آقا بے ہوش ہیں اور جب تک وہ خود مجھے حکم نہ دیں۔۔۔۔

حسن نے گرج کر کہا۔ آقا کی طرف سے میں تمہیں حکم دیتا ہوں۔ جلدی کرو۔

لیکن وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔

شیر لومڑیوں پر ہاتھ نہیں اُٹھایا کرتے۔ چلو میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔

تھوڑی دیر بعد حسن، یعقوب اور ایک غلام اس مکان کے دوسرے سرے پر ایک تنگ برآمدے سے گزرتے ہوئے ایک کوٹھڑی کے آہنی دروازے کے سامنے رُکے۔ بربری نے دروازے کا تالہ کھولا۔ کوٹھڑی کے ایک سرے پر پتھر کی تنگ سیڑھی نیچے کی طرف اُترتی تھی۔ کوئی بیس سیڑھیاں اُترنے کے بعد یہ لوگ ایک آہنی سلاخوں والے دروازے کے سامنے رُکے۔ یعقوب نے دروازہ کھولا۔ اندر سخت اندھیرا تھا۔ یعقوب نے دروازے کے قریب دیوار کے ساتھ ایک لوہے کی چرخی کو گھمایا تو سامنے کی دیوار میں چھت کے قریب ایک چھوٹا سا روزن کھل گیا اور کمرے میں دھندلی سی روشنی آ گئی۔ یہ کمرہ خالی تھا اور ایک آدمی دائیں ہاتھ دوسری کوٹھڑی کے تنگ دروازے کی آہنی سلاخوں کے پیچھے کھڑا اپنی تنہائی میں مخل ہونے والوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ یہ موسیٰ ابن ابی غسان تھا۔ سطوت و جبروت کا پیکرِ مجسم جس کا مرجھایا ہوا چہرہ بھی دیکھنے والوں کے دل دہلا دینے کے لئے کافی تھا۔

حسن نے ایک قدم آگے بڑھ کر کہا۔ ہم طریف بن مالک کے حکم سے آپ کو قید سے نکالنے آئے ہیں۔

موسیٰ خاموشی سے حسن کی طرف دیکھتا رہا۔ حسن نے پھر کہا۔ وہ زخمی ہے اور اس کی آخری خواہش یہ ہے کہ آپ اسے پاؤں پر گرنے کا موقع دیں۔ ہم اُسے بے ہوشی کی حالت میں یہاں لائے ہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ آپ اُسے معاف نہیں کریں گے۔ لیکن وہ توبہ کر چکا ہے۔ اور اب تھوڑی دیر میں شاید اُس کا معاملہ خدا کے سامنے ہوگا۔ ہم سب آپ کے مجرم ہیں اور اگر آپ سزا دینا چاہیں تو ہماری طرف سے سرتابی نہیں ہوگی۔

حسن کے اشارے پر یعقوب نے ڈرتے ڈرتے دروازہ کھول دیا۔موسیٰ کوٹھڑی سے باہر نکل ایک لمحہ کے لئے خاموش کھڑا رہا۔اور پھر بولا میری سمجھ میں نہیں آتا طریف ابوعبداللہ کے لئے ہر گناہ کرسکتا تھا اس پر یہ عتاب کیسے نازل ہوا۔

حسن نے جواب دیا۔طریف کو فرڈی نیڈ کے آدمیوں نے زخمی کیا ہے۔آپ تمام معاملات سے باخبر ہونے کے بعد اُسے شاید قابلِ معافی سمجھیں لیکن اب اس کی زندگی کا چراغ ٹمٹمارہا ہے۔وہ آپ کا منتظر ہے وہ آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہے۔

موسیٰ نے کہا چلو!

(۲)

طریف نے درد سے کراہتے ہوئے کہا،جلدی کرو مجھے موسیٰ کے پاس لے چلو اس کے ایک ساتھی نے کہا حسن موسیٰ کو لینے گیا ہے۔وہ آہی رہے ہوں گے

۔

طریف نے آنکھیں کھول کر ادھر اُدھر دیکھا اور اُٹھ کر بستر پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ میں اس حالت میں اُسے دیکھنا نہیں چاہتا۔مجھے اس کی کوٹھڑی کے سامنے لے چلو۔ میں اس قابل نہیں کہ وہ میرے پاس آئے جلدی کرو۔

طریف نے اپنے پاؤں بستر سے نیچے لٹکا دئے۔دو آدمیوں نے اُسے سہارا دیا جب اسے دروازے سے باہر نکالا گیا تو ایک حبشی غلام نے کہا۔وہ آرہے ہیں۔

طریف نے کہا مجھے چھوڑ دو۔ مجھے سہارے کی ضرورت نہیں۔نوکروں نے اپنی مرضی کے خلاف اُس کے حکم کی تعمیل کی۔طریف نے چند قدم اُٹھائے۔ برآمدے کے دوسرے سرے پر اُسے موسیٰ دکھائی دیا۔اس کی نگاہوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔وہ لڑکھڑاتا ہوا آگے بڑھا اور برآمدے کے ستون کے ساتھ لپٹ کر

کھڑا ہو گیا۔موسیٰ اس کے قریب پہنچ کر رکا اور تذبذب کی حالت میں اُس کی طرف دیکھنے لگا۔طریف کے کانپتے ہوئے ہونٹوں سے درد میں ڈوبی ہوئی آواز نکلی۔موسیٰ تمہارا مجرم موت کے دروازے پر دستک دے رہا ہے۔لیکن اس سے پہلے۔۔۔۔۔ اس سے پہلے

طریف ستون کا سہارا چھوڑ کر ایک قدم آگے بڑھا اور بے اختیار موسیٰ کے پاؤں پر گر پڑا۔موسیٰ ایک ثانیہ کے لئے بے حس وحرکت کھڑا رہا۔پھر اس نے پیچھے ہٹنے کی کوشش کی لیکن اس کے پاؤں طریف کے بازوؤں کی گرفت میں تھے۔بے ہوشی کی حالت میں یہ گرفت کافی مضبوط تھی۔اچانک موسیٰ نے محسوس کیا کہ اس کے پاؤں بھیگ رہے ہیں۔طریف اس کے پاؤں پر آنسوؤں کی پونجی لٹا رہا تھا نہیں یہ آنسو نہ تھے۔موسیٰ کا دل پر چرکا لگا۔وہ ماضی کی تمام تلخیوں کو بھول چکا تھا۔اُس نے جھک کر طریف کو اُٹھایا۔آنسوؤں کی بجائے اس کے منہ سے خون کی دھار بہہ رہی تھی۔موسیٰ اُسے اٹھا کر اندر لے گیا۔اُسے بستر پر لٹا کر ہوش میں لانے کی کوشش کی لیکن تھکا ہوا مسافر اپنی آخری منزل پر پہنچ کر دم توڑ چکا تھا۔

موسیٰ نے انا للہ وانا الیہ راجعون کہا اور ضبط کی کوشش کے باوجود اس کے آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔یہ آنسو طریف کے چہرے پر گرے۔ابو موسیٰ نے اُس کا سر اپنی گود سے اُٹھا کر تکیے پر رکھ دیا اور بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔طریف! تم ہمارے تھے۔

نئے ولولے

(۱)

موسیٰ مدت کے بعد پھر ایک بار ندی کے اس پل کے قریب کھڑا تھا جس کے دوسرے کنارے سے سرحدی عقاب کی آزاد مملکت شروع ہوتی تھی۔ پل کے پاس اسی درخت کے ساتھ اسی طرح لکڑی کا ایک تختہ لٹک رہا تھا۔ لیکن اُس پر لکھی تحریر اس تحریر سے مختلف تھی جسے موسیٰ نے شاہین کی وادی میں پہلی بار داخل ہوتے وقت پڑھا تھا۔ اس تحریر کے الفاظ یہ تھے۔

اس ندی کے پار سرحدی عقاب کی مملکت ہے۔ کسی ایسے شخص کو جو غدار ابو عبداللہ کی بادشاہت تسلیم کر چکا ہو اس وادی میں داخل ہونے کی اجازت نہیں۔ نصرانیوں کے مظالم سے پناہ لینے والے مسلمانوں کو اس وادی میں داخل ہونے کی اجازت ہے۔ لیکن دشمن کے جاسوس کی سزا موت ہے۔

عصر کی نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ موسیٰ نے گھوڑے سے اُتر کر اُسے ایک درخت کے ساتھ باندھ دیا اور ندی کے پانی سے وضو کرنے کے بعد سرسبز گھاس پر نماز کے لئے کھڑا ہو گیا۔ کوئی پچیس کے لگ بھگ مسلح نوجوان درختوں کی آڑ سے نمودار ہوئے اور موسیٰ کے قریب جمع ہو گئے۔ موسیٰ نماز سے فارغ ہو کر اُٹھا اور اُن کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔ میں تمہارے امیر سے ملنا چاہتا ہوں۔ میرا نام موسیٰ ہے۔

موسیٰ! آپ؟ ایک نوجوان نے آگے بڑھ کر اُسے غور کے ساتھ دیکھتے ہوئے کہا آپ زندہ تھے! لیکن اتنی دیر آپ کہاں رہے؟ نوجوان کی پریشانی مسرت میں تبدیل ہو رہی تھی۔

موسیٰ نے کہا اپنے امیر سے کہو کہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہونے کی

اجازت چاہتا ہوں۔ میں یہاں ٹھہر کر اُن کے حکم کا انتظار کروں گا۔

نوجوان نے جواب دیا۔ غرناطہ کے شیر کو عقاب کی وادی میں داخل ہونے کے لئے اجازت کی ضرورت نہیں۔

یہ نوجوان مجاہدین کے اس گروہ کا سالار تھا۔ اُس کے اشارے پر ایک سپاہی موسیٰ کا ساتھ ہو لئے اور باقی پھر درختوں کی آڑ میں روپوش ہو گئے۔ جنگل اور پہاڑ کے تنگ و تاریک راستوں سے گزرنے کے بعد آدھی رات کے قریب وہ ایک قلعے کے دروازے کے سامنے پہنچے۔ موسیٰ کی توقع کے خلاف قلعے کا دروازہ کھلا تھا اور باہر چند آدمی کھڑے ان کا انتظار کر رہے تھے۔ اُن میں سے ایک کے ہاتھ میں مشعل تھی۔ موسیٰ دروازے کے قریب پہنچا تو ایک شخص نے آگے بڑھ کر اُس کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی۔ موسیٰ گھوڑے سے اُترا اور مشعل کی دھندلی روشنی میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ کون بشیر! بشیر بے اختیار اس کے ساتھ لپٹ گیا۔ جذبات کے ہیجان میں بشیر بار بار یہ الفاظ دہرا رہا تھا۔ آپ کہاں تھے؟

آپ نے اپنے متعلق ہمیں اتنی دیر بے خبر کیوں رکھا؟ یہ ایک خواب تو نہیں۔

بشیر کی گرفت سے علیحدہ ہونے کے بعد موسیٰ دوسرے آدمیوں کی طرف متوجہ ہوا۔ ایک سیاہ پوش نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ موسیٰ نے اُس کے ساتھ مصافحہ کرتے ہوئے بشیر کی طرف دیکھا اور بشیر نے کہا۔ یہ منصور بن احمد ہیں۔

منصور کے ساتھ مصافحہ کرنے کے بعد موسیٰ کی نظر ابو محسن پر جا پڑی۔ ابو محسن بے حس و حرکت کھڑا اپنے سالار کی طرف دیکھ رہا تھا۔ موسیٰ نے اس کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ ابو محسن! تم مجھے نہیں پہچانتے؟

ابو محسن نے فرطِ عقیدت سے موسیٰ کا ہاتھ اپنے ہونٹوں سے لگا لیا۔

وہ قلعے کے اندر داخل ہوئے۔ایک وسیع کمرے میں دستر خوان بچھا ہوا تھا۔

موسیٰ نے کہا۔

آپ نے ابھی تک کھانا نہیں کھایا۔

بشیر نے جواب دیا۔ہم آپ کا انتظار کر رہے تھے۔

تو دروازے پر بھی میرا ہی انتظار ہو رہا تھا لیکن آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ میں آ رہا ہوں۔منصور نے جواب دیا۔جب آپ ہماری سرحد سے چار کوس کے فاصلے پر تھے تو ہمیں معلوم ہو چکا تھا کہ ایک مہمان آ رہا ہے اور مغرب کی نماز سے تھوڑی دیر بعد ہمیں یہ اطلاع مل گئی کہ ہمارا مہمان کون ہے؟

دستر خوان پر بیٹھنے کے بعد موسیٰ کی آنکھوں کے سامنے وہ منظر آ گیا جب وہ الزغل کے ساتھ پہلی بار عقاب کی وادی میں داخل ہوا تھا۔وہ جنگل کی اس دعوت کا تصور کر رہا تھا جس میں ان کا میزبان بدر بن مغیرہ تھا۔آج جب بدر بن مغیرہ کی بجائے منصور بن احمد نے اس کے ہاتھ دھلائے تو اُسے اچانک اس محفل میں اجنبیت کا احساس ہوا۔بشیر کی بے تکلفی اور منصور کے خلوص کے باوجود وہ اس محفل میں ایک تنہائی محسوس کر رہا تھا۔اس نے بدر بن مغیرہ کا ذکر چھیڑنا چاہا لیکن وہ بول نہ سکا۔میزبان اس بات کا انتظار کر رہے تھے کہ ان کا مہمان کھانے کی طرف ہاتھ بڑھائے۔

بشیر نے کہا۔شروع کیجئے۔

موسیٰ نے غیر ارادی طور پر ایک لقمہ اٹھایا لیکن اس کی بھوک مر چکی تھی۔اس کا ہاتھ منہ تک پہنچتے پہنچتے رک گیا۔اس کی آنکھوں کے سامنے آنسوؤں کے پردے حائل ہونے لگے۔اس کے منہ سے درد میں ڈوبی ہوئی آواز نکلی۔بدر!بدر!!اور اُس

نے اٹھایا ہوا نوالہ پھر دستر خوان پر رکھ دیا۔

میز بان انتہائی پریشانی کی حالت میں اُس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ موسیٰ نے اپنا چہرہ آستین میں چھپالیا۔ وہ مجاہد جس کے سامنے شیروں کے دل دہل جاتے تھے۔ جس نے ساری عمر طوفانوں سے لڑنا اور بجلیوں سے کھیلنا سیکھا تھا، جو موت کے بھیانک چہرے کے سامنے قہقہہ لگانے کی جرات رکھتا تھا اس بھری محفل میں رو رہا تھا۔ اس معصوم بچے کی طرح جس کا عزیز ترین کھلونا ٹوٹ چکا ہو۔ معاف کیجئے مجھے بھوک نہ تھی۔ موسیٰ بھرائی ہوئی آواز میں یہ کہہ کر اٹھا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

میز بانوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ منصور نے کہا۔ تھوڑی دیر انتظار کرو میں ابھی آتا ہوں۔ بشیر! تم میرے ساتھ آسکتے ہو۔

موسیٰ صحن میں کھڑا آسمان کے جگمگاتے ہوئے ستاروں کی طرف دیکھ رہا تھا۔

بدر! بدر!! اس نے ہچکی لیتے ہوئے کہا۔

منصور نے آگے بڑھ کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ یہ مایوسی غرناطہ کے مجاہد اعظم کی شان کے شایاں نہیں۔ غرناطہ کا انجام بہت الم ناک ہے۔ لیکن ہمیں ہمت نہیں ہارنی چاہیے۔

ابو موسیٰ نے مڑ کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ میں اس وقت غرناطہ کے متعلق نہیں سوچتا منصور! تم نہیں جانتے ٹوٹی ہوئی دیواریں پھر کھڑی کی جا سکتی ہیں۔ قلعے دوبارہ تعمیر کئے جا سکتے ہیں۔ اور قوم کی مردم شماری میں بھی اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن وہ مسیحا جو مردہ اقوام کی رگوں میں ایمان کی حرارت پیدا کرتے ہیں۔ بار بار پیدا نہیں ہوتے۔ بدر ہماری قوم کا مسیحا تھا۔ لیکن ہم نے اُسے تختہ دار پر لٹکا دیا۔ وہ اس مردہ قوم کی رگوں میں زندگی کے خون کا آخری قطرہ تھا۔ وہ ہماری تلوار تھا جو

ٹوٹ گئی، وہ ہمارا بازو تھا جو کٹ گیا، وہ ایک آفتاب تھا جو غروب ہو چکا ہے اور ہم تاریکی میں بھٹک چکے ہیں۔

(۲)

قلعے سے باہر گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنائی دی۔ منصور نے بشیر کی طرف دیکھا اور بشیر اس کا اشارہ سمجھ کر قلعے کے دروازہ کی طرف چل دیا۔

منصور نے موسیٰ سے کہا۔ آپ تھکے ہوئے ہیں چلئے اندر بیٹھیں۔

ابو موسیٰ کچھ کہے بغیر منصور کے ساتھ چل دیا۔ پتھر کی سیڑھیاں چڑھنے کے بعد وہ بالائی منزل کے ایک کمرے میں داخل ہوئے۔ اندر شمعیں جل رہی تھیں۔ منصور کے اشارے پر ابو موسیٰ ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ منصور اس کے قریب دوسری کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ اگر قدرت ایک معجزہ کر سکتی ہے تو وہ دوسرا معجزہ بھی کر سکتی ہے۔ ہم آپ کے متعلق نا اُمید ہو چکے تھے۔ آج ہمیں آپ کی آمد کی اطلاع ملی تو ہم یہ سمجھتے تھے کہ ہمارے آدمیوں کا دھوکا ہوا ہے۔ لیکن یہ ممکن نہیں کہ جس طرح ہمیں موسیٰ مل گیا ہے اُسی طرح آپ کو بدر مل جائے؟ کیا آپ کی طرح وہ بھی روپوش نہیں ہو سکتا۔

موسیٰ نے قدرے پُر امید ہو کر منصور کی طرف دیکھا لیکن پھر مایوس ہو کر کہنے لگا۔ حالات نے تمہیں بھی میری طرح شاعر بنا دیا ہے۔ مایوسی ہر شخص کو شاعر بنا دیتی ہے۔ میں سارا راستہ دل کو یہ جھوٹی تسلی دیتا آیا تھا کہ بدر بن مغیرہ زندہ ہے ممکن ہے کہ وہ شخص جسے ابو عبداللہ نے قتل کیا ہو کوئی اور ہو یہ بھی ممکن ہے کہ وہ قتل ہونے کی بجائے میری طرح قید میں ہو اور تمہارے دستر خوان پر بیٹھتے وقت بھی میری نگاہیں دروازے پر لگی ہوئی تھیں۔ میں قدرت کے معجزے کا انتظار کر رہا تھا اور جب تم نے

مجھے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھانے کے لئے کہا تو امید کا ٹمٹماتا ہوا چراغ بجھ گیا۔ یہ حقیقت میرے لئے ناقابل برداشت تھی کہ اس محفل میں بدر بن مغیرہ کی جگہ خالی ہو چکی ہے۔ اگر میں آتے ہی اس کا ذکر چھیڑ دیتا تو مجھ سے دستر خوان پر بچوں کی سی حرکت سرزد نہ ہوتی۔ لیکن میں اُسے مردہ نہیں بلکہ زندہ سمجھ کر اس کا انتظار کر رہا تھا۔ اپنے منہ سے کچھ کہنے کی بجائے میں آپ کی زبان سے سُننا چاہتا تھا۔ منصور! میں زندگی اور موت کے مفہوم سے ناآشنا نہیں۔ مرنے والوں کی یاد نے مجھے کبھی نہیں ستایا۔ خواب میں بھی میں انہیں اس دنیا کی بجائے ہمیشہ کسی اور دنیا میں دیکھا ہے۔ ہماری دوستی کا زمانہ بہت مختصر تھا لیکن اس کے باوجود میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ اس دنیا میں وہ مجھ سے بہت زیادہ قریب تھا بلکہ وہ میرے وجود کا ایک حصہ تھا۔

دروازے سے باہر کسی کے پاؤں کی آہٹ سنائی دی۔ منصور نے اپنے چہرے پر ایک معنی خیز مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا۔ آپ بدر بن مغیرہ سے ابھی ملنا چاہتے ہیں ۔

ایک لمحہ کے لئے موسیٰ مبہوت سا ہو کر منصور کی طرف دیکھتا رہا۔ باہر سے پاؤں کی آہٹ پا کر دروازے کی طرف متوجہ ہوا اور اچانک اس کی تمام حسیات سمٹ کر آنکھوں میں آ گئیں ۔ بدر بن مغیرہ سر سے پاؤں تک لوہے میں غرق اس کے سامنے تھا۔

ایک ثانیہ کے لئے موسیٰ بے حس و حرکت کرسی پر بیٹھا رہا۔ آہستہ آہستہ اس کے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں ۔ اس کے ہونٹ کپکپانے ۔ وہ چلایا۔ بدر! بدر!!

بدر نے ایک قدم آگے بڑھ کر ہاتھ پھیلائے ۔ موسیٰ اُٹھا اور اس کے ساتھ لپٹ گیا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ بدر! تم زندہ ہو میرے دل نے مجھے دھوکا نہیں دیا۔ میرے

دوست! میرے رفیق!! میرے بازو!!

بدر کی آنکھوں میں آنسو آ چکے تھے لیکن وہ خاموش تھا اور جب وہ ایک دوسرے کے سامنے بیٹھ گئے تو موسیٰ منصور کی طرف متوجہ ہوا۔ تم دونوں بہت ظالم ہو۔ تم نے مجھے یہاں آتے ہوئے کیوں نہ بتایا۔

منصور نے جواب دیا۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اتنی دیر روپوش رہنے کے بعد آپ کسی سزا کے مستحق نہ تھے۔ بدر سے پوچھئے وہ آپ کے لئے کس قدر بے قرار تھا۔ تاہم ہماری نیت یہ نہ تھی کہ آپ کو پریشان کیا جائے۔ بدر ابھی باہر سے آیا ہے اگر ہم آپ کو پہلے بتا دیتے تو آپ کے لئے انتظار کے چند لمحات بھی ناقابل برداشت ہوتے۔

بشیر نے کمرے میں داخل ہو کر کہا۔ دستر خوان پر آپ کا انتظار ہو رہا ہے۔ آیئے!

بدر نے موسیٰ کی طرف دیکھا اور کہا۔ آپ چلیں میں لباس تبدیل کر کے آتا ہوں۔

کھانا کھانے کے بعد بدر بن مغیرہ، موسیٰ، بشیر اور منصور اور ابو محسن پھر اُسی کمرے میں آ گئے۔ اور دیر تک باتیں کرتے رہے۔ موسیٰ طویل سفر کے بعد یہاں پہنچا تھا۔ اور بدر بھی اپنی ایک دور افتادہ چوکی سے اس قلعے تک پہنچنے میں تین گھوڑے تبدیل کر چکا تھا لیکن اس غیر متوقع ملاقات کے بعد کسی کو نیند یا تھکاوٹ کا احساس نہ تھا۔ دونوں نے اپنی اپنی سرگزشت سنائی۔ اس کے بعد حال اور مستقبل کے متعلق بحث شروع ہوئی۔

موسیٰ نے ابو محسن سے چند سوالات پوچھنے کے بعد کہا۔ میں قید سے رہا ہونے

کے بعد ایک تاجر کا بھیس بدل کر غرناطہ گیا تھا۔ وہاں میں نے صرف دو دن قیام کیا اوران دو دنوں میں اپنے عوام کے متعلق میں نے جو رائے قائم کی ہے وہ یہ ہے کہ اب وہ ذلت کی موت سے بچنے کے لئے ہمارا ساتھ دیں گے۔ فرڈی نیڈ کے متعلق اب کسی کو غلط فہمی نہیں۔ دوسرے شہروں سے قریباً چار لاکھ مہاجر غرناطہ میں داخل ہو چکے ہیں اوراُن کی مظلومیت کی داستانیں سُن کر غرناطہ کے ہر باشندے کو یہ یقین ہو چکا ہے کہ اگر ابو عبداللہ نے فرڈی نیڈ کی افواج کے لئے غرناطہ کے دروازے کھول دے تو ان کا انجام مالقہ اور دوسرے شہروں کے مسلمانوں سے مختلف نہ ہوگا۔ رضا کاروں کے دستے شہر کے دروازوں پر پہرہ دے رہے ہیں۔ الحمراء کے دروازے پر ابو عبداللہ کے خلاف شب و روز مظاہرے ہوتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اگر ابو عبداللہ نے عوام کے جذبات کا احترام نہ کیا تو فوج عوام کا ساتھ دے گی اورغداروں کی جماعت بھی اب یہ محسوس کر رہی ہے کہ انہیں اپنے محل فرڈی نیڈ کے سپاہیوں کے لیے خالی کرنے پڑیں گے۔ پہلے اُنہیں یہ یقین تھا کہ وہ ابو عبداللہ کی حکومت اور فرڈی نیڈ کی سرپرستی سے فائدہ اُٹھا کر عوام کو دونوں ہاتھوں سے لوٹیں گے۔ لیکن اب اُن پر یہ خوف طاری ہو رہا ہے کہ اگر غرناطہ فرڈی نیڈ کے قبضے میں چلا گیا تو انہیں اپنے سے زیادہ خطرناک اور بے رحم ڈاکوؤں سے واسطہ پڑے گا۔ طریف کے ایک ساتھی نے ابو عبداللہ کو اس کا آخری پیغام پہنچا دیا ہے۔ اور ابو عبداللہ اوراس کے ساتھی محسوس کر رہے ہیں کہ اگر فرڈی نیڈ کے آدمی طریف جیسے آدمی کو قتل کر سکتے ہیں تو اُن میں سے کسی کو بھی اپنے متعلق خوش فہمی نہیں ہونی چاہیے۔ مجھے یقین ہے کہ فرڈی نیڈ غرناطہ پر حملہ کرنے میں تاخیر نہیں کرے گا۔ وقت تھوڑا ہے اور ہمیں ابھی بہت کچھ کرنا ہے۔

بدر نے کہا۔فرڈی نیڈ کی افواج مالقہ سے روانہ ہو چکی ہیں۔ مجھے آج دوپہر یہ اطلاع مل گئی تھی۔

موسیٰ نے چونک کر کہا۔ اگر یہ صحیح ہے تو میرا غرناطہ فوراً پہنچنا ضروری ہے۔

بدر بن مغیرہ نے کہا۔ میرا خیال ہے کہ آپ ابھی تک غرناطہ کے لوگوں کے متعلق غلط فہمی میں مبتلا ہیں

موسیٰ نے کہا۔ جب میں یہ سمجھتا تھا کہ اہل غرناطہ عزت کی زندگی کے حصول کے لئے ہمارا ساتھ دیں گے تو یہ ایک خوش فہمی تھی لیکن اب وہ ذلت کی موت سے بچنا چاہتے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ جب اُن کے سامنے موت کے سوا کوئی راستہ نہ ہوگا تو وہ ذلت کی موت پر عزت کی موت کو ترجیح دیں گے۔ فرڈی نیڈ کے خلاف ہماری یہ پہلی جنگ ہوگی جس میں شاید قوم کے پرانے غدار اور عافیت پسند لوگ بھی ہمارا ساتھ دیں گے۔

بدر بن مغیرہ نے کہا۔ اور اس جہاد کے لئے آپ پھر ابو عبداللہ کے مقدس ہاتھ پر بیعت کریں گے۔

موسیٰ نے پریشان ہو کر جواب دیا۔ میں ابو عبداللہ کے لئے نہیں غرناطہ کے لئے آپ کے پاس آیا ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ اہل غرناطہ کے متعلق مجھے غلط فہمی ہو لیکن آپ کے متعلق مجھے غلط فہمی نہیں۔ اگر میں یہاں نہ بھی آتا تو بھی آپ اہل غرناطہ کی مدد کے لئے پہنچتے۔

بدر بن مغیرہ نے ایک لمحہ کے لئے خاموش رہا اور پھر اُٹھ کر کھڑکی کے قریب جا کر باہر جھانکنے لگا۔ اس کی پیٹھ موسیٰ کی طرف تھی۔

موسیٰ نے کہا۔ بدر! اگر مجھے یہ یقین نہ ہوتا کہ ہم ان حالات میں بھی غرناطہ کی

چار دیواری کی حفاظت کر سکتے ہیں تو میں ایک گمنام سپاہی کی حیثیت میں تمہارے مجاہدین کی جماعت میں شامل ہو جاتا لیکن مجھے یہ یقین ہے کہ ہم تمہاری مدد کے ساتھ یہ جنگ جیت سکتے ہیں غرناطہ میں اس وقت بھی ایک لاکھ سے زیادہ رضا کار بھرتی کیے جا سکتے ہیں۔

بدر بن مغیرہ نے اچانک مُڑ کر موسیٰ کی طرف دیکھا اور کہا۔موسیٰ !تم جانتے ہو کہ میں غرناطہ کو بچانے کے لئے بڑی سے بڑی قربانی سے دریغ نہیں کروں گا۔لیکن گزشتہ واقعات نے مجھے یہ سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کہ کیا ہم غرناطہ کو بچا سکتے ہیں۔کیا غرناطہ کے لئے ہماری گزشتہ قربانیاں کسی کام آسکیں؟اور اب بھی اگر ہم غرناطہ کو اپنا دفاعی مورچہ بنائیں تو کیا ہماری مزید قربانیاں رائیگاں نہ جائیں گی؟ ہم کب تک ان گرتی ہوئی دیواروں کو سہارا دیں گے جن کی بنیادیں ہل چکی ہیں اور ہمارا خون کب تک اس درخت کی آبیاری کرتا رہے گا جس کی جڑوں کو کیڑے لگے ہوئے ہیں۔میری باتیں ذرا تلخ ہیں لیکن اب حقیقت کے بھیانک چہرے کو الفاظ کے حسین پردوں میں چھپانے کی کوشش بے سود ہے۔میں یہ ماننے کے لئے تیار ہوں کہ غرناطہ کے عوام اپنی غلطیوں کو محسوس کر رہے ہیں۔ان کے دل میں مدافعت کا جذبہ اُبھر رہا ہے۔اور وہ شاید لڑیں گے لیکن بدقسمتی سے آج بھی ان کا امیر ابو عبداللہ ہے اور آج بھی وہی لوگ برسرِ اقتدار ہیں جن کی غداریوں کے باعث ہماری شاندار فتوحات شکستوں میں تبدیل ہو کر رہ گئیں۔اہل غرناطہ کے کندھوں پر لاشوں کا بوجھ ہے جنہیں آج سے کئی برس پہلے دفن کر دینا ضروری تھا۔تم کہتے ہو کہ لوگ الحمراء کے دروازے پر شب و روز مظاہرے کرتے ہیں۔لیکن کیا ان مظاہروں سے ان کا مقصد یہ نہیں کہ ابو عبداللہ اپنے محل سے نکل کر ان کی راہنمائی کرے۔میں اُن

لوگوں کے متعلق کیا کہوں جو میدان جنگ میں راہنمائی کے لیے ایک بوسیدہ لاش اُٹھا کر اپنے کندھوں پر رکھ لیں۔موسیٰ! الحمراء کی تعمیر میں ہمارے اسلاف کا خون اور پسینہ صرف ہوا ہے۔لیکن اگر آج اُس کی دیواریں ابوعبداللہ جیسے غداروں کو پناہ دیتی ہیں تو خدا کے لئے اہل غرناطہ سے کہو کہ وہ ان دیواروں کو گرا دیں۔اگر الحمراء کے دروازے اُن کے ہاتھوں کو قوم کے غداروں کی شہ رگ تک پہنچنے سے روکتے ہیں تو ان دروازوں کو توڑ ڈالو۔اگر مردوں نے اقتدار سنبھال کر کرسیاں سنبھال رکھی ہیں تو انہیں کرسیوں سمیت دفن کر دو۔

آپ کو غلط فہمی نہ ہو۔ہماری تلواریں کسی بادشاہ کے لئے بے نیام نہیں ہوئی تھیں۔ہمیں غرناطہ کے نام نہاد شاہی خاندان سے کوئی محبت نہ تھی۔ابو الحسن کی دعوت پر ہم نے اس لئے لبیک کہا کہ اس نے قوم کو دشمن کی غلامی سے نجات دلانے کا عہد کیا تھا۔ہم نے الزغل کی قیادت اس لئے قبول کی کہ وہ قوم کی آزادی کے لئے میدان جنگ میں کودا تھا۔لیکن ہماری ناکامیوں کا باعث صرف یہ تھا کہ انہوں نے میدان میں کودنے سے پہلے غرناطہ کو منافقین کے وجود سے پاک کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔الزغل کو موقع ملا لیکن اُس نے اپنے بھتیجے کو تختہ دار پر لٹکانے کی بجائے اسے لوشہ کا حاکم بنا دیا اور یہ شہر فرڈی نیڈ کے حوالے کر دیا۔

ابو محسن سے پوچھیے۔اُسے اہل غرناطہ کی راہنمائی کا موقع ملا لیکن اس نے بھی وہ غلطی کی اس نے رضا کاروں کی فوج تیار کی اور ابوعبداللہ کو اپنا راہنما بنا لیا لیکن ابو عبداللہ کے ساتھ غدار بھی میدان میں پہنچ گئے اور ان کی فتوحات شکست میں تبدیل ہو گئیں۔

موسیٰ! اگر تم جہاد کی دعوت لے کر آئے ہو تو یہاں سے مایوس ہو کر نہیں جاؤ

گے ۔لیکن کیا یہ ضروری ہے کہ ان تمام واقعات کے بعد بھی ہم عبداللہ اور اس کے ساتھیوں کا تابوت اُٹھائے پھریں آپ اطمینان رکھیں ۔ہم سیلاب کے سامنے آنکھیں بند کرنے والوں میں سے نہیں لیکن تنکوں کی کشتی پر بیٹھنے کی بجائے ہم اپنے بازووں پر بھروسہ کریں گے ۔ہم ریت کی دیواروں کی پناہ لے کر اپنے آپ کو دھوکا نہیں دیں گے ۔

تم کہتے ہو کہ اب ابوعبداللہ اور اس کے ساتھی اپنے مفاد خطرے میں دیکھ کر عوام کا ساتھ دیں گے لیکن اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ کل اگر فرڈی نیڈ اُنہیں یہ یقین دلا دے کہ تمہارا مفاد خطرے میں نہیں تو میں تمہیں عوام کے کندھوں پر سوار رہنے اور قوم کا خون چوسنے کی اجازت دیتا ہوں تو وہ قوم کا ساتھ نہیں چھوڑ دیں گے؟ جب تک یہ لوگ زندہ ہیں غرناطہ کی زندگی خطرے میں ہے اور میں ان کی غیر طبعی زندگی میں اضافہ نہیں کرنا چاہتا۔مجھے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا ہوں اس کے باوجود اگر تم حکم دیتے ہو تو میں حاضر ہوں اور میرے تمام سپاہی حاضر ہیں

بدر بن مغیرہ اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔موسیٰ کچھ دیر سوچتا رہا۔بالآخر اُس نے کہا۔ آپ کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ فرڈی نیڈ غرناطہ پر حملہ کرنے والا ہے۔اور خدا شاہد ہے کہ اس وقت میرے سامنے صرف یہ سوال ہے کہ اندلس کے مسلمانوں کے اس آخری حصار کو بچایا جائے ۔ہمارے لئے یہ وقت ابوعبداللہ کے متعلق سوچنے کا نہیں ۔وقت آنے پر ہم سب غداروں سے نپٹ لیں گے ۔کیا آپ سمجھتے ہیں کہ میرے دل میں ان لوگوں کے لئے کوئی رحم ہو سکتا ہے جن کے باعث ہماری قوم کی ہزاروں بیٹیوں کی عصمت لٹ چکی ہے ۔لیکن اب ایک طرف دشمن ہمارے سینے پر نیزہ تانے کھڑا ہے اور دوسری طرف یہ مجرم ہیں ۔اگر ہم ان کی طرف متوجہ ہو جائیں تو

دشمن کا وار خالی نہیں جائے گا۔ اگر خدانخواستہ فرڈی نیڈ نے غرناطہ فتح کرلیا تو ہم ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائیں گے۔ بدر! میرے سامنے اس وقت کئی لاکھ عورتوں کی عصمت بچانے کا سوال ہے۔ اگر ہم نے نصرانیوں کو پسپا کر دیا تو ان منافقین کے لئے صرف دو ہی راستے ہوں گے۔ یا تو یہ قوم کے پیچھے لگ جائیں گے اور یا قوم کے پاؤں تلے کچلے جائیں گے۔ میں صبح ہوتے غرناطہ چلا جاؤں گا۔ اگر فرڈی نیڈ کا رخ غرناطہ کی طرف ہے تو چند دن تک آپ کو اہل غرناطہ کی قوت مدافعت کا حال معلوم ہو جائے گا۔ اگر مجھے مایوسی ہوئی تو میں یہ سمجھ لوں گا کہ غرناطہ کی بجائے یہ جنگل اور پہاڑ ہمارا آخری حصار ہے۔ میں آپ کے پاس چلا آؤں گا اور وہ لوگ میرے ساتھ ہوں گے جو دشمن کے ساتھ آخری دم تک لڑنے کا فیصلہ کر چکے ہیں

بدر نے کہا۔ یہ آپ کو معلوم ہے کہ جب آپ دشمن کے خلاف تلوار اُٹھائیں گے تو ہماری تلواریں نیام میں نہیں رہ سکیں گی۔ اگر اہل غرناطہ کا کوئی گروہ آخری دم تک لڑنے کا فیصلہ کر چکا ہے تو آپ ان کو یہاں آنے کا مشورہ نہ دیں۔ وہ صرف مایوسی کے وقت یہاں آئیں گے۔ اور یہاں مایوس ہونے والوں کے لئے کوئی جگہ نہیں۔ وہ اگر اپنی جگہ پر ڈٹے رہے تو صرف ہم ہی نہیں بلکہ دنیا کے ہر گوشے سے مسلمان اُن کی مدد کے لئے پہنچیں گے۔ ابو عبداللہ اور اس کے ساتھیوں کے متعلق میں پھر یہ کہوں گا کہ اگر حالات آپ کو ان کی خلاف کسی فوری اقدام کی اجازت نہ دیں تو بھی اُن کی کڑی نگرانی ضروری ہے۔

موسیٰ نے کہا۔ اگر آپ کو اعتراض نہ ہو تو میں ابو محسن کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔

ہمیں کیا اعتراض ہوسکتا ہے۔ آپ ہم میں سے جس کو چاہیں اپنے ساتھ لے

جا سکتے ہیں ۔صبح کی نماز کے بعد بدر بن مغیرہ اور اس کے ساتھ موسیٰ اور ابو محسن کو الوداع کہہ رہے تھے ۔

(۴)

فرڈی نیڈ نے غرناطہ کا محاصرہ کر رکھا تھا ۔اس کی ٹڈی دل فوج نے بار بار شہر پناہ پر حملے کیے لیکن ہر بار تیروں کی بارش میں انہیں پیچھے ہٹنا پڑا ۔تاہم فرڈی نیڈ اور اس کے سپاہی طاقت کے نشے میں چور تھے ۔انہوں نے معمولی نقصانات کی پرواہ نہ اور شہر کا محاصرہ جاری رکھا ۔اردگرد کی بستیوں کے لوگ نصرانیوں کی پیش قدمی کی خبر سنتے ہی شہر میں پناہ لے چکے تھے ۔فرڈی نیڈ کے سپاہیوں نے ان کے سرسبز باغات برباد اور فصلیں تباہ کر ڈالیں ۔

اہل شہر کی قیادت موسیٰ کے ہاتھ میں تھی اور اس کی روح پرور تقریروں سے اہل غرناطہ میں ایک نئی زندگی آ چکی تھی ۔قوم کے افراد کی طرح ابو عبداللہ اور اُس کے ساتھی بھی اُسے پنا راہنما تسلیم کر چکے تھے اور قوم اُن کے گزشتہ گناہ بھول چکی تھی ۔علماء اپنے شاگردوں اور عقیدتمندوں اور سردار اپنے اپنے قبائل کی طرف فرڈی نیڈ کے خلاف اعلان جہاد کر چکے تھے ۔نوجوانوں کے جوش وخروش کا یہ عالم تھا کہ وہ دو با اثر سرداروں کو فرڈی نیڈ کے جاسوس ہونے جرم میں پھانسی کی سزا دے چکے تھے ۔

فرڈی نیڈ کو یقین تھا کہ سامانِ رسد ختم ہونے پر اہل شہر خود بخود ہتھیار ڈال دیں گے ۔لیکن ایک دن طلوع آفتاب سے تھوڑی دیر قبل فرڈی نیڈ کی فوج نیند سے بیدار ہو رہی تھی ۔شہر کے تمام دروازے کھل گئے اور مسلمانوں نے باہر نکل کر حملہ کر دیا ۔یہ حملہ فرڈی نیڈ کی توقع کے خلاف تھا ۔آن کی آن میں مسلمان قریبا چار ہزار

نصرانیوں کو موت کے گھاٹ اُتار چکے تھے۔ اتنی دیر میں فرڈی نیڈ کے تیر انداز خندقوں میں جم کر بیٹھ گئے اور اس کی پیادہ اور سوار فوج کو منظم ہونے کا موقع مل گیا۔ موسیٰ نے ایک ہزار جانباز سواروں کے ساتھ شہر کے مغربی دروازے سے نکل کر حملہ کیا اور دشمن کی کئی صفیں درہم برہم کر ڈالیں اور تیر اندازکے اگلے مورچوں پر قبضہ کرلیا۔

جنوبی دروازے سے ابوعبداللہ نمودار ہوا اور دشمن کی فوج کے سپاہی یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ غرناطہ کا کٹھ پتلی بادشاہ ابھی تک نیزہ بازی اور شہسواری میں اپنے اسلاف کی روایات نہیں بھولا۔

دوپہر تک فرڈی نیڈ کی فوج ہر محاذ سے پیچھے ہٹتی رہی لیکن تیسرے پہر وہ آخری خندق کے پیچھے اپنی سوار اور پیادہ افواج منظم کر چکے تھے اور غرناطہ کے حملہ آوروں کے لئے آگے بڑھنا ناممکن نہ تھا۔ فریقین کی صفوں کے درمیان تیر کی پرواز حدِ فاصل بن چکی تھی۔ ابوموسیٰ کے پاس پیادہ فوج کی کمی نہ تھی۔ لیکن اُس نے حملے کا حکم نہ دیا۔ اُس کے تیر انداز شہر پناہ کے اردگرد مورچے بنا چکے تھے۔ اس کے سوار چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں آگے بڑھ کر حملہ کرتے اور دشمن کو نقصان پہنچانے کے بعد واپس آجاتے۔

فرڈی نیڈ بھاری نقصان اُٹھانے کے باوجود اس صورتِ حال سے پریشان نہ تھا۔ اُسے یقین ہو چکا تھا کہ فاقہ کشی نے مسلمانوں کو شہر سے باہر آکر لڑنے پر مجبور کردیا ہے اور ایک دو دن میں اُن کی رہی سہی ہمت جواب دے جائے گی۔ اس لئے اُس نے جوابی حملہ کرنے کی بجائے اپنے سپاہیوں کو فقط مدافعت کی جنگ لڑنے کا حکم دیا۔

ظہر کی نماز کے بعد موسیٰ نے شہر کے چاروں طرف اپنی فوج کی صفیں درست کیں اور سالاروں کو حکم دیا کہ وہ آخری حملے کے لیے تیار رہیں۔ وقت آنے پر شہر پناہ کے ہر برج سے نقیب اُنہیں آوازیں دیں گے اور وہ آواز سنتے ہی دشمن پر حملہ کر دیں۔

تجربہ کار لوگ اس حملہ کے نتائج کے متعلق پُر امید نہ تھے بلکہ وہ اس حملہ کو خودکشی کے مترادف سمجھتے تھے۔ دشمن کے تیر اندازوں کے مورچوں پر سیدھا حملہ بہت خطرناک تھا اور اس کے علاوہ فرڈی نیڈ کے سواروں کی تعداد موسیٰ کے سواروں سے کم از کم آٹھ گنا تھی اور پیادہ فوج جس پر موسیٰ کی طاقت کا دارومدار تھا، اس حملے میں زیادہ کام نہیں دے سکتی تھی۔ لیکن عوام کو موسیٰ پر اعتماد تھا۔ وہ اس کے اشارے پر آگ میں کودنے کے بھی تیار تھے۔

فوج کو ہدایات دینے کے بعد موسیٰ شہر کے دروازے میں داخل ہوا اور گھوڑے سے اُتر کر فصیل پر چڑھ گیا۔ باری باری ہر دروازے کے بُرج پر کھڑے ہو کر اُس نے اُفق کی طرف نگاہ دوڑائی۔ ڈھلتے ہوئے سائے اُس کی مایوسی میں اضافہ کرنے لگے۔ وہ فصیل پر بھاگتا ہوا ایک دروازے سے اُتر کر دوسرے دروازے پر پہنچتا اور پہریداروں سے پوچھتا۔ ابھی تک تمہیں کچھ نظر نہیں آیا؟ اور جب پہریدار نفی میں جواب دیتے تو اطمینان کے لئے خود افق کی طرف دیکھتا۔

دوسری طرف فرڈی نیڈ قسطلہ کے بشپ سے کہہ رہا تھا کہ مقدس باپ! آپ دعا کریں کہ دشمن ہم پر حملہ کرنے کا ارادہ ملتوی نہ کرے۔ اگر آپ کی دعا قبول ہوئی تو یہ جنگ آج ہی ختم ہو جائے گی۔ اور بشپ مریم کی مورتی کے سامنے دو زانو ہو کر دعا کر رہا تھا۔

(۵)

موسیٰ تیسری بار شہر کے دروازے کے برج کی سیڑھیوں پر چڑھ رہا تھا کہ اوپر سے پہریدار نے آواز دی۔اُفق پر گرد دکھائی دے رہی ہے۔شاید کوئی فوج آرہی ہے۔

موسیٰ بھاگتا ہوا بُرج پر پہنچا اور اُفق کی طرف دیکھ کر چلایا۔وہ آگئے۔وہ آگئے!! ہمارے عقاب آگئے!!! آج خدا نے ہمیں فتح دی ہے۔

اور جب گرد کے بادلوں میں سوار دکھائی دینے لگے تو موسیٰ کی آنکھوں سے تشکر کے آنسو اُبل پڑے۔اُس نے بُرج سے نیچے دیکھتے ہوئے بلند آواز میں کہا۔ہوشیار۔

اور فصیل پر کھڑے ہونے والے نقیبوں نے آن کی آن میں امیر عسا کر کی آواز سپاہیوں کے کانوں تک پہنچا دی۔سواروں نے نیزے تان لیے اور پیادوں نے تلواریں سونت لیں۔

موسیٰ نے۔بزن۔کہا اور فصیل کے ہر کونے سے بزن کی آواز گونجی۔موسیٰ بھاگتا ہوا باہر نکلا اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔

دوسری طرف فرڈی نیڈ قسطلہ کے بشپ سے کہہ رہا تھا۔مقدس باپ! آپ دعا قبول ہوئی موت کو دشمن کے دروازے پر دستک دینے کی ضرورت نہیں، اب وہ خود موت کی آغوش کی طرف بڑھ رہا ہے۔

ڈوبتے ہوئے سورج کی آخری نگاہیں ہلال وصلیب کے علم برداروں کا ایک اور معرکہ دیکھ رہی تھیں۔اہل غرناطہ تیروں کی بارش میں آگے بڑھے۔فرڈی نیڈ نے سواروں کو حملے کا حکم دیا اور گھمسان کی جنگ ہونے لگی۔

موسیٰ ابو عبداللہ اور ابو محسن شہر کی تین اطراف سے سواروں کے دستوں کی راہنمائی کر رہے تھے۔۔۔۔اور پیادہ فوج تیر اندازوں کے مورچوں پر یورش کر چکی تھی۔موسیٰ شمالی دروازے کی طرف دشمن کی صفوں کو توڑتا ہوا آگے نکل گیا۔ فرڈی نیڈ گھوڑا بھگا کر آگے بڑھا اور بلند آواز میں چلایا۔اس دستے کے ایک سوار کو بھی واپس شہر تک پہنچنے کا موقع نہ دو۔تعاقب مت کرو وہ واپس آئیں گے۔

موسیٰ پانچ سو سواروں کے ساتھ دشمن کی صفوں سے گزرنے کے بعد ایک باغ کے گھنے درختوں کے پیچھے غائب ہو گیا اور فرڈی نیڈ کے تیر انداز اس کی واپسی کا انتظار کرنے لگے۔لیکن موسیٰ شہر کی دوسری طرف اس کی فوج کے عقب میں جا نکل اور اس کے ساتھ ہی شمال سے ایک نئی فوج نمودار ہوئی۔وہ فوج جس کا موسیٰ اور ابو محسن کے سوا کسی کو علم نہ تھا۔

سرحدی عقاب کے مجاہد اہل غرناطہ کی مدد کے لئے پہنچ چکے تھے۔بدر بن مغیرہ نے دشمن کے عقب میں تین ہزار سواروں کے ساتھ حملہ کیا اور آن کی آن میں دشمن کی صفیں روند ڈالیں۔فرڈی نیڈ نے بدحواس ہو کر فوج کو دائیں طرف ہٹنے کا حکم دیا لیکن اتنی دیر میں موسیٰ عقب سے حملہ کر چکا تھا۔اب فرڈی نیڈ کی فوج کے سامنے بدر بن مغیرہ کے سوار تھے اور پیچھے موسیٰ کے جانباز تھے۔تیسری طرف فرڈی نیڈ کی فوج ابو عبداللہ کے سواروں کو پیچھے ہٹا چکی تھی۔لیکن یہاں بھی نصرانیوں کو ایک غیر متوقع مصیبت کا سامنا کرنا پڑا۔ان کے عقب سے اچانک دو ہزار سوار نمودار ہوئے اور شام کے دھندلکے میں انہوں نے یہ خیال کیا کہ ان کے لئے کمک پہنچ گئی ہے۔ لیکن جب باہر سے آنے والوں نے اللہ اکبر کے نعروں کے ساتھ حملہ کر دیا تو نصرانی انتہائی انتشار کی حالت میں بائیں طرف ہٹنے لگے۔ابو عبداللہ کی قیادت میں جو سوار

شہر کی طرف پسپا ہو رہے تھے۔انہوں نے صورت حال کی تبدیلی محسوس کرتے ہی پلٹ کر حملہ کر دیا۔اب فرڈی نیڈ کی تمام فوج ہر طرف سے سمٹ کر ایک طرف جمع ہو چکی تھی۔ان کے دائیں اور بائیں بازوؤں پر بدر بن مغیرہ اور منصور بن احمد کے سوار تھے۔عقب میں موسیٰ کے جانباز اور سامنے غرناطہ کی باقی فوج ابو عبداللہ اور ابو محسن کی قیادت میں لڑ رہی تھی۔چوتھی طرف شہر پناہ کا وہ حصہ جس کے ساتھ دریا بہتا تھا پرسکون تھا۔

بارھویں رات کے چاند کی روشنی کے باعث جنگ کی تیزی میں کوئی فرق نہ آیا۔دشمن کی فوج آہستہ آہستہ پیچھے ہٹ رہی تھی اور ابو موسیٰ کے ساتھ عقب سے حملہ کرنے والے مٹھی بھر جانباز ان کا راستہ روکنے کے لئے کافی تھے۔

منصور گھوڑا دوڑا کر دشمن کی فوج کے گرد ایک چکر کاٹنے کے بعد عقب میں پہنچا اور اس نے موسیٰ سے کہا۔آپ اپنے دستے کو یہاں سے فوراً ہٹا لیں۔

موسیٰ نے کہا۔لیکن میرے خیال میں یہ بہتر ہوگا کہ میں یہاں سے ہٹنے کی بجائے اپنی فوج کا ایک حصہ یہاں منتقل کر لوں۔وہ دائیں یا بائیں چکر کاٹ کر یہاں پہنچ سکتے ہیں۔اگر ہم انہیں دھکیل کر شہر کی طرف لے جائیں تو وہ شہر پناہ پر ہمارے تیراندازوں کی زد میں آ جائیں گے۔

لیکن اگر وہ شہر میں داخل ہو گئے تو؟

میں دروازے بند کرنے کا حکم دے چکا ہوں۔

آپ کی یہ تجویز بُری نہ تھی لیکن شہر کی پیادہ فوج کو اتنی جلدی عقب میں نہیں لایا جا سکتا۔دشمن کے سواروں کی تعداد ہم سے بہت زیادہ ہے اور اگر وہ دائیں بائیں طرف کترا کر نکلنا چاہیں تو ہم سخت نقصان اُٹھائے بغیر اُنہیں نہیں روک سکیں گے۔

یہ بحث کا وقت نہیں اگر آپ نے تاخیر سے کام لیا تو مجھے ڈر ہے کہ دشمن کو ہماری ایک نہایت اہم چال کا علم ہو جائے گا۔

موسیٰ نے کہا۔ بہت اچھا اگر آپ کی تجویز کے ساتھ بدر بن مغیرہ کو اتفاق ہے تو مجھے یہاں سے فوج ہٹانے میں کوئی اعتراض نہیں۔

ہم دونوں ایک ہی دماغ کے ساتھ سوچتے ہیں۔ آپ یہ محاذ چھوڑ کر دوسری طرف پہنچ جائیں لیکن فوراً ورنہ دشمن چوکنا ہو جائے گا۔ آپ تھوڑی دور پسپا ہوتے جائیں اور پھر دشمن کے پیچھے ہٹنے کا میدان خالی کر دیں۔

یہ جنگ ایک فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہو چکی تھی۔ نصرانی تین اطراف سے دب کر پیچھے ہٹ رہے تھے۔ یہ حالت دیکھ کر فرڈی نیڈ اپنے اُن محفوظ دستوں کو میدان میں لانے پر مجبور ہو گیا جو میدان جنگ سے باہر خیموں کی حفاظت کر رہے تھے۔ نصرانیوں کے اُکھڑتے ہوئے پاؤں پھر ایک بار جم گئے۔

اچانک میدان جنگ سے کچھ دور ایک گھنے باغ کے درختوں کی آڑ سے سرحدی مجاہدین کا ایک تازہ دم دستہ نمودار ہوا۔ یہ سوار جن کی تعداد ایک سو کے لگ بھگ تھی۔ اپنے ہاتھوں میں جلتی ہوئی مشعلیں لئے ہوئے تھے اور اُن کا رُخ میدان جنگ کی بجائے فرڈی نیڈ کی فوج کے پڑاؤ کی طرف تھا۔ پڑاؤ سے حفاظتی دستوں کا بیشتر حصہ میدان میں آ چکا تھا۔ فرڈی نیڈ کے رہے سپاہیوں نے خیموں اور رسد کے ذخیروں کو بچانے کی کوشش کی لیکن برق رفتار سوار ایک طرف سے پڑاؤ میں داخل ہوئے اور خیموں کو آگ لگاتے ہوئے دوسری طرف نکل گئے۔ محافظ فوج ابھی سنبھلنے نہ پائی تھی کہ مشعل برداروں کا ایک اور دستہ عقب سے نمودار ہوا۔

ایک خیمے میں قسطلہ کا بشپ اور اس کے ساتھ کوئی تیس راہبر مریم مقدس کے

مجسمے کے سامنے جھک کر صلیب کی فتح کے لئے دُعائیں مانگ رہے تھے۔ باہر سے پہریداروں نے شور مچانا شروع کر دیا۔ مقدس باپ خیمے کو آگ لگ چکی ہے۔

خیموں کے علاوہ سوکھی گھاس کے ایک بہت بڑے ذخیرے کو آگ لگ جانے کے باعث روشنی میدان جنگ تک پہنچ رہی تھی۔ نصرانی فوج کے سپاہی اپنے سالاروں اور سالار اپنے سپہ سالار کے حکم کا انتظار کئے بغیر خیموں کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کے ساتھ ہی بدر بن مغیرہ کے تمام سوار ان پر ٹوٹ پڑے۔

پسپا ہونے والی فوج کے لئے اپنے پڑاؤ میں چاروں طرف جلتے ہوئے خیموں کے درمیان کوئی جائے پناہ نہ تھی۔ آگ کی روشنی میں تعاقب کرنے والے انہیں گھیر گھیر کر موت کے گھاٹ اُتار رہے تھے۔ بدحواس گھوڑے خیموں کی رسیوں میں اُلجھ کر گر رہے تھے۔

فرڈی نیڈ نے پسپائی کا بگل بجانے کا حکم دیا اور اُس کی رہی سہی فوج پڑاؤ میں جلتے ہوئے خیموں کو چھوڑ کر بھاگ کھڑی ہوئی۔ موسیٰ نے پیادہ فوج کو سامان رسد کے ذخیرے بچانے اور سواروں کو اپنے ساتھ تعاقب جاری رکھنے کا حکم دیا۔

بدر بن مغیرہ اور منصور بن احمد نے دشمن کو دائیں اور بائیں طرف سے گھیر رکھا تھا اور غرناطہ کے سوار اُن کے پیچھے تھے۔ فرڈی نیڈ کی فوج کے لئے فقط سامنے کا راستہ کُھلا تھا۔

کوئی تین کوس دشمن کا تعاقب کرنے کے بعد بدر بن مغیرہ نے موسیٰ کے قریب پہنچ کر بلند آواز میں کہا۔ یہاں سے تھوڑے فاصلے پر ایک ندی ہے۔ اپنے دستوں کو روکیے۔ دشمن ہمارے آخری وار کی زد میں آچکا ہے۔ تیر انداز سواروں کو آگے کر دیجیے۔ دشمن بہت جلد واپس آئے گا۔

موسیٰ نے فوج کو رکنے کا حکم دیا۔ وہ یہ سمجھ چکا تھا کہ بدر بن مغیرہ نے اہل غرناطہ کو مصلحتاً اپنی تجاویز سے آگاہ نہیں کیا۔ وہ یہ بھی اندازہ لگا چکا تھا کہ ندی کے پاس پہنچ کر دشمن کے لئے بدر بن مغیرہ کے ترکش کے آخری تیر کس قدر خطرناک اور تباہ کن ثابت ہوں گے۔

فرڈی نیڈ نے یہ سمجھ کر کہ دشمن ان کا تعاقب چھوڑ چکا ہے ندی سے کچھ فاصلے پر گھوڑا روکا۔ اپنے منتشر دستوں کو جمع کیا لیکن دائیں اور بائیں بازو سے دشمن کے سواروں کی آہٹ پا کر اس نے فوج کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ ندی کے کنارے پہنچ کر شکست خوردہ فوج کو ایک نئی پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔ پُل ٹوٹا ہوا تھا اور آس پاس ان سپاہیوں کی لاشیں بکھری ہوئی تھیں جنہیں فرڈی نیڈ نے اُس پُل کی حفاظت پر متعین کر رکھا تھا۔

اہل قسطلہ کو پہلی بار یہ احساس ہوا کہ ندی کے پار ایک نئی مصیبت ان کا انتظار کر رہی ہے لیکن فرڈی نیڈ کے لئے سوچنے کا وقت نہ تھا۔ اُس نے فوج کو ندی عبور کرنے کا حکم دیا۔ ندی کا پاٹ زیادہ نہ تھا۔ پانی بھی مشکل سے سواروں کی رکابوں تک پہنچتا تھا لیکن کنارے بلند تھے۔

جونہی اگلی صف کے سواروں کے گھوڑے پانی میں کودے۔ بہتے ہوئے پانی کے دھیمے راگ نے ایک ہنگامے کی صورت اختیار کر لی۔ دوسرے کنارے سے اللہ اکبر کی صدا بلند ہوئی اور اُس کے ساتھ ہی درختوں کی آڑ سے تیروں کی بارش ہونے لگی۔

سوار زخمی ہو کر پانی میں گر رہے تھے اور گھوڑے بدحواس ہو کر ادھر اُدھر بھاگ رہے تھے۔ انہوں نے اپنے گھوڑوں کی باگیں موڑ لیں اور پیچھے ہٹنے لگے اور ندی

سے جو بچ گئے وہ بھی واپس مڑنے لگے۔ اتنی دیر میں دائیں بازو سے تعاقب کرنے والے سوار ان کے سر پر پہنچ چکے تھے۔ اب صرف عقب خالی تھا لیکن جب وہ پیچھے مڑے تو تھوڑی دور جانے کے بعد موسیٰ کے تیراندازوں کی زد میں آ چکے تھے۔ تیروں کی زد سے گزرنے کے بعد اُن کے سامنے نیزہ بازوں کی دیوار کھڑی تھی۔ منصور بن احمد دایاں بازو چھوڑ کر غرناطہ کے سواروں کے ساتھ مل چکا تھا۔ اہل قسطلہ دائیں طرف مڑے۔ اب ان کی کوشش یہ تھی کہ ندی کے ساتھ ساتھ جنوب کی طرف بڑھتے جائیں اور کسی محفوظ مقام سے ندی عبور کر لیں لیکن ندی کے دوسرے کنارے اب سواروں کا ایک دستہ ان کے ساتھ ساتھ بڑھ رہا تھا اور وہ بھاگتے ہوئے تیر بھی برساتے جا رہے تھے۔ جنوب کی طرف زونیل عبور کرنے کے سوا اس کے لئے کوئی راستہ نہ تھا۔ یہ ندی جس کے کنارے کے ساتھ ساتھ اُس کی فوج کا تعاقب ہو رہا تھا اسی دریا سے نکلتی تھی۔ عقب اور بائیں ہاتھ سے تعاقب کرنے والے اُنہیں بُری طرح ندی کی طرف دھکیل رہے تھے۔ ندی کے دوسرے کنارے سے تیراندازوں کا دستہ جو تازہ دم گھوڑوں پر سوار تھا ان پر لگاتار تیروں کی بارش کر رہا تھا۔

دریا کے قریب پہنچتے پہنچتے فرڈی نیڈ کی فوج کے بے شمار گھوڑے اپنے سواروں کے بوجھ سے نجات حاصل کر چکے تھے۔ مجاہدین نیزوں کی بجائے تلواروں سے ان کا قتل عام کر رہے تھے۔ ان کے بازو شل ہو چکے تھے لیکن فتح کی خوشی میں ہر شخص دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کر رہا تھا۔ بدر بن مغیرہ کو اپنے بائیں ہاتھ غرناطہ کا ایک سوار دکھائی دیا۔ چاندنی کی روشنی میں اس کی زرہ اور خود چمک رہے تھے لیکن بدر بن مغیرہ کو جس چیز نے اُس کی طرف متوجہ کیا وہ اس کا خوب صورت گھوڑا تھا۔ یہ سوار دشمن کے چند سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اُتار کر آگے نکل گیا۔ قسطلہ کے

ایک سوار نے اُس کے نیزے سے زخمی ہو کر اپنا گھوڑا موڑ کر اُس پر حملہ کیا۔غرناطہ کے سوار نے اپنی تلوار سے اُس کا وار روکا لیکن اتنی دیر میں پیچھے سے قسطلہ کا ایک اور سپاہی اسے نیزے سے زخمی کر کے آگے نکل گیا۔اس سوار نے زخمی ہونے کے باوجود اپنا گھوڑا نہ روکا اور یکے بعد دیگرے دو اور آدمیوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا

۔

بدر بن مغیرہ کے منہ سے بے اختیار تحسین کے الفاظ نکل گئے۔اور اس نے قریب پہنچ کر کہا۔میں تمہاری بہادری پر خوش ہوں۔لیکن دشمن کے بیچ میں گُھسنے کی ضرورت نہیں۔

تھوڑی دیر بعد جب دوسری دفعہ بدر بن مغیرہ کی نگاہ غرناطہ کے اُس سوار پر پڑی تو وہ نڈھال ہو کر اپنی زین پر جھکا ہوا تھا۔

بدر بن مغیرہ نے گھوڑا آگے بڑھا کر کہا۔تم زخمی ہو۔سوار کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی۔اور اُس کے ہتھے پر سر ٹیک دیا۔بدر بن مغیرہ نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اُسے اپنے گھوڑے پر ڈال لیا۔

آدھی رات کے وقت فرڈی نیڈ کی رہی سہی فوج دریا عبور کر رہی تھی اور مجاہدین ان پر تیروں کی بارش کر رہے تھے۔یہ فرڈی نیڈ کی زندگی کی سب سے بُری شکست تھی۔

(۶)

اس عظیم الشان فتح کے بعد موسیٰ گھوڑے سے اُترا اور دیر تک سربسجود رہا۔اس کے ہونٹوں سے بار بار یہی دعا نکلی رہی تھی۔اے غفور الرحیم! ہم اس قابل نہ تھے۔یہ تیرا انعام ہے۔یہ تیری رحمت ہے۔اور پھر اُس نے اُٹھ کر اپنے ساتھیوں کی

طرف دیکھا۔ بدر بن مغیرہ چند قدم کے فاصلے پر بشیر کو آوازیں دے رہا تھا۔ موسیٰ نے بھاگ کر اس کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور اس کا ہاتھ کھینچ کر ہونٹوں سے لگایا اور کہنے لگا۔ بدر! اپنا خود اُتار دو اہل غرناطہ اس فرشتے کی صورت دیکھنے کے لیے بیقرار ہیں جو اپنے ساتھ خدا کی ہزاروں رحمتیں لے کر آیا ہے۔

بدر نے جواب دیا۔ اس وقت صرف دو صورتیں دیکھنے کے قابل ہیں جن کی پیشانیوں پر شہادت کا خون چمک رہا ہے۔ اس فتح کے بعد مجھے اپنے آپ کو ظاہر کرنے پر اعتراض نہیں لیکن ابھی لوگوں کی توجہ میری طرف مبذول نہ کیجئے۔ فرڈی نیڈ کی پیادہ فوج ابھی تک اس علاقے میں بکھری ہوئی ہے ہمیں انہیں نکل جانے کا موقع نہیں دینا چاہیے۔ یہ کہتے ہوئے بدر بن مغیرہ نے اپنے خود کا نقاب اُوپر اُٹھا دیا۔

موسیٰ نے کہا۔ انشاءاللہ ان میں سے بہت سے کم بچ کر جا سکیں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہمارے گھوڑے ذرا تازہ دم ہو لیں۔

اتنی دیر میں محسن، منصور اور فوج کے دوسرے افسر اُن کے گرد جمع ہو گئے۔ بدر بن مغیرہ نے کہا۔ منصور! آج تم میری تلوار اور میرے گھوڑے کے حقدار ہوں۔ مجھے یقین نہ تھا کہ تم اس زمین کے نشیب و فراز سے اس قدر واقف ہو۔ مجھے تم پر فخر ہے۔

بہادر سالار کے لئے اپنے محبوب قائد کے یہ الفاظ ایک بہت بڑا انعام تھا۔

بدر بن مغیرہ نے ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔ بشیر ابھی تک نہیں آیا۔ خدا کرے وہ بچ گیا ہو۔

بشیر کہاں ہے؟ موسیٰ نے چونک کر کہا۔

میں ندی کے پار آپ کے فوج کے ایک زخمی کو چھوڑ آیا تھا۔ میں نے بشیر کو اس

کی مرہم پٹی کے لئے بھیجا ہے۔ اس کا سفید گھوڑا نہایت خوبصورت تھا اور لباس سے بھی وہ آپ کی فوج کا کوئی بڑا افسر معلوم ہوتا تھا۔ وہ بہادر ضرور ہے لیکن بہت زیادہ جوشیلا ہے۔ میں اُسے دیکھنا چاہتا ہوں۔ میرے خیال میں وہ بہت بُری طرح زخمی ہوا ہے۔

ایک سوار نے آگے بڑھ کر موسیٰ سے کہا۔ سلطان کا کوئی پتہ نہیں چلتا۔ بعض آدمیوں نے ان کا خالی گھوڑا دیکھا ہے۔

بدر بن مغیرہ کے چہرے پر قدرے اضطراب کے آثار نمودار ہوئے اور اس نے کہا۔ میرا خیال تھا غرناطہ کے سپاہی اب لاشوں کے بوجھ سے نجات حاصل کر چکے ہوں گے۔ اگر سلطان سے مراد ابو عبداللہ ہے تو مجھے ڈر ہے کہ وہ پھر ایک بار غرناطہ پہنچ کر سپاہیوں کے لئے شہر کے دروازے بند کرنے کا حکم نہ دے چکا ہو۔

منصور نے کہا۔ میں نے اُسے دیکھا ہے لیکن آپ یہ سن کر حیران ہوں گے کہ مجھے اپنی مرضی کے خلاف اُسے دو تین مرتبہ داد دینی پڑی۔ جب ابو محسن نے بتایا کہ ابو عبداللہ ہے تو مجھے یقین نہیں آتا تھا۔

موسیٰ نے کہا۔ میں شہر کی بجائے اُسے میدان میں بے ضرر سمجھ کر اپنے ساتھ لے آیا تھا۔

بدر کچھ کہنا چاہتا تھا کہ بشیر گھوڑا بھگاتا ہوا اس کے قریب پہنچا اور بولا۔ وہ زخمی آپ سے ملنے کے بیقرار ہے۔

بدر نے سوال کیا۔ کیسی حالت ہے اُس کی؟

پسلی میں زخم ہے لیکن انشاءاللہ بچ جائے گا۔

(۷)

زخمی زیتون کے ایک درخت کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ چند سپاہی اس کے گرد کھڑے تھے۔ بدر بن مغیرہ اور اس کے ساتھیوں کو دیکھ کر سپاہی ایک طرف ہٹ گئے۔ بدر گھوڑے سے اُتر کر زخمی کے قریب پہنچا۔ پہلی نگاہ میں بدر بن مغیرہ اُسے پہچان نہ سکا۔ لیکن جب اُس نے زمین پر ایک زانو ٹیک کر غور سے اُس کی طرف دیکھا تو اپنے رگ و ریشے میں ایک کپکپی سی محسوس کرنے کے بعد کھڑا ہو گیا۔ زخمی نے گردن اوپر اٹھائی اور نحیف سی آواز میں کہا۔

آج آپ نے ایک ایسے آدمی کی جان بچائی ہے جسے زندہ رہنے کا کوئی حق نہ تھا۔ میں آپ کا مجرم ہوں، میں آپ کا قاتل ہوں۔ میں اپنے گناہوں پر نادم ہوں اور آپ کو یہ حق ہے کہ آپ میرے لیے بدترین سزا تجویز کریں۔

بدر بن مغیرہ خاموش کھڑا اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کے سامنے ابو عبداللہ تھا۔ وہ ابو عبداللہ جس کی ملت فروشی کی داستان اُندلس کے ہر مجاہد کے دل پر نقش تھی جسے بھول جانا یا معاف کر دینا بدر بن مغیرہ جیسے انسان کے بس کی بات نہ تھی۔

وہ اپنے دل میں کہہ رہا تھا۔ کاش! اس خوشی کے موقع پر میں تمہاری صورت نہ دیکھتا۔

موسیٰ، بشیر، ابو محسن اور منصور، بدر بن مغیرہ کے پیچھے کھڑے خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ بدر بن مغیرہ کے چہرے سے اس کے تاثرات کا اندازہ لگانا مشکل نہ تھا۔

ابو عبداللہ اچانک اُٹھا اور لڑکھڑاتا ہوا ایک قدم بڑھ کر بدر بن مغیرہ کی طرف دیکھنے لگا۔ اس کے ہونٹوں سے درد میں ڈوبی ہوئی آواز نکلی۔ تم مجھے قتل کیوں نہیں

کر دیتے۔ میرے گناہوں کا بوجھ اب میرے لئے نا قابلِ برداشت ہو چکا ہے۔

ابو عبداللہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ بدر بن مغیرہ ایک چٹان کی مانند کھڑا تھا۔ ابو عبداللہ نے پھر کہا۔ میں زندگی کے عذاب سے نجات حاصل کر چکا تھا۔ دشمن کے گھوڑے میری لاش روندنے کو تھے لیکن تم نے مجھ پر ظلم کیا۔ خدا کے لیے مجھے قتل کر دو۔ اس زمین کے لئے میرا بوجھنا قابل برداشت ہو چکا ہے۔ وہ رو رہا تھا۔

بدر بن مغیرہ کے دل میں ابو عبداللہ جیسے غدار کے لئے رحم کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ لیکن مجاہد انتہائی غصے کی حالت میں بھی گرے ہوئے دشمن پر وار کرنے کا عادی نہ تھا۔ اس نے کہا۔ ابو عبداللہ! تمہارے آنسو مجھے متاثر نہیں کر سکتے۔ لیکن تمہاری قبا پر خون کے نشان ہیں۔ میدان جنگ میں تمہارا خون شہیدوں کے ساتھ مل چکا ہے۔ میں تم پر ہاتھ نہیں اُٹھا سکتا۔ جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے میں تمہیں معاف کرتا ہوں لیکن قوم کے مجرم کو صرف قوم ہی معاف کر سکتی ہے۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اہلِ غرناطہ حماقت کی حد تک فیاض ہیں۔ وہ تمہارے دامن پر خون کے نشان دیکھ کر تمہارا ماضی بھول جائیں گے۔ وہ تمہیں دیکھے سلطان ابو عبداللہ زندہ باد کے نعرے لگائیں گے۔ لیکن ابو عبداللہ! خدا کے لئے ایسی فیاض اور ایسی سادہ دل قوم کو دوبارہ دھوکا دینے کی کوشش نہ کرنا۔ میری بات پر یقین کرو کہ اگر اس میدان کی بجائے الحمراء کے ایوانوں میں ہماری ملاقات ہوتی تو میری تلوار شاید تمہیں بولنے کا موقع بھی نہ دیتی۔ میں اہل غرناطہ کے احتجاج کے باوجود اس شخص کا سر قلم کئے بغیر نہ رہتا جس نے تاج پہننے کے شوق میں دشمن کے ہاتھ قوم کی بیٹیوں کی عصمت فروخت کی تھی۔ لیکن اس وقت تم قوم کے ایک سپاہی ہو۔ تمہاری تلوار دشمن کے خون میں نہا چکی ہے اور تمہارے خون کے چند قطرے شاید تمہاری ماضی کی سیاہی دھو ڈالیں۔

ابو عبداللہ کی قوت جواب دے چکی تھی ۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے ہٹا اور درخت کا سہارا لے کر بولا ۔ تم بہت فیاض ہو لیکن میں جانتا ہوں کہ سمندر کا تمام پانی بھی میرے دامن کی سیاہی دھونے کے لئے کافی نہیں ۔ کاش! تم مجھے موت کی آغوش سے چھیننے کی کوشش نہ کرتے ۔ اس نے نڈھال سا ہو کر آنکھیں بند کر لیں ۔ وہ گرنے کو تھا کہ بشیر نے آگے بڑھ کر اُسے سہارا دیا اور آہستہ سے اُسے زمین پر لٹا دیا ۔

بدر بن مغیرہ نے گھوڑے کی رکاب میں پاؤں رکھتے ہوئے کہا ۔ بشیر ان کی حفاظت تمہارے ذمے ہے ۔ ہمارا بہت سا کام باقی ہے ۔ موسیٰ، منصور اور ابو محسن بھی گھوڑوں پر سوار ہو گئے ۔

فرڈی نیڈ کی پیادہ فوج جو سواروں سے پیچھے رہ گئی تھی ۔ انتہائی انتشار کی حالت میں اِدھر اُدھر بھاگ رہی تھی اور غرناطہ کے سواروں کے دستے انہیں گھیر گھیر کر موت کے گھاٹ اُتار رہے تھے ۔ جو باغات اور فصلوں میں چھپنے کی کوشش کر رہے تھے ان کا کھوج لگانے کے لئے غرناطہ کی پیادہ فوج کے دستے پہنچ چکے تھے ۔ بھاگتے ہوئے دشمن پر آخری ضرب لگانے کے لئے شہر کے بوڑھے اور کمسن لڑکے بھی میدان میں نکل آئے تھے ۔ طلوع آفتاب سے پہلے میدان صاف ہو چکا تھا ۔ قدم قدم پر دشمن کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں ۔ قیدیوں کی تعداد پانچ ہزار کے لگ بھگ تھی اور ہلاک ہونے والے چار گنا زیادہ تھے ۔

(۸)

فاتح لشکر نے دریائے زونیل کے کنارے صبح کی نماز ادا کی ۔ موسیٰ کے اصرار پر بدر بن مغیرہ نے امامت کے فرائض ادا کئے ۔ نماز کے بعد اس کی مختصر سی دعا یہ تھی ۔ اے جزا اور سزا کے مالک! ہمیں اپنے اسلاف کا ایمان عطا کر ۔ ہمارا سر تیرے سوا

کسی کے سامنے نہ جھکے، اور ہمارا دل تیرے سوا کسی سے مرعوب نہ ہو۔ ہمیں اپنی اطاعت کے لئے جینے کی توفیق دے اور اپنے پیارے نبیؐ کے دین کا بول بالا کرنے کے لئے مرنے کی ہمت عطا کر۔ آمین!

دعا کے بعد بدر بن مغیرہ تھوڑی دیر خاموش کھڑا رہا۔ عقاب کی وادی کے مجاہد فخر کے ساتھ اپنے راہنماء کی طرف دیکھ رہے تھے اور اہل غرناطہ کی خاموش نگاہیں اپنے محسن کے لئے عقیدت، محبت اور تشکر کے جذبات کا اظہار کر رہی تھیں۔ بدر بن مغیرہ نے کہا۔

''میرے بزرگو اور بھائیو! تمہیں یہ شاندار فتح مبارک ہو لیکن یہ سمجھ لینا کہ اس جنگ کے بعد تم مستقبل کے خطرات سے نجات حاصل کر چکے ہو۔ تم نے دشمن کو فقط غرناطہ کی چار دیواری سے پیچھے ہٹایا ہے لیکن تمہاری سلطنت کا بیشتر حصہ ابھی تک دشمن کے قبضہ میں ہے اور یہ کھوئی ہوئی سلطنت دوبارہ حاصل کرنے کے بعد بھی تمہارا کام ختم نہیں ہو گا جب تک تم سارے اندلس پر قابض نہیں ہوتے تم اطمینان کا سانس نہیں لے سکتے۔ اگر تم اس فتح کے بعد سو گئے تو یاد رکھو کہ قدرت سونے والوں کو بار بار نہیں جگاتی۔ جب تک وہ کسی قوم میں زندگی کی علامات دیکھتی ہے تو وہ اُسے جھنجھوڑتی ہے لیکن جب وہ مایوس ہو جاتی ہے تو اُسے لوریاں دے کر موت کی نیند سُلا دیتی ہے۔ اُندلس کے مسلمان تمہارے ان حکمرانوں کے اعمال کی سزا بھگت رہے ہیں جو اس عظیم الشان سلطنت کے بیشتر علاقے دشمن کے حوالے کرنے کے بعد غرناطہ کی چپہ بھر زمین کو اپنے لئے کافی سمجھ کر آرام کی نیند سو گئے تھے۔ صدیوں تک اندلس کے مظلوم مسلمان اس بات کا انتظار کرتے رہے کہ غرناطہ سے اُن کے بھائی اُن کی مدد کے لئے آئیں گے لیکن تم سوتے رہے۔ اندلس میں تمہارے بھائی ظلم اور

استبداد کی چکی میں پستے رہے۔ وحشت اور بربریت کا ہاتھ تمہاری قوم کی بیٹیوں کی عصمت اور ناموس کے دامن کو تار تار کرتا رہا لیکن تم سوئے رہے۔ تمہاری غیرت کو جوش نہ آیا۔ ان کے ہونٹوں سے فریاد نکلتی رہی، ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے رہے لیکن تم ٹس سے مس نہ ہوئے۔ تم مسرت کے نغموں سے دل بہلاتے رہے۔

ابوالحسن اپنے اسلاف کی کوتاہیوں کی تلافی کرنے کے لئے اُٹھا لیکن رباب کی میٹھی تانوں میں سونے والوں کو تلوار کی جھنکار ناگوار محسوس ہوئی اور تم نے اس مردِ مجاہد کے ہاتھ باندھ دئے۔

تم اس وقت بیدار ہوئے جب سیلاب تمہارے گھروں کے دروازوں تک پہنچ چکا تھا۔ تمہارے اُمراء نے پہلی بار یہ محسوس کیا کہ عوام کی جھونپڑیوں کے علاوہ اُن کے محل بھی خطرے میں ہیں۔ میں اُسے خدا کی رحمت سمجھتا ہوں۔ لیکن یاد رکھو! تمہاری یہ فتح منزل کی طرف پہلا قدم ہے۔ منزل ابھی دور ہے۔ تمہارے راستے میں ابھی سینکڑوں ایسی خندقیں ہیں جنہیں تم کو اپنی لاشوں سے پاٹنا ہے۔ تم نے اپنی زندگی کے اریک اُفق پر ابھی ہلکی سی روشنی دیکھی ہے۔ اگر تم جاگتے رہے تو صبح دور نہیں لیکن خدانخواستہ اگر تم پھر سو گئے تو تمہاری یہ فتح ڈوبتے ہوئے سورج کی آخری روشنی ہوگی۔

میں دشمن سے مرعوب نہیں لیکن تمہیں اس کے متعلق غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے۔ اس کے وسائل لامحدود ہیں۔ اس کی افواج کی تعداد ہم سے کہیں زیادہ ہے۔ فرانس روم اور یورپ کے دوسرے عیسائی ممالک اُس کی پشت پر ہیں۔ وہ ہمیں مٹانے کے لئے ایک جھنڈے تلے جمع ہو گئے ہیں اور اس کے برعکس المیریا اور رمالقہ چھن جانے کے بعد ہم باقی اسلامی ممالک سے کٹ چکے ہیں۔ دشمن نے ہمیں چاروں طرف

سے گھیر رکھا ہے۔لیکن ان سب باتوں کے باوجود اگر مجھے اس بات کا اطمینان ہو کہ تم اب اپنی گزشتہ غلطیوں کا اعادہ نہیں کرو گے تو میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ دنیا کی کوئی طاقت تمہیں مغلوب نہیں کرسکتی اور اگر تم نے اپنے ماضی سے سبق نہ سیکھا ۔اگر تم دشمن کو متحدہ طاقت کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک ہو جانے کی بجائے ان منافقین کے اشاروں پر چل کر آپس میں لڑتے رہے جو تم میں نسلی منافرت پھیلاتے ہیں تو یاد رکھو! جس طرح باقی اندلس میں تمہارے بھائی اپنے بزرگوں کی غلطیوں کی سزا بھگت رہے ہیں اسی طرح غرناطہ میں تمہاری آنے والی نسلیں تمہارے گناہوں کا بوجھ اُٹھائیں گی۔

دشمن کی چالوں سے خبر دار رہو اور دشمن سے زیادہ اپنے غداروں سے خبر دار رہو۔اس میں شک نہیں کہ اس لڑائی میں ان میں سے اکثر نے تمہارا ساتھ دیا ہے۔ اور بعض کے دامن کی سیاہی اُن کے خون سے دُھل چکی ہے۔لیکن یہ ممکن ہے کہ مشکل کے وقت یہ لوگ پھر ایک بار تمہیں دھوکا دے جائیں۔ان لوگوں پر کڑی نگرانی رکھو اور انہیں اپنی غلطیوں کو دُہرانے کا موقع نہ دو۔ یہ اُسی صورت میں ممکن ہے کہ تمہاری قوت محاسبہ بیدار ہو اور تمہارے قومی کردار میں غداروں اور ملت فروشوں کے لئے رحم کی کوئی گنجائش نہ ہو۔

یہ پہلی جنگ ہے جس میں ابو عبداللہ نے شاید خلوص دل سے قوم کا ساتھ دیا ہے۔اور میں یہ دعا کرتا ہوں کہ وہ آئندہ بھی قوم کا ساتھ دیتا رہے لیکن تم اُسے یقین دلا دو کہ وہ آئندہ قوم کو دھوکا دینے میں کامیاب نہیں ہو گا۔

دشمن اس شکست کے بعد خاموش نہیں بیٹھے گا۔وہ ایک بہت بڑی قوت کے ساتھ دوبارہ حملہ کرے گا اور تمہیں آج ہی سے اس کے مقابلے کی تیاری شروع

کر دینی چاہیے۔ یہ تمہاری خوش قسمتی ہے کہ قدرت نے تمہیں موسیٰ جیسا راہنما دیا ہے۔

مجھے جلد واپس پہنچنا ہے۔ ممکن ہے کہ دشمن ہمارے علاقے کا رُخ کرے لیکن میں یہ وعدہ کرتا ہوں کہ جب میری ضرورت ہو گی تم مجھے اپنے پاس موجود پاؤ گے"

بدر بن مغیرہ کے بعد موسیٰ نے اُٹھ کر تقریر کی۔

مسلمانو! آج سے چار سو سال قبل جب نصرانیوں نے ہمارے اندرونی انتشار سے فائدہ اُٹھا کر ہماری سلطنت کے بیشتر حصے ہم سے چھین لئے تھے تو قدرت نے یوسف بن تاشفین کو ہماری مدد کے لئے بھیجا تھا اور اس مرد مجاہد نے مسلمانوں کو ایک ایسے دشمن سے نجات دلائی تھی جس نے ان پر عرصہ حیات تنگ کر رکھا تھا اور جب آج ہماری قوم کے غدار دشمن کے لئے ہمارے گھروں کے دروازے کھول چکے تھے، جب منافقین کا گروہ ذلت کے چند ٹکڑوں کے عوض ہمیں فرڈی نیڈ کی غلامی کی بیڑیاں پہنا چکا تھا۔ بدر بن مغیرہ ہمارے لئے فرشتہ رحمت بن کر آیا۔

کل کا آفتاب تمہارے چہروں پر مایوسی کی گھٹائیں دیکھ رہا تھا اور آج کا آفتاب تمہارے ہونٹوں پر مسرت کی مسکراہٹیں دیکھ رہا ہے۔ سرحد کے مجاہدین نے تمہیں ایک بھولا ہوا سبق یاد دلایا ہے اور وہ یہ ہے کہ مسلمان کی طاقت کا راز اس کی تعداد میں نہیں اُس کے ایمان میں ہے۔

تاریخ اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ مسلمانوں نے اگر کبھی شکست کھائی ہے تو اپنوں کی غداری کے باعث، دشمن کی طاقت سے نہیں۔ ہماری آج کی فتح اس بات کا ثبوت ہے کہ ہم اس گئی گزری حالت میں بھی دشمن کی بڑی سے بڑی قوت کو کچل سکتے ہیں۔ ہم نے آج تک جو کچھ کھویا ہے اپنی غلطیوں کے سبب کھویا ہے۔ تم

نے غداروں کا کہا مانا، تم نے منافقین کا ساتھ دیا۔تم نے خدا کا آسرا چھوڑ کر فرڈی نیڈ کا سہارا لیا۔ اور تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ بسطہ، المیریا اور مالقہ میں تمہارے اعمال کی سزا تمہارے بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کو مل رہی ہے۔تم اس وقت میدان میں آئے جب تم نے یہ دیکھا کہ اب لڑنے کے سوا کوئی چارہ باقی نہیں رہا۔تمہیں آگ بجھانے کی فکر اس وقت ہوئی جب تمہارے گھر قریباً جل چکے تھے۔

میں اس خوشی کے موقع پر ماضی کی تلخیوں کو دُہرانا نہیں چاہتا۔لیکن یاد رکھو! کہ ہم نے ایک لڑائی جیتی ہے لیکن ابھی جنگ باقی ہے۔ایک طویل اور صبر آزما جنگ جس سے عہدہ برآ ہوئے بغیر ہم ملک میں چین کا سانس نہیں لے سکتے اور اس جنگ میں آخری فتح حاصل کرنے کے لئے ہمیں اپنی اُن تمام بیماریوں کا علاج کرنا پڑے گا جن کے باعث ابوالحسن، الزغل کی شاندار فتوحات شکستوں میں تبدیل ہو گئیں۔ ہمیں قوم کے ان غداروں سے نجات حاصل کرنا پڑے گی جو ہماری عزت اور آزادی کو چند کوڑیوں کے عوض دشمن کے ہاتھ فروخت کر چکے تھے۔ہمیں غرناطہ کو ان بُزدلوں سے پاک کرنا پڑے گا جن پر دشمن کی قوت کا رعب چھایا ہوا ہے۔ہمیں ان شرپسندوں سے باخبر رہنا چاہیے جو غرناطہ میں ہسپانوی، بربری اور عربی کی نزاع پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ الحمراء ابھی تک منافقین کے وجود سے پاک نہیں ہوا اور تم میں سے بعض شاید یہ بھی سمجھتے ہوں کہ ابوعبداللہ کے ناراض ہو جانے کے خوف سے میں قوم کے ان مجرموں پر ہاتھ نہیں ڈالوں گا جو ابھی تک فرڈی نیڈ کے آلہ کار ہیں۔لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر مجھے ابوعبداللہ کی نیت پر بھی شک ہوا تو میں اس کا دامن پکڑ کر تمہارے سامنے لے آؤں گا! اور تم سے یہ کہوں گا کہ اس نے توبہ کے بعد قوم کو دھوکا دیا ہے۔اب اس پر رحم کرنا گناہ ہے۔ابوعبداللہ

نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ وہ قوم کے کسی غدار کی سفارش نہیں کرے گا میں تمہارے سامنے اعلان کرتا ہوں کہ میں ہر اُس معاملہ میں جس کا غرناطہ کی حفاظت کے ساتھ تعلق ہوا ابوعبداللہ کی مداخلت برداشت نہیں کروں گا اور مجھے تم سے یہ اُمید ہے کہ اگر خدانخواستہ مجھ سے بھی کسی قومی گناہ کا ارتکاب ہو جائے تو مجھے معاف نہیں کرو گے۔

غرناطہ کے ایک بوڑھے سردار نے اُٹھ کر کہا۔ ہم سب کی یہ خواہش ہے کہ ہمارے سرحدی بھائی غرناطہ سے ہو کر جائیں۔ لوگ بدر بن مغیرہ کو دیکھنے کے لئے بےتاب ہوں گے۔

موسیٰ نے بدر بن مغیرہ کی طرف دیکھا لیکن اُس نے سر ہلا دیا۔ موسیٰ نے بوڑھے سے مخاطب ہو کر کہا۔ تھوڑی دیر پہلے میری بھی یہی خواہش تھی کہ میں اپنے محسن کو کم از کم ایک دن کے لئے غرناطہ لے جاؤں لیکن بدر بن مغیرہ سے تبادلہ خیالات کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ہمیں خود بھی ابھی غرناطہ نہیں جانا چاہیے۔ ہم اپنی پیش قدمی جاری رکھیں گے۔ اہل غرناطہ کی بجائے ان شہروں کے لوگ زیادہ بےقراری سے ہماری راہ دیکھ رہے ہیں جن پر ابھی تک ہمارے دشمن کا قبضہ ہے۔

لوشہ کا حاکم

(۱)

لوشہ کا گورنر ابوداؤد اپنے محل کے ایک کمرے میں بیٹھا سرکاری کاغذات دیکھ رہا تھا اس کا دربان کمرے میں داخل ہوا اور کچھ دیر خاموش کھڑا رہا۔ جب چند منٹ تک ابوداود اس کی طرف متوجہ نہ ہوا تو دربان نے جھجکتے ہوئے کہا۔ ملاقات کے کمرے میں جان مائیکل آپ کا انتظار کررہے ہیں۔ اگر حکم ہو تو انہیں یہاں لے آؤں۔

جان مائیکل! ابوداؤد نے اُٹھتے ہوئے کہا۔ نہیں میں وہی ملوں گا۔ اُنہیں آئے زیادہ دیر تو نہیں ہوئی

وہ ابھی آئے ہیں۔

ابوداؤد باہر نکل کر چند قدم برآمدے میں چلنے کے بعد ایک کشادہ کمرے میں داخل ہوا۔ ایک ادھیڑ عمر لیکن قوی ہیکل آدمی اُسے دیکھ کر کرسی سے اُٹھا او! ابوداؤد اس کے ساتھ مصافحہ کرنے بعد اُس کے سامنے دوسری کرسی پر بیٹھ گیا۔

ابوداؤد نے جان مائیکل کی طرف غور سے دیکھنے کے بعد کہا۔ اگر میں غلطی پر نہیں تو آپ محاذ پر تھے۔

جان مائیکل نے جواب دیا۔ ہاں لیکن اب میں قسطلہ سے آرہا ہوں۔ مجھے بادشاہ سلامت نے بعض امور کے متعلق مشورہ کرنے کے لئے وہاں بلالیا تھا۔

تو لوشہ میں میرے قائم مقام آپ ہونگے۔

جان مائیکل نے ایک مراسلہ ابوداؤد کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔ یہ بادشاہ سلامت کا فرمان ہے۔ میں حکم کی تعمیل میں یہاں آگیا ہوں ورنہ ایسے نازک وقت

میں ایک سپاہی کا میدان جنگ سے دور رہنا اس کے لئے بہت تکلیف دہ ہے۔

ابوداؤد نے مراسلہ کھول کر اُس پر سرسری نظر ڈالنے کے بعد کہا۔ میں خوش ہوں کہ انہوں نے آپ جیسے تجربہ کار آدمی کو یہاں بھیجا ہے۔ میں کل ہی قسطلہ روانہ ہو جاؤں گا۔

لیکن مجھے آپ سے بہت سی ہدایات لینا تھیں۔

ابوداؤد نے کہا۔ میری پہلی اور آخری ہدایت یہ ہے کہ لوشہ کو ہر قیمت پر دشمن سے بچایا جائے۔

اس کے لئے مجھے آپ پر بھروسہ کرسکتے ہیں۔ کل تک یہاں پانچ ہزار مزید سپاہی پہنچ جائیں گے۔

اس کے بعد میں صرف یہ کہوں گا کہ دشمن کی تازہ فتوحات نے مقامی مسلمانوں میں کسی حد تک جوش پیدا کر دیا ہے۔ میں نے خطرناک آدمی گرفتار کر لئے ہیں۔ اب بغاوت کا کوئی اندیشہ نہیں۔ مسلمانوں کا جوش ٹھنڈا کرنے کے لئے ان کے اکابر کا ایک گروہ کام کر رہا ہے۔ آپ ان کے ساتھ تعاون کریں اور اُن کے راستے میں مالی مشکلات حائل نہ ہونے دیں۔ میں جانے سے پہلے آپ سے ان لوگوں کی ملاقات کرا دوں گا۔

جان مائیکل نے کہا۔ آپ کتنا عرصہ باہر رہیں گے۔

یہ حالات پر منحصر ہے۔ اگر میرے جانے تک تمام علماء جنہیں قسطلہ پہنچنے کی دعوت دی جا چکی ہے وہاں پہنچ گئے تو میں جلدی آ جاؤں گا۔ ورنہ مجھے شاید دیر لگ جائے۔

میرے خیال میں قرطبہ، اشبیلیہ اور دوسرے شہروں سے پانچ سو کے قریب

علماءوہاں پہنچ گئے ہیں

تو قسطلہ میں میرا کام جلد ختم ہو جائے گا۔لیکن اس کے بعد مجھے دوسرے شہروں میں جانا پڑے گا۔اچھا یہ بتایئے اب جنگ کی کیا حالت ہے؟

جنگ کی حالت روز بروز مخدوش ہوتی جا رہی ہے۔اہل غرناطہ ہم سے بہت سا علاقہ واپس لے چکے ہیں۔غرناطہ کی شکست کے بعد ہم کہیں بھی پاؤں جما کر نہیں لڑ سکے۔

ابو داؤد نے کہا۔یہ ڈوبتے ہوئے سورج کی آخری جھلک ہے۔

لیکن اہل غرناطہ اُسے طلوع آفتاب کی ابتدائی روشنی خیال کرتے ہیں۔ایک افواہ سے ہماری افواج بہت پریشان ہیں۔

وہ کیا؟

لوگوں کا خیال ہے کہ سرحدی عقاب کوئی نیا آدمی نہیں بلکہ وہ بدر بن مغیرہ ہے۔ہماری فوج کے بعض قیدیوں نے جو فرار ہو کر آئے ہیں اس بات کی تصدیق کی ہے۔بادشاہ سلامت کا بھی یہی خیال ہے۔ممکن ہے ابو عبداللہ نے اُسے قتل نہ کیا ہو۔

ابو داؤد نے کہا۔اگر ابو عبداللہ بیوقوف نہ ہوتا تو یہ ممکن تھا۔

کچھ عرصہ پہلے ابو عبداللہ کے متعلق میری بھی یہی رائے تھی کہ وہ ایک مخبوط الحواس آدمی ہے لیکن اس کی تازہ فتوحات نے مجھے اپنی رائے بدلنے پر مجبور کر دیا ہے۔

ابو داؤد نے کہا۔میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ اس کے ہاتھوں غرناطہ کی تباہی مقدر ہو چکی ہے۔جنون کی مختلف کیفیتیں ہوتی ہیں۔کبھی اس کے جنون کی یہ کیفیت تھی کہ اس نے اپنے باپ اور چچا کے خلاف بغاوت کر کے ہمارے لئے غرناطہ کی

چار دیواری تک کا راستہ صاف کر دیا تھا۔اب اُس کے جنون کی کیفیت میں تبدیلی آئی ہے۔کچھ عرصہ تک یہ کیفیت بھی جاتی رہے گی۔آپ چند ماہ تک غرناطہ کے متعلق عجیب وغریب خبریں سنیں گے۔

جان مائیکل نے کہا۔بادشاہ سلامت چند ہفتوں تک غرناطہ پر اپنی پوری قوت سے حملہ کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔ان کا خیال ہے کہ اگر آپ کی تدبیر کامیاب ہوئی تو غرناطہ کا محاصرہ زیادہ طول نہیں کھینچے گا۔میں یہ پوچھ سکتا ہوں کہ آپ نے کیا تدبیر سوچی ہے۔کیا آپ غرناطہ میں اندلس کے علماء کا کوئی وفد بھیجنا چاہتے ہیں؟ ابو عبداللہ کے ساتھ مصالحت کی بات چیت کا تو کوئی ارادہ نہیں؟

میں آپ کو صرف اتنا بتا سکتا ہوں کہ الحمراء پر شہنشاہ فرڈی نیڈ کی فتح کا پرچم لہرانا میری زندگی کا سب سے بڑا مقصد ہے۔اس سے قبل ہم بہت سی غلطیاں کر چکے ہیں جواب کوئی غلطی نہیں ہوگی۔آندھی صرف ان دیواروں کو گراتی ہے جن کی بنیادیں کھوکھلی ہو چکی ہوں۔غرناطہ کے لئے جو مہم میں تیار کر چکا ہوں اس کی کامیابی کے بعد اہل غرناطہ کی قوت مدافعت اس قدر کمزور ہو جائے گی کہ آپ کی فوج کو کسی پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔تاہم ابھی آپ مجھ سے تفصیلات نہ پوچھیں تو بہتر رہے گا۔اب میرا سب سے پہلا کام یہ ہے کہ آپ کے قیام کا بندوبست کیا جائے اور آپ کو ان لوگوں کے ساتھ متعارف کیا جائے۔جو میری غیر حاضری میں آپ کو مفید مشورے دے سکیں گے۔محل کا ایک حصہ بالکل خالی پڑا ہے۔میرے بال بچے یہیں رہیں گے۔تاہم اگر آپ کو ضرورت ہو تو چند اور کمرے بھی خالی کیے جا سکتے ہیں۔

جان مائیکل نے کہا۔میں ایک سپاہی ہوں۔اس کے علاوہ میں اکیلا ہوں

میری ضروریات بہت مختصر ہیں۔ایک مختصر سا مکان میری ضروریات کے لئے کافی ہوگا۔میں آپ کے بچوں کو تکلیف دینا مناسب نہیں سمجھتا۔

ابوداؤد نے کہا۔محل کا بایاں حصہ بالکل خالی ہے۔آپ دیکھ لیجئے میرے خیال میں وہ آپ کے کافی ہوگا۔

(۲)

رات کے وقت مائیکل نے ابوداؤد کے ہاں کھانا کھایا۔اس دعوت میں شہر کے چند امراء کے علاوہ اُونچے طبقے کی خواتین بھی شریک ہوئیں۔ربیعہ علالت کا بہانہ کرکے غیر حاضر رہی۔انجیلا نے بھی سر درد کا بہانہ کیا۔لیکن ماں کے سامنے اس کی پیش نہ گئی۔غرناطہ چھوڑنے کے بعد انجلا کے مزاج میں بہت تبدیلی آ چکی تھی۔ ربیعہ کی طرح وہ بھی کسی مجلس میں شریک ہونا پسند نہ کرتی۔ یہ سوتیلی بہنیں ایک دوسرے کی رازدار اور غم خوار تھیں۔انہیں تنہائی میں باتیں کرنے کے لیے موقع کی تلاش رہتی۔میریا کو یہ احساس تھا کہ اس کی بیٹی ربیعہ کی عادات اور خیالات سے بہت متاثر ہے۔اُسے یہ شکایت تھی کہ انجلا اتوار کے دن بھی عبادت کے لئے گرجے میں جانے کی بجائے گھر پر ربیعہ کے پاس رہنا زیادہ پسند کرتی ہے۔ربیعہ کی طرح وہ کسی سے ملنا جانا پسند نہیں کرتی۔جب میریا کو زیادہ غصہ آتا وہ ربیعہ کو جی بھر کر کوستی اور انجلا کو اُس سے دور رہنے کی تاکید کرتی لیکن انجلا ماما کی کمزوریوں سے واقف تھی۔وہ علالت کا بہانہ کرنے لیٹ جاتی اور کھانے پینے سے انکار کر دیتی۔میریا اُسے منانے کی ناکام کوشش کے بعد چلا اُٹھتی۔ربیعہ! ربیعہ!! میں جانتی ہوں جب تک تم نہ کہو گی وہ کھانے کو ہاتھ نہیں لگائے گی۔تم نے اُس پر جادو کر دیا ہے۔وہ کھائے بغیر سو جائے گی وہ پہلے ہی سوکھ کر کانٹا ہو چکی ہے۔وہ سمجھتی ہے کہ

میں اُس کی دشمن ہوں۔ ربیعہ! آخر میں نے کہا کہا تمہیں؟ کیا سوتیلی ماں کو اتنا بھی حق نہیں؟

میریا ہار مان کر اپنے کمرے میں چلی جاتی اور تھوڑی دیر بعد خادمہ اُسے آ کر بتاتی کہ وہ دونوں کھانا کھا رہی ہیں۔

اس قسم کے واقعات کے بعد چند دن خیریت سے گزر جاتے۔ بارہا میریا نے دروازوں کی آڑ میں کھڑی ہو کر ربیعہ اور انجلا کی کانا پھوسی سننے کی کوشش کی لیکن انجلا اپنی سوتیلی بہن سے عربی بولنا سیکھ چکی تھی اور وہ یہ زبان تھی جسے اندلس کے عیسائی حکومت خلاف قانون قرار دے چکی تھی۔ وہ ابو داؤد سے شکایت کرتی لیکن وہ اسے یہ کہہ کر ٹال دیتا کہ انجلا عربی زبان سیکھنے کے بعد سلطنت کی نہایت اہم خدمات سرانجام دے سکے گی۔ اگر کوئی نازک وقت آیا تو ہمیں دشمن کی صفوں میں انتشار ڈالنے کے لئے ایسی لڑکیوں سے کام لینا پڑے گا۔

آج جب میریا نے انجلا کو دعوت میں شریک ہونے کے لئے کہا تو وہ کوئی جواب دیئے بغیر ربیعہ کے پاس گئی اور اُس سے کہنے لگی۔ ربیعہ! میں وہاں نہیں جانا چاہتی۔ اُن کی باتیں میرے لئے ناقابل برداشت ہوں گی۔

ربیعہ نے کہا۔ انجلا یہ ایک مجبوری ہے۔ ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ہم ہر کام اپنی مرضی سے کر سکیں۔ تم وہاں جاؤ شاید اُن کے متعلق کوئی نئی بات معلوم ہو جائے۔

جب انجلا ربیعہ کے کمرے سے باہر نکلی تو میریا دروازے پر کھڑی تھی۔ اس نے کہا انجلا خدا کے لئے مجھے پریشان نہ کرو جان مائیکل بہت بڑا آدمی ہے۔ ہسپانیہ کی معزز ترین خواتین اس کے ساتھ بات کرنا اپنے لئے باعث فخر سمجھتی ہیں۔ تم اب جوان ہو مجھے تمہارے مستقبل کی فکر ہے۔ ایسا موقع بار بار ہاتھ نہیں آتا۔

جان مائیکل کی بیوی مرچکی ہے۔تم آج دیکھو گی کہ لوشہ کی خواتین اُسے اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے کس قدر بے قرار ہیں۔

انجلا نے برہم ہو کر کہا۔امی جان! اگر آپ ایسی باتیں کریں گی تو میں ہرگز اس کے سامنے نہیں جاؤں گیا۔

میریا نے پُر امید ہو کر کہا۔انجلا! تم سمجھ دار ہو۔میں تمہیں کسی فیصلے پر مجبور نہیں کروں گی۔لیکن ایک مہمان کی عزت افزائی تمہارا فرض ہے۔وہ بادشاہ کا نائٹ اور صلیب کا محافظ ہے۔

امی جان میں آپ کے حکم کی تعمیل میں وہاں جاؤں گی ورنہ مجھے اس کے ساتھ کوئی دلچسپی نہیں۔مجھے ان وحشیوں سے نفرت ہے جن کے دامن معصوم لڑکیوں کی عصمت کے خون سے داغدار ہیں۔

تمہیں ربیعہ نے اپنے مذہب سے بدظن کر دیا ہے۔

انجلا نے جواب دیا۔اگر کوئی مذہب معصوم بچوں کو موت کے گھاٹ اُتارنے، بے گناہوں کو قتل کرنے اور سرِ بازار عورتوں کی بے حرمتی کی اجازت دیتا ہے تو مجھے ایسے مذہب کے نام سے نفرت ہے۔

میریا نے قدرے نادم ہو کر کہا۔انجلا! جان مائیکل تمہارے باپ کی غیر حاضری میں اس شہر کا گورنر ہوگا۔میرے خیال میں ہم اُس کے ساتھ مانوس ہو کر اُسے زیادہ متاثر کرسکتی ہیں۔اب تم تیاری کرو۔مہمان آنے والے ہیں

(۳)

کھانا کھانے کے بعد جب مہمان رخصت ہو رہے تھے انجلا آنکھ بچا کر کمرے سے نکلی اور تیزی سے قدم اُٹھاتی ہوئی ربیعہ کے کمرے میں داخل ہوئی۔

اُس نے دروازہ بند کر کے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔ ربیعہ! میں اس سے ڈرتی ہوں۔ وہ بھوکے بھیڑیے کی طرح میری طرف دیکھ رہا تھا۔ مجھے اپنی مرضی کے خلاف اُس کے قریب بیٹھنا پڑا۔ وہ شراب میں غرق تھا اور اب وہ اسی محل میں رہے گا۔ ربیعہ! ربیعہ!! میں ڈرتی ہوں۔ وہ کہتا تھا کہ غرناطہ کی فوج یہاں سے تیس میل کے فاصلہ پر ایک قلعہ پر قبضہ کر چکی ہے کاش! ہم وہاں جا سکتیں۔

ربیعہ نے اُسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ انجلا! خدا کو ہماری بے بسی کا علم ہے وہ ہماری مدد کرے گا۔

کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ انجلا نے بدحواس ہو کر دروازہ کھولا۔ میریا نے جلدی سے اندر داخل ہو کر کہا۔ انجلا ہمیں شرمسار نہ کرو۔ تمہیں مہمانوں کو رخصت کرنے سے پہلے نہیں بھاگنا چاہیے تھا۔ مجھے یہ بہانہ کرنا پڑا کہ تم دردسر کی وجہ سے وہاں نہیں ٹھہر سکیں۔ باقی مہمان چلے گئے۔ لیکن جان مائیکل تمہاری تیمارداری کرنے پر مُصر ہے۔ اب خدا کے لئے اپنے کمرے میں جاؤ۔ میں اُسے وہاں لاتی ہوں۔

انجلا نے جواب دیا۔ وہ شراب سے مدہوش ہے۔ میں اُس سے نہیں ملوں گی۔

وہ اُسے اپنی بے عزتی خیال کرے گا۔

لیکن مجھے اپنی عزت زیادہ عزیز ہے

کچھ دیر ماں اور بیٹی کی بحث جاری رہی۔ اتنے میں ابوداؤد کمرے میں داخل ہوا۔

میریا نے اپنے شوہر کی طرف دیکھ کر کہا۔ انجلا، ربیعہ کے سوا کسی کہا نہیں مانتی گیا۔

ابو داؤد میریا کی طرف توجہ دیے بغیر کرسی پر بیٹھ گیا۔ میریا نے پھر کہا انجلا اپنے کمرے میں جانے کو تیار نہیں۔ وہ یہ سمجھے گا کہ اُس نے جان بوجھ کر اُس کی توہین کی ہے۔

ابو داؤد نے مغموم لہجے میں کہا۔ ایک شرابی کو اس قدر ذی الحس نہیں ہونا چاہیے۔ میں اُسے اس کے کمرے میں چھوڑ آیا ہوں۔ میریا شاید میں نے اسے اس محل میں ٹھہرنے کی اجازت دے کر غلطی کی ہے۔ کاش! میں تمہیں اپنے ساتھ لے جاسکتا۔ وہ میری غیر حاضری میں تمہارے ساتھ بدسلوکی کی جرات نہیں کرسکتا لیکن پھر بھی تم لڑکیوں کو اس کی نگاہوں سے دور رکھو۔ نشے کی حالت میں مجھے وہ اس آدمی سے مختلف نظر آتا ہے جس کو اپنے مکان کے ایک حصے میں ٹھہرنے کی اجازت دے چکا ہوں

میریا نے کہا۔ میں شہنشاہ فرڈی نیڈ کے نائٹ کو اس قدر ذلیل نہیں سمجھتی کہ وہ ۔۔۔۔ ابو داؤد نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ تاہم محتاط رہنے میں کیا نقصان ہے۔

میریا نے لاجواب سی ہو کر کہا۔ آپ جانتے ہیں کہ انجلا ربیعہ کی اجازت کے بغیر کسی سے بات تک نہیں کرتی اور ربیعہ کسی عیسائی کے ساتھ خواہ وہ فرشتہ ہی کیوں نہ ہو انجلا کو ملنے کی اجازت نہیں دے گیا۔ اس لئے آپ کا مجھ سے کوئی بات کہنا بے سود ہے آپ جو کچھ کہنا چاہتے ہیں ربیعہ سے کہیں۔

ربیعہ نے کہا امی! میں ابا جان کے کہے بغیر بھی اپنا فرض پورا کروں گی۔

تو تمہارے خیال میں میں انجلا کی دشمن ہوں

میں نے یہ نہیں کہا۔

تم انجلا کو اُس کے ہم مذہبوں سے دور رکھنا چاہتی ہو۔

میں اُسے بُری نگاہوں سے دور رکھنا چاہتی ہو

تم نے اُس پر جادو کرر کھا ہے۔تم اُسے اپنے مذہب کی تعلیم دیتی ہو۔تم نے اُسے عربی میں باتیں کرنا سکھایا ہے۔تم نے میری بھولی بھالی لڑکی کے دل میں میرے خلاف نفرت کا بیج بویا ہے۔تم میری دشمن ہوتم ۔۔۔۔۔۔۔۔۔

انجلا نے چلا کر کہا۔امی! خدا کے لئے ایسی باتیں نہ کرو۔اگر تمہاری باتوں سے ربیعہ کو میری ساتھ نفرت ہوگئی تو میں زندہ نہیں رہوں گی۔میں اس محل کے سب سے اُونچے برج پر چڑھ کر چھلانگ لگا دوں گی۔

انجلا ماتا کی دکھی ہوئی رگ چھیڑ چکی تھی۔میریا نے مرعوب ہوکر اپنی بیٹی کو دیکھا وہ رو رہی تھی۔بیٹی کی آنکھوں میں چمکتے ہوئے آنسوؤں نے میریا کے ہونٹ سی دئے اور وہ کوئی بات کہے بغیر باہر نکل گئی۔

ابو داؤد نے اُٹھتے ہوئے کہا۔ربیعہ! میں انجلا کو تمہیں سونپ کر جا رہا ہوں میریا کی باتوں سے متاثر نہ ہونا۔

(۴)

قسطلہ کے شاہی محل کے ایک وسیع کمرے میں اُندلس کے وہ اکابر اور علمائے دین جمع تھے جو ابو داؤد کی دعوت پر دُور دراز کے شہروں میں آئے تھے۔اجلاس سے قبل ابو داؤد ان میں سے اکثر کے ساتھ علیحدہ علیحدہ مل چکا تھا۔ابو داؤد نے اس اجتماع کے سامنے تقریر کرتے ہوئے کہا۔

بزرگان دین! آج آپ کو جن مسائل پر غور کرنے لیے بلایا گیا ہے وہ اسپین میں مسلمانوں کے مستقبل سے تعلق رکھتے ہیں۔غرناطہ کی چپہ بھر زمین اور تھوڑے

سے پہاڑی علاقہ کے سوا باقی تمام اندلس کے مسلمان شہنشاہ فرڈی نیڈ کی رعایا بن چکے ہیں اور جب تک غرناطہ کے ساتھ ہماری جنگ شروع نہیں ہوئی تھی اندلس کے مسلمان اپنے عادل اور رحمدل بادشاہ کے سائے میں آرام کے دن گزار رہے تھے۔ حکمران قوم کی اکثریت ہم پر مہربان تھی لیکن اب آپ کو شکایت ہے کہ عیسائی حکومت آپ کے ساتھ پہلی سی فیاضی کے ساتھ پیش نہیں آتی۔ آپ میں سے بعض یہ سمجھتے ہیں کہ اندلس کے مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ ہو رہا ہے۔ مسلمانوں کو غرناطہ کے جاسوس ہونے کے جرم میں گرفتار کیا جا رہا ہے عیسائی اپنی حکومت کے ساتھ اُن کی وفاداری پر شبہ کرتے ہیں۔ یہ واقعات بہت افسوسناک ہیں لیکن اگر آپ ٹھنڈے دل سے غور کریں تو آپ یہ محسوس کریں گے کہ کچھ کوتاہی ہم سے بھی ہوئی ہے۔ عوام ہمیشہ کوتاہ نظر ہوتے ہیں لیکن ہماری سب سے بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ ابھی تک ہمارے علماء نے بھی وقت کے سیلاب کا رُخ نہیں پہچانا۔ ہم میں سے کون ہے جو یہ نہیں جانتا کہ غرناطہ اور قسطلہ کی جنگ چیونٹی اور ہاتھی کا مقابلہ ہے۔ اہل غرناطہ جس راستے پر گامزن ہوئے ہیں وہ صرف تباہی کا راستہ ہے۔ وہ چند ہفتوں یا چند مہینوں کے لئے اپنی تباہی کی تاریخ ملتوی کر سکتے ہیں وہ اپنی تقدیر تبدیل نہیں بدل سکتے۔

اگر یہ مسئلہ صرف غرناطہ اور قسطلہ کی افواج تک محدود ہوتا تو ہم اس قدر پریشان نہ ہوتے اور میں آپ کو یہاں آنے کی تکلیف نہ دیتا لیکن یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ اس جنگ کا ہمارے حال اور مستقبل کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ اندلس کے لاکھوں مسلمان عیسائیوں کی اکثریت اور ان کی حکومت کے رحم و کرم پر ہیں۔ قسطلہ اور غرناطہ کی جنگ اب اسلام اور عیسائیت کی جنگ بن چکی ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی

صورت میں اندلس کے مسلمان عیسائیوں سے کسی اچھے سلوک کی توقع نہیں رکھ سکتے ۔غرناطہ کی لڑائیوں میں اُندلس کے جو عیسائی مارے جاتے ہیں اُن کے عزیز ہم سے اُن کا انتقام لیتے ہیں اور یہ جنگ جس قدر طول پکڑے گی اُسی قدر ہمارے خلاف عیسائیوں کا جذبہ انتقام شدید ہوتا جائے گا۔ مجھے اہل غرناطہ کے متعلق کوئی پریشانی نہیں انہوں نے ایک طاقتور ہمسائے کے ساتھ جنگ مول لینے کی حماقت کی ہے اور انہیں اس کی سزا ملے گی لیکن ہم اندلس میں لاکھوں مسلمانوں کے مستقبل سے بے اعتنائی نہیں برت سکتے ۔ ہمارے بچاؤ کی اب صرف ایک صورت ہے اور وہ یہ کہ غرناطہ کی جنگ جلد ختم ہو جائے۔ جب تک یہ جنگ جاری رہے گی اندلس کی حکومت کو ہماری وفاداری پر شک رہے گا اور ہمارے ساتھ ان کا سلوک بد سے بدتر ہوتا جائے گا۔

آپ مجھ سے یہ سوال کریں گے کہ اندلس کے علمائے اسلام اور بزرگان قوم اس جنگ کو ختم کرنے کے لئے کیا کر سکتے ہیں؟ لیکن پیشتر اس کے کہ میں آپ کو اس سوال کا جواب دوں میں آپ سے پوچھتا ہوں کیا آپ اس بات کی ضرورت محسوس کرتے ہیں کہ یہ جنگ جلد ختم ہو جائے ؟

ایک شخص نے جواب دیا۔ اُندلس کے ہر مسلمان اس بات کی ضرورت محسوس کرتا ہے

دوسرے نے اُٹھ کر کہا۔ ہم سب آپ سے متفق ہیں

ابوداؤد کو ان لوگوں سے اختلاف کی توقع بھی نہ تھی۔ یہ سب شاہی مہمان تھے اور ابوداؤد اجتماع سے فرداً فرداً انہیں یہ بتا چکا تھا کہ انہیں کس مقصد کے لئے بلایا گیا ہے۔ ان علماء کے ہر گروہ کے لیڈر نے یکے بعد دیگرے اُٹھ کر ابوداؤد کے خیالات

کی تائید کی اور اس سے مطمئن ہو کر اپنی تقریر دوبارہ شروع کی ۔

حضرات! میں عیسائیوں کو مطمئن کرنے کے لئے لوشہ اور دوسرے شہروں کے مسلمانوں کو بادشاہ سلامت کی فوج میں رضا کارانہ طور پر شامل ہونے کی ترغیب دی تھی ۔گزشتہ حملے میں کوئی پانچ سو مسلمان نوجوانوں نے حکومت کی فوج کا ساتھ دیا لیکن بدقسمتی سے ان میں سے اکثر جذبات میں آ کر غرناطہ کی فوج سے جا ملے ۔اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں پر عیسائیوں کا رہا سہا اعتماد جاتا رہا اور مختلف شہروں میں جو افسوسناک واقعات ہوئے وہ اسی کا نتیجہ تھے۔

مجھ سے یہ غلطی ہوئی کہ میں نے ایسے کوتاہ اندیش لوگوں پر اعتماد کیا جو جذبات کی رو میں بہہ جانے والے تھے ۔اب میں آپ حضرات کو ایک بڑی مہم سونپ رہا ہوں ۔آپ کو اندلس کے مسلمان پناہ گزینوں کی حیثیت میں غرناطہ جانا پڑے گا۔ وہاں پہنچ کر آپ غرناطہ کے حکام اور اُن سے زیادہ وہاں کی عوام کو سمجھائیں کہ جنگ ایک سعی لاحاصل ہے ۔تمہاری غلطی کی سزا باقی اندلس کے مسلمانوں کو مل رہی ہے ۔ان پر عرصہ حیات تنگ ہو رہا ہے حضرات! اگر آپ نے اہل غرناطہ کو ہتھیار ڈالنے پر آمادہ کر لیا تو آپ نہ صرف فرڈی نیڈ کی مملکت کی مسلم رعیت بلکہ اہل غرناطہ کو بھی عیسائیوں کے انتقام سے بچا سکیں گے ۔اور یہ ایک بہت بڑا کام ہو گا۔

اس مہم کی تکمیل کے لئے آپ کو حکومت کی طرف سے تمام سہولتیں مہیا کی جائیں گی ۔آپ کو اس مہم کی باقی تفصیلات سے آگاہ کرنے کے لئے کل پھر اسی جگہ ہمارا اجتماع ہو گا اس اجلاس کو برخاست کرنے پہلے میں یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر آپ میں سے کسی کو میری باتوں سے اتفاق نہ ہو تو اُسے اپنے خیالات کے اظہار کا موقع دیا جائے ۔

حاضرین ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ایک کونے سے قرطبہ کا ایک سفید ریش عالم اُٹھا اور بلند آواز میں کہا۔

حضرات! میں آج ہی یہاں پہنچا ہوں ۔ میں اپنے عیسائی حکمران سے کچھ کہنے کا ارادہ لے کر آیا تھا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ میں شاید شاہ فرڈی نیڈ سے براہ راست نہیں ہوسکوں گا۔تاہم میں اس مجلس کے صدر کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے بادشاہ کے دارالحکومت میں اپنی آزادانہ رائے کے اظہار کا موقع دیا ہے ۔ یہ سوچنا صدر مجلس کا کام تھا کہ یہ مقام ایک مسلمان کی آزادانہ رائے کے لئے موزوں ہے یا نہیں ۔بہر حال اس دعوت کے بعد انہوں نے مجھ پر ایک فرض عائد کر دیا ہے اور میں یہ فرض پورا کروں گا۔میں اپنے جذبات کے اظہار کی بجائے علمائے اسلام کے اجتماعی احساسات کی ترجمانی کروں گا۔

حضرات! اُندلس کے بیشتر حصے میں ہمارے اقتدار کا خاتمہ ایک بہت بڑا نقصان تھا۔اس کے بعد دوسرا نقصان یہ ہوا کہ ہماری قوم کا ایک بڑا حصہ ذلت کی زندگی پر مطمئن ہوگیا ۔لیکن یہ نقصانات نا قابلِ تلافی نہ تھے ۔ امید مظلوموں، ناداروں اور بے کسوں کو زندہ رکھتی ہے جب ہماری محفل کے تمام چراغ بجھ گئے تو ہمیں غرناطہ میں ایک مشعل دکھائی دی۔ایک طوفان مدت سے غرناطہ کی اس مشعل کو بجھانے کی فکر میں ہے اور کئی ناکام کوششوں کے بعد یہ طوفان اب ہم سے مطالبہ کر رہا ہے کہ ہم اپنے ہاتھوں سے اس مشعل کو بجھا دیں۔آج قوم کا جنازہ اُٹھانے کے لئے ان علمائے دین کو منتخب کیا گیا ہے مردہ قوم کے کانوں میں صورِ اسرافیل پھونکا کرتے تھے۔

ابوداؤد قیامت کے دن تم میرے گواہ ہو۔ یہ سب اکابر علماء جو یہاں بیٹھے

ہوئے ہیں میرے گواہ ہیں کہ میں نے اپنی تمام کمزوریوں کے باوجود ان لوگوں کا ساتھ دینے سے انکار کیا جو حق کی جنگ سے منہ پھیر کر باطل کی فتح کے انعامات میں حصہ دار بننا چاہتے تھے۔

ابوداؤد! تم نے مجھے اپنی آزادانہ رائے کے اظہار کی دعوت دی ہے تو سنو! شاید قسطلہ میں حق کی یہ آخری آواز ہو جس دن غرناطہ پر عیسائیوں کی فتح کا پرچم لہرائے گا اندلس کے ہر مسلمان کے مکان پر موت کا پہرا ہوگا۔تم کہتے ہو کہ غرناطہ کے لوگوں کی مدافعانہ جنگ کے باعث عیسائی ہم سے بدظن ہو گئے ہیں۔لیکن میں پوچھتا ہوں کہ جب فرڈی نیڈ کی غرناطہ کے ساتھ جنگ نہ تھی اس وقت ہمارے ساتھ کیا سلوک ہوتا تھا۔کیا اُس وقت بے گناہوں کو قتل نہیں کیا گیا؟ اُسوقت ہماری بہو،بیٹیوں کی بے عزتی نہیں کی گئی۔کیا غرناطہ کے ساتھ دوستی کے باوجود اُندلس کے عیسائی حکمرانوں نے لاکھوں مسلمانوں کو ملک بدر نہیں کیا؟ کیا انہیں زبردستی عیسائی نہیں بنایا گیا؟ کیا ہماری مساجد کو گرجوں میں تبدیل نہیں کیا گیا؟ کیا ہمارے لئے عربی زبان بولنا حرام قرار نہیں دیا گیا اور دنیا میں وہ کون سا ظلم تھا جو ہم پر روا نہ رکھا گیا۔

ابوداؤد! ہر قوم کی عزت کی محافظ اُس کی قوت مدافعت ہوا کرتی ہے۔مجھے معلوم ہے جب ابوالحسن کی افواج لوشہ کا رُخ کر رہی تھیں۔ ہمارے عیسائی حکمران نے یہ اعلان کیا تھا کہ اُندلس کے مسلمانوں کے ساتھ بُرا سلوک کرنے والے افسروں کو بدترین سزائیں دی جائیں گی۔اس کے بعد جب ابوعبداللہ نے غداری کی اور ہماری حکومت کی نظر میں غرناطہ کا خطرہ کم ہوا تو ہمیں بدترین سلوک کا مستحق سمجھا گیا۔

غرناطہ اندلس کے مسلمانوں کا آخری حصار ہے۔ اگر یہ حصار ٹوٹ گیا تو یاد رکھئے اندلس میں مسلمانوں کے زندگی کے دن موت سے زیادہ الم ناک ہوں گے۔

صدرِ مجلس نے کہ کہا کہ اب چونکہ غرناطہ کے مسلمانوں کی موت یقینی ہے اس لئے ہم دشمن کو خوش کرنے کے لئے اپنے ہاتھوں سے اُن کا گلا کیوں نہ گھونٹ ڈالیں لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ جب ہمارے ہاتھ ان کی شہ رگ تک پہنچیں گے ہماری اپنی شہ رگ خود بخود کٹ جائے گی۔

سامعین کی طرف سے احتجاج کے نعرے بلند ہو رہے تھے لیکن اُن کی توقع کے خلاف ابو داؤد انتہائی اطمینان سے اُس کی تقریر سُنتا رہا۔ تقریر کے دوران میں چند بار لوگوں نے شور مچانے کی کوشش کی لیکن ابو داؤد نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں خاموش کر دیا جب بوڑھا عالم خاموش ہو گیا تو ابو داؤد اطمینان سے کہا۔ میرے بزرگ! آپ کچھ اور کہنا چاہتے ہیں؟

نہیں۔ اُس نے بیٹھتے ہوئے جواب دیا۔

ابو داؤد نے کہا۔ حضرات! میں اُن کی صاف گوئی کی داد دیتا ہوں لیکن مجھے افسوس ہے کہ میری تقریر سے ان کے دل میں چند غلط فہمیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ میں اُن کے ساتھ الگ بیٹھ کر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ اگر ان کی تقریر کے بعد کسی اور بزرگ کے دل میں شکوک پیدا ہو گئے ہوں تو میں ان کے ساتھ بھی تبادلہ خیالات کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اگر آپ میں سے کوئی ان خیالات کی تائید کرتا ہے تو مجھے بتا دے۔

اشبیلیہ کے چار علماء اُٹھ کھڑے ہو گئے۔

ابو داؤد نے کہا۔ اس مجلس میں صرف پانچ حضرات میرے ساتھ متفق نہیں۔

مجھے امید ہے کہ ہم ایک آزاد بحث کے بعد کسی نتیجہ پر پہنچ جائیں گے ۔ میں آپ کو شام کے بعد اپنے پاس بلالوں گا۔ یہ جلسہ برخاست کرنے سے پہلے حاضرین سے یہ درخواست کروں گا کہ وہ کسی سے اس جلسے کی کاروائی کا ذکر نہ کریں۔

رات کے وقت ابو داؤد کا ایک خادم ان پانچ علماء کو اپنے ساتھ لے گیا اور اس کے بعد کسی کو یہ معلوم نہ ہوسکا کہ وہ کہاں گئے ۔ اگلے دن اُن کے بعض ساتھیوں کا خیال تھا کہ وہ کسی اور ہی دنیا میں پہنچ چکے ہیں

قریبا دو ہفتوں میں نام نہاد علماء اور اکابر کا یہ گروہ ابو داؤد سے تربیت حاصل کرنے بعد غرناطہ کی طرف روانہ ہوا ۔ اس کے بعد ابو داؤد نے فرڈی نیڈ سے ہر صوبہ کے گورنر کے نام احکام حاصل کر لئے اور نئے رضا کار بھرتی کرنے کی غرض سے دوسرے شہروں کا دورہ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ ہر شہر میں اپنے ہم خیال لوگوں کی ایک جماعت بنانے کے بعد اس نے اشبیلہ کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنالیا۔ دوسرے شہروں کے گورنر قابل اعتماد لوگوں کو بھرتی کرکے اس کے پاس بھیج دیتے اور وہ اُنہیں تربیت دینے کے بعد غرناطہ روانہ کردیتا۔

عیسائیوں کے مظالم کی وجہ سے مسلمان اپنے شہر اور بستیاں چھوڑ کر غرناطہ کا رُخ کر رہے تھے ۔ ابو داؤد کے جاسوس ان پناہ گزینوں کے قافلوں میں شامل ہو جاتے اور کسی دقت کے بغیر غرناطہ جا پہنچتے ۔غرناطہ کی حکومت کے لئے پناہ گزینوں کا مسئلہ بہت سی مشکلات پیدا کررہا تھا لیکن عوام نے اپنے ایثار اور خلوص کے باعث حکومت کو پریشان نہ ہونے دیا۔وہ پناہ گزینوں کو اپنے گھروں میں جگہ دیتے اور اپنی روٹی کے ہر نوالے میں اُنہیں برابر کا حصہ دار سمجھتے ۔ البکسر کا تمام علاقہ آزاد ہو چکا تھا اور وہاں مہاجرین کے بہت خاندان آباد ہو چکے تھے۔

غرناطہ اور گردونواح کی بستیوں میں قریباً دس لاکھ پناہ گزین آچکے تھے اور ان میں قریباً دو ہزار کے قریب وہ بااثر لوگ تھے جن کا پیر و مرشد اشبیلہ سے انہیں ہدایات بھیج رہا تھا۔ یہ لوگ اہلِ غرناطہ کے سامنے اُن دلس کے مسلمانوں کی زبوں حالی کے قصے بیان کرکے انہیں اپنی طرف متوجہ کرتے اور پھر اُن کے ذہن میں اس قسم کے خیالات ٹھونسنے کی کوشش کرتے۔" یہ جنگ کب ختم ہوگی؟ اس کا انجام کیا ہوگا؟ افسوس افریقہ سے مسلمانوں سے کئی گنا زیادہ ہیں لیکن کاش ہمارا مقابلہ صرف اُندلس کے عیسائیوں کے ساتھ ہوتا۔ اب نہ صرف اہل ہسپانیہ بلکہ یورپ کے دوسرے عیسائی بھی غرناطہ میں ہماری چھوٹی سی سلطنت کا نام ونشان مٹانے کا عہد کر چکے ہیں مسلمانوں کے دل ٹوٹ چکے ہیں مسلمان بزدل نہیں وہ مارنا اور مرنا جانتا ہے۔آج بھی اگر فرڈی نینڈ اپنی مملکت کے تمام عیسائی سپاہی لے کر میدان میں آجائے تو ہم انہیں چند دن میں کچل کر رکھ دیں۔لیکن اب تمام یورپ کے عیسائی اس کی مدد کے لئے جمع ہو رہے ہیں۔اس کے برعکس افریقہ میں ہمارے بھائی ہمارے حال سے بے خبر ہیں۔ہم کب تک لڑیں گے؟

اس جنگ کا نتیجہ کیا ہوگا"؟

صبح کے وقت غرناطہ کی مساجد مس اس قسم کے اشتہار دیواروں کے ساتھ چسپاں ہوتے۔

"کیا فرماتے ہیں علمائے دین! کیا ایسی جنگ جاری رکھنا جائز ہے جس کا انجام ہلاکت کے سوا کچھ نہ ہو؟"

منافقین کی ان کوششوں سے غرناطہ شکست خوردہ ذہنیت کے لوگوں کی تعداد بڑھنے لگی۔اندلس کے اکابر سے غرناطہ بھی متاثر ہونے لگے۔ان زہریلے اثرات

سے فوج ابھی تک محفوظ تھی لیکن ابو دووٗد کے آدمی فوج میں بھی بھرتی ہو رہے تھے۔ اشبلیہ سے بعض یہودی تاجر پناہ گزینوں کے بھیس میں آ گئے تھے اور وہ فرڈی نینڈ کے سونے اور چاندی سے با اثر اُمراء کے ضمیر خرید رہے تھے۔

(۵)

لوشہ کا قائم مقام گورنر جان مائیکل تدبر کی بجائے طاقت سے کام لینے کا قائل تھا۔ابو داوٗد کی موجودگی میں بھی لوشہ کے مسلمان اپنے آپ کو عیسائیوں کے ظلم وتشدد سے محفوظ نہیں سمجھتے تھے تاہم ابو داوٗود کی حکمت عملی کے باعث مسلمانوں کے خلاف ان کا جذبہ انتقام کسی حد تک دبا رہا لیکن ابو داوٗد کے جاتے ہی مسلمان یہ محسوس کرنے لگے کہ لوشہ میں ان پر عرصہ حیات تنگ ہو گیا ہے۔

وہ پانچ ہزار سپاہی جو لوشہ کی حفاظت کے لئے ائے تھے شراب سے بدمست ہو کر شہر کی گلیوں میں چکر لگاتے۔مساجد میں گھس کر نماز پڑھنے والوں کو زدوکوب کرتے ۔رات کے وقت وہ مسلمانون کے گھروں کے دروازے توڑ کر اندر گھس جاتے اور اُن کی عورتوں کو زبردستی گھسیٹ کر فوجی اڈوں میں لے جاتے۔

ایک دن ایک نوجوان نے غیرت میں آ کر اپنے پڑوسی کے گھر پر حملہ کرنے والے سپاہیوں میں سے تین کو قتل کر دیا۔اس کے بعد جان مائیکل نے شہر پر جوجی حکومت مسلط کر دی ۔شہر ے ایک نیک طینت راہب کی قیادت میں سرکودہ عیسائیوں کا ایک دفد گورنر سے ملا اور انہون نے گورنر سے درخواست کی کہ فوج کے شہر میں داخل ہونے پر پابندی عائد کی جائے شراب سے بدمست سپاہی نہ صرف مسلمانوں بلکہ کبھی کبھی عیسائیوں کے گھروں میں بھی جا گھستے ہیں۔گورنر نے یہ حکم صادر کر دیا کہ عیسائی اپنے گھروں کے دروازوں پر صلیب کے نشان لگا دیں تا کہ

سپاہیوں کو غلط فہمی نہ ہو۔

لوشہ کا ایک متمول تاجر عیسائی جان مائیکل کا دوست تھا۔ جان مائیکل رات کے وقت اکثر اس کے ہاں چلا جاتا۔ ہر رات سپاہی اس تاجر کے مکان پر کوئی نہ کوئی بد نصیب لڑکی پکڑ لاتے۔

ایک رات جان مائیکل شراب کے نشے میں بد مست تھا۔ اُس نے اپنے میزبان سے کہا۔ میں نے اب شادی کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

تاجر نے قہقہہ لگایا۔ شادی! تم شادی کرو گے۔

جان مائیکل نے گرج کر کہا۔ خاموش! تم سمجھتے ہو کہ میں نشے کی حالت میں بک رہا ہوں لیکن میں نے شادی کا فیصلہ کیا ہے۔ میں اندلس کی سب سے خوبصورت لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں اور وہ لوشہ میں ہے۔ جانتے ہو وہ کون ہے؟

''میں جانتا ہوں''

''اچھا بتاؤ کون ہے؟''

وہ ابو داؤد کی لڑکی ہے۔

''اس کا نام جانتے ہو؟''

''اس کا نام ربیعہ ہے۔''

گورنر نے شراب کا جام اُٹھاتے ہوئے کہا تم کچھ نہیں جانتے اس کا نام انجلا ہے۔'' تاجر نے کہا۔ میں نے انجلا کو دیکھا ہے لیکن میں نے سنا ہے کہ ربیعہ اس سے بھی زیادہ خوبصورت ہے۔''

جان مائیکل نے گرج کر کہا۔ یہ ربیعہ کون ہے؟

’’وہ اینجلا کی سوتیلی بہن ہے۔وہ مردوں کے سامنے نہیں آتی وہ گرجے میں بھی نہیں آتی۔میں نے سُنا ہے کہ اُس کی ماں مسلمان تھی۔‘‘

’’تم بکتے ہو اندلس کی کوئی لڑکی اینجلا سے زیادہ خوبصورت نہیں۔میں اس کی توہین برداشت نہیں کرسکتا۔اگر تم نے دوسری مرتبہ یہ کہا کہ کوئی لڑکی اینجلا سے زیادہ خوبصورت ہے تو تمہاری جان کی خیر نہیں۔‘‘

تو آپ اینجلا کے ساتھ شادی کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں‘‘

’’ہاں میرا فیصلہ اٹل ہے لیکن وہ مجھ سے نفرت کرتی ہے۔‘‘

’’آپ سے نفرت؟

’’ہاں وہ مجھ سے نفرت کرتی ہے۔‘‘

’’میری سمجھ میں نہیں آت کہ فرڈی نینڈ کے نائٹ سے ایک لڑکی کیسے نفرت کر سکتی ہے۔اس کی ماں عیسائی ہے اور وہ یقیناً اُسے اپنی خوش قسمتی سمجھے گی۔اگر اجازت ہو تو میں بشپ کو اس کے ساتھ بات کرنے کے لئے کہوں۔‘‘

’’میں خود اس کی ماں کے ساتھ بات کر چکا ہون اور اُسے کوئی اعتراض نہیں۔ لیکن لڑکی کو مجھ سے نفرت ہے۔پرسوں میں نے اُسے دعوت دی تھی۔اس کی ماں آئی تھی لیکن اس نے دردسر کا بہانہ کیا۔جانتے ہو خوبصور لڑکیاں کس وقت دردسر کا بہانہ کرتی ہیں؟تم نہیں جانتے تم بیوقوف ہو۔جب وہ کسی کو دیکھنا پسند نہین کرتیں تو دردسر کا بہانہ کرتی ہیں۔میں نے اپنی خادمہ کے ہات اسے پُھول بھجوائے تھے۔ جانتے ہو اس نے کیا کیا؟۔۔۔۔۔تم نہیں جانتے ٹھہرو میں بتاتا ہوں۔‘‘

جان مائیکل نے اُٹھ کر مز پر رکھے ہوئے گلدستہ کو اُٹھایا اور تاجر کے سر پر دے مارا اور قہقہہ لگاتے ہوئی کہا۔’’اس نے پھولون کا گلدستہ میرے خادمہ کے سر

پر دے مارا اور اُسے کہا اگر تم دوبارہ کوئی چیز لے کر آئیں تو تمہاری جان کی خیر نہیں۔"

تاجر نے کہا۔لیکن آپ کو مایوس نہیں ہونا چاہیے۔

جان مائیکل نے شراب کا ایک جام حلق سے اُتارتے ہوئے کہا۔مایوس اور میں؟ تم مجھے نہیں جانتے میرے اور اُس کے درمیان صرف چند قدم کا فاصلہ ہے لیکن اگر ہمارے درمیان ساتھ سمندر بھی حائل ہوتے تو بھی میں مایوس نہ ہوتا۔وہ میری ہے۔انجلا میری ہے میری بننے کے سوا اس کے لئے کوئی راستہ نہیں۔جانتے ہو میں کون ہوں؟ تم نہیں جانتے۔تم ایک بیوقوف تاجر ہو۔"

(۶)

عام حالات میں شاید میریا انجلا کی مرضی کے خلاف کوئی قدم نہ اُٹھاتی لیکن ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے اُسے انجلا کے مستقبل کے متعلق جلد کوئی فیصلہ کرنے پر مجبور کر دیا۔

میریا دیر تک سونے کی عادت تھی لیکن ایک رات طبیعت کی خرابی کے باعث اُسے نیند نہ آئی۔انجلا کا کمرہ اس کے ساتھ تھا پچھلے پہر اُس نے پیاس محسوس کی۔پانی صراحی برآمدے میں تھی۔میریا نے خادمہ کو آواز دینے کی بجائے خود اُٹھ کر پانی پیا۔واپس جاتے ہوئے اُسے کوئی خیال آیا اور وہ انجلا کے کمرے کی طرف چل دی۔دروازہ کھلا تھا لیکن انجلا کا بستر خالی تھا۔

اس سے آگے ربیعہ کا کمرہ تھا اور اندر سے بولنے کی آواز آ رہی تھی۔میریا دبے پاؤں دروازے کے قریب پہنچ کر کھڑی ہوگئی۔اس نے آہستہ سے دروازے کو دھکیلا اور تھوڑی سی دراڑ بنا کر اندر جھانکنے لگی۔اندر شمع جل رہی تھی۔انجلا ایک کتاب ہاتھ میں لئے ربیعہ کے سامنے قالین پر بیٹھی آہستہ آہستہ پڑھ رہی تھی وہ کسی

لفظ پر رُک جاتی تو ربیعہ اسے بتا دیتی۔ یہ وہ کتاب تھی جسے میریا نے اکثر ربیعہ کو انتہائی سوز و گداز کے ساتھ پڑھتے ہوئے دیکھا تھا۔ یہ قرآن تھا۔

میریا کچھ دیر مبہوت کھڑی رہی۔ انجلا اس کے نزدیک بدترین گناہ کی مرتکب ہو چکی تھی اس کا جی چاہتا تھا کہ وہ بھاگ کر اپنی بیٹی کے ہاتھ سے قرآن چھین لے لیکن اس کے پاؤں زمین سے پیوست ہو کر رہ گئے۔ اس کی قوت فیصلہ جواب دے چکی تھی۔

انجلا نے قرآن بند کیا اور اُسے اور اُسے مخمل کے جزدان میں لپیٹ کر الماری میں رکھ دیا۔ اس کے بعد دونوں نماز کی نیت باندھ کر کھڑی ہو گئیں۔

میریا انتہائی رنج و کرب کی حالت میں اپنے کمرے کی طرف لوٹ آئی۔ بارہا اس کے جی میں آیا کہ وہ انجلا کو بالوں سے گھسیٹتی ہوئی اپنے کمرے میں لے آئے لیکن اس نے محسوس کی کہ یہ معاملہ خطرناک حد تک آگے جا چکا ہے اور اس کی جلد بازی انجلا کو کھلی بغاوت پر آمادہ کر دے گی۔ دیر تک وہ بے حس و حرکت بیٹھی رہی۔ اچانک اُسے خیال آیا اور وہ اُٹھ کر باہر نکل گئی۔۔۔ بیرونی دروازے سے گزرنے کے بعد اس کا رُخ بشپ کی قیام گاہ کی طرف تھا اس سے قبل اُسے محل کے کسی ملازم یا سپاہی نے پیدل باہر جاتے نہیں دیکھا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ لوشہ کے بشپ سے کہہ رہی تھی۔ مقدس باپ! میں چاہتی ہون کہ انجلا کی شادی کر دی جائے لیکن وہ بہت سرکش ہے۔ وہ میرا کہا نہیں مانتی۔ "

بشپ نے سوال کیا وہ راہبہ بننا چاہتی ہے؟

نہیں مقدس باپ! اُسے کوئی رشتہ پسند نہیں۔ "

”میں اس بارے میں خود تم سے ملنے والا تھا۔ جان مائیکل نے مجھ سے کئی بار یہ کہا ہے کہ اُسے تمہاری لڑکی پسند ہے۔“

”مقدس باپ! میں اُسے اپنی عزت افزائی سمجھتی ہوں لیکن انجلا بہت ضدی ہے۔ آپ اسے سمجھائیں۔“

بشپ نے کچھ سوچ کر کہا ”میرے خیال میں اگر تم جان مائیکل کو اپنی بیٹی سے ملاقات کا موقع دیتیں تو شاید یہ مشکل خود بخود حل ہو جاتی“۔

میریا نے جواب دیا۔ مقدس باپ! اگر یہ معاملہ اس قدر آسان ہوتا تو میں آپ کو تکلیف نہ دیتی۔ انجلا پر تیری لڑکی نے جادو کر رکھا ہے۔ وہ مسلمان ہے اور اس نے انجلا کے دل میں ہمارے ہم مذہبوں کے خلاف سخت نفرت پیدا کر دی ہے مجھے ڈر ہے کہ وہ گمراہ نہ ہو جائے اس لئے میں فوراً اس کی شادی کرنا چاہتی ہوں۔ میں اُسے ربیعہ سے دُور رکھنا چاہتی ہوں“۔

بشپ نے کہا ”اگر یہ بات ہے تو ہمیں سُستی نہیں کرنی چاہیے لیکن میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر انجلا کو اس کی مرضی کے خلاف شادی پر مجبور کیا جائے تو تمہارا خاوند رضامند ہوگا؟

میریا نے جواب دیا۔ ”وہ اس بات کا مخالف نہیں کہ انجلا کی شادی کسی معزز عیسائی خاندان میں کر دی جائے لیکن مجھے ڈر ہے کہ اگر انجلا نے انکار کر دیا تو وہ اس کی طرفداری کرے گا“۔

”انجلا صرف جان مائیکل سے شادی کرنے کے خلاف ہے یا ہر عیسائی سے نفرت کرتے ہے۔

میریا نے گھبرا کر جواب دی۔ ”مقدس باپ! وہ شراب پینے والوں سے نفرت

کرتی ہے اور ایہ اس کی سوتیلی بہن کی صحبت کا اثر ہے۔ جان مائیکل جب پہلے دن ہمارے گھر آیا تھا وہ شراب میں مدہوش تھا اور شاید اسی وجہ سے اینجلا کو اس سے نفرت ہوگئی ہے۔"

بشپ نے کہا ''میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ تمہارے گھر کا ماحول عام عیسائیوں کے ماحول سے مختلف رہا ہے تمہیں اس قدر پریشان نہیں ہونا چاہیے یہ معاملہ ٹھیک ہو جائے گا۔

آج شام میں تمہارے ہاں آؤں گا۔ تم جان مائیکل کی دعوت کا انتظام کرو۔ سردست کسی اور کو بلانے کی ضرورت نہیں۔

میریا نے کہا ''مقدس باپ! مجھے ڈر ہے جان مائیکل کا نام سنتے ہی وہ علالت کا بہانہ کرکے لیٹ جائے گی۔"

تو اس کے سامنے جان مائیکل کا ذکر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ وہ اُس وقت آئیگا جب ہم کھانے کی میز پر بیٹھ چکے ہوں گے۔

(۷)

لوشہ کے بشپ سے ملنے کے بعد میریا باقی سارا دن ربیعہ اور اینجلا کے پاس بیٹھی رہی اینجلا کو اس بات کا افسوس تھا کہ وہ اپنی ماں کی موجودگی میں ربیعہ کے ساتھ نماز میں شریک نہ ہوسکی تاہم اُسے اس بات کی خوشی تھی کہ اس کی سوتیلی بہن کے ساتھ اس کی ماں کے طرز عمل میں ایک خوشگوار تبدیلی آچکی ہے۔

آج میریا ربیعہ پر بہت مہربان تھی۔ وہ اس کے بال سنوارنے اور اس کا لباس تبدیل کرنے پر مُصر تھی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ ربیعہ تم لباس کے معاملے بہت بہت پرواہو۔ دیکھنے والے کہتے ہونگے کہ تمہاری سوتیلی ماں کو تمہارے ساتھ کوئی دلچسپی

نہیں۔تم سارا دن مغموم بیٹھی رہتی ہو۔دیکھو تمہارا رنگ کیسا زرد ہو رہا ہے۔تمہارا باپ آکر دیکھے گا تو شاید یہ خیال کرے گا کہ میں تمہیں تنگ کرتی رہی ہوں۔خدا کے لئے اپنی صحت کا خیال رکھا کرو‘‘۔

ربیعہ کے لئے اپنی ماں کے دل میں اتنی بڑی تبدیلی دیکھ کر انجلا اس قدر متاثر ہوئی کہ رات کے وقت جب میریا نے اس سے بشپ کے ساتھ کھانا کھانے کا مطالبہ کیا تو وہ انکار نہ کر سکی۔

کھانے کی میز پر ادھر اُدھر کی باتیں کرنے کے بعد بشپ نے جان مائیکل کا ذکر چھیڑ دیا انجلا نہایت بے توجہی سے اس کے بہادرانہ کارناموں کی داستانیں سنتی رہی بشپ نے اس کے مختلف معرکوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔’’ جان مائیکل کے متعلق مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ شراب پینے کے معاملے میں اعتدال سے کام نہیں لیتا ورنہ اسپین کا کوئی نائٹ اس کا ہم پلہ نہیں۔تاہم وہ لوگ جو اس کی کمزوری کی وجوہات جانتے ہیں اُسے قابلِ معافی سمجھتے ہیں۔اُسے اپنی بیوی کے ساتھ ازحد محبت تھی۔اس کی موت کے بعد وہ شراب میں غرق رہ کر اپنا غم غلط کرنے کی کوشش کرتا ہے اُسے کوئی ایسی رفیقہ حیات نہیں ملی جو اس کی زندگی کی تلخیوں کو کم کر سکتی۔ اندلس کے معزز ترین گھرانے اس کے ساتھ رشتہ کرنا اپنے لئے باعث عزت سمجھتے ہیں لیکن اُسے کوئی لڑکی پسند نہیں آتی ۔ یہاں تک کہ شاہی گھرانوں کی لڑکیاں بھی اس کے معیار پر پوری نہیں اُترتیں۔اب مجھے اس کے ایک دوست نے بتایا ہے کہ وہ ایک نہایت معصوم لڑکی کے ساتھ شادی کرنا چاہتا ہے۔اگر وہ لڑکی ذہین بھی ہے تو مجھے یقین ہے کہ وہ جان مائیکل کی تمام عادات میں تبدیلی لا سکے گی اور یہ کلیسا کی بہت بڑی خدمت ہوگی۔کلیسا کے فرزند اس وقت دشمن کے ساتھ لڑ رہے ہیں اور

کلیسا کی بیٹیوں کا فرض ہے کہ وہ ان کی تسکین کا سامان مہیا کریں۔ جان مائیکل کی شراب نوشی پر نکتہ چینی کرنے کی بجائے ہمیں ان تمام وجوہات پر غور کرنا چاہیے جن کے باعث وہ ہمیشہ شراب میں غرق رہنا پسند کرتا ہے۔ اُسے اپنی بیوی کی موت کا صدمہ ہے۔ اس کے علاوہ اس نے وحشی مسلمانوں کے خلاف جنگ میں اپنے بہترین دوستوں کو مرتے ہوئے دیکھا ہے۔ اگر قوم کی بیٹیاں اس کی حالت پر رحم کھانے کی بجائے اس سے نفرت کریں تو یہ قابلِ افسوس ہے۔"

اینجلا کا اضطراب بڑھ رہا تھا۔ وہ یہ محسوس کر رہی تھی کہ اس کے لئے کوئی جال بچھایا جا رہا ہے۔ اس نے اپنی ماں اور پھر بشپ کی طرف دیکھا۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔ لیکن خادمہ نے میریا کے کان میں کچھ کہا اور میریا نے برہم ہو کر اسے جواب دیا تم نے انہیں ملاقات کے کمرے میں کیوں بٹھا رکھا ہے انہیں یہاں لے آؤ۔"

خادمہ مذبذب کی حالت میں میریا کی طرف دیکھنے لگی۔ میریا اس کی وجہ نہ سمجھ سکی۔ وہ برہم ہو کر بولی۔" جاتی کیوں نہیں، میری طرف کیا دیکھ رہی ہو۔

لیکن خادمہ نے جھک کر پھر میریا کے کان میں کچھ کہا اور میریا کے چہرے پر اچانک زردی چھا گئی۔ بشپ اور اینجلا میریا کی طرف جواب طلب نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔

بشپ نے پریشان ہو کر سوال کیا۔ کیا بات ہے؟

میریا نے اُٹھتے ہوئے جواب دیا۔ کچھ نہیں میں ابھی آتی ہوں۔

لیکن برآمدے میں کسی کے پاؤں کی آہٹ سُن کر میریا رُک گئی اور اُس کے ساتھ ہی اُسے اپنا حبشی غلام یہ کہتا ہوا سنائی دیا۔ میں آپ کو ایسی حالت میں اندر نہیں جانے دوں گا۔

اس کے جواب میں شراب کے نشے میں ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی۔ ''تم میرا راستہ نہیں روک سکتے۔ میں اس شہر کا گورنر ہوں۔ ہٹ جاؤ ورنہ تمہیں پھانسی پر لٹکا دوں گا۔

میریا کے پاؤں زمین کے ساتھ پیوست ہو کر رہ گئے۔ ایک ثانیہ بعد جان مائیکل دروازے میں کھڑا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں سونے کی صراحی اور دوسرے ہاتھ میں پیالہ تھا۔ اُس کی آنکھوں سے وحشت برس رہی تھی میریا، انجلا اور بشپ مبہوت ہو کر اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔

میریا نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔ انجلا! تم پیچھے کے کمرے میں چلی جاؤ۔

لیکن انجلا کی غیرت نے ماں کو تنہا چھوڑنا گوارا نہ کیا بشپ اس غیر متوقع صورت حالات کا سامنا کرنے کے لئے تیار نہ تھا۔ وہ کبھی غصے اور ندامت کے ساتھ جان مائیکل اور کبھی معذرت طلب نگاہوں سے میریا کی طرف دیکھ رہا تھا۔

جان مائیکل نے دروازے میں کھڑے کھڑے صراحی سے ایک جام بھر کر پیا اور لڑکھڑاتا ہوا آگے بڑھا۔ وہ صراحی اور پیالہ میز پر رکھ کر بشپ کے قریب خالی کرسی پر بیٹھ گیا۔ انجلا اپنی جگہ سے کھسک کر اپنی ماں کے قریب کھڑی ہو گئی۔

جان مائیکل نے کہا۔ آپ کھڑی کیوں ہیں بیٹھ جائیے۔ آپ کے نوکر بہت بدتمیز ہیں لوشہ کا ہر آدمی جانتا ہے لیکن آپ کو نوکروں کو یہ معلوم نہین کہ میں اس شہر کا گورنر ہوں۔

مقدس باپ! میں آج اس بات کا فیصلہ کر کے جاؤں گا لیکن یہ کھڑی کیوں ہیں۔ میں کوئی بھوت ہوں۔ انجلا! تم مجھ سے خوف زدہ ہو؟ خدا کے لئے بیٹھ جاؤ میں تمہارا دشمن نہیں ہوں اور اپنی ماں کی طرف دیکھو۔ اس نے مجھے یہاں آنے کی

دعوت دی تھی اور اب یہ میری صورت دیکھ کر کانپ رہی ہے۔

بشپ نے کہا۔میریا بیٹھ جاؤ۔انجلا بیٹی! ڈرو نہیں۔مائیکل ایک نائٹ ہے کلیسا کی بیٹی کو اس سے خوف کھانے کی ضرورت نہیں۔

مائیکل نے کہا۔مقدس باپ! ان کا احترام میرا فرض ہے لیکن کوئی نائٹ یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ کوئی گھر میں بُلا کر اُس کی بے عزتی کرے کیا اُنہوں نے مجھے یہاں آنے کی دعوت نہیں دی؟

انجلا نے حقارت کے ساتھ اپنی ماں کی طرف دیکھا۔بشپ نے پھر کہا۔میں ابھی تمہیں یہ بتا رہا تھا کہ موجودہ حالت ایسے ہیں جن کے باعث ہمارے بہترین سپاہی بہت زیادہ شراب پینے کے عادی ہو چکے ہیں۔جب حالات بدلیں گے یہ عادات بھی بدل جائیں گی۔میریا انجلا!! بیٹھ جاؤ۔جان مائیکل کے دل میں تمہاری توہین کا خیال نہیں آ سکتا۔

میریا ایک لمحہ جھجکنے کے بعد کرسی پر بیٹھ گئی۔لیکن انجلا کھڑی رہی

مائیکل نے اپنا لہجہ تبدیل کرتے ہوئے کہا۔مقدس باپ! میں نے آپ کے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ میں آج شراب پینے میں احتیاط برتوں گا لیکن مجھے افسوس ہے یہ میرے بس کی بات نہیں۔میں جانتا ہوں کہ انجلا شراب سے نفرت کرتی ہے مقدس باپ! میں اسے چھوڑ دونگا انجلا کے لئے میں سب کچھ کر سکتا ہوں۔انجلا! خدا کے لئے بیٹھ جاؤ! تم نہیں بیٹھو گی؟

تمہیں بیٹھنا پڑے گا۔میں تمہارے گھر آ کر اپنی توہین برداشت نہیں کر سکتا!!

جان مائیکل نے لرزتے ہوئے ہاتھوں سے ایک اور جام بھر کر منہ سے لگا لیا۔

میریا نے انجلا کا ہاتھ پکڑتے ہوئے آہستہ آہستہ سے کہا۔یہ ایک شرابی کی ضد ہے

خدا کے لئے بیٹھ جاؤ۔''

اینجلا اپنی ماں کے الفاظ سے زیادہ اس کی ملتجی نگاہوں سے متاثر ہو کر بیٹھ گئی مائیکل کے متعلق اس کا خوف نفرت میں تبدیلی ہو چکا تھا۔ چند لمحات قبل حیا کا تقاضا یہ تھا کہ وہ وہاں سے بھاگ جائے اور اب غیرت کا تقاضا یہ تھا کہ وہ صورت حالات کا مقابلہ کرے۔

جان مائیکل کچھ دیر خاموشی سے اینجلا کی طرف دیکھنے کے بعد بولا۔ تم نے کھانا کیوں چھوڑ دیا۔ کھاؤ! میری فکر نہ کرو۔ میں اسوقت کھانا نہیں کھاتا میں صرف پیا کرتا ہوں، مقدس باپ! اگر آپ میرے ساتھ شرکت کرنا چاہیں تو یہ صراحی حاضر ہے۔ اس دن مجھے جو شراب ملی تھی آپ بھی وہ بہت ہلکی قسم کی تھی۔ اس لئے آج میں اپنی صراحی اُٹھا لایا ہوں۔ اینجلا کی طرح شاید آپ بھی شراب سے نفرت کرتے ہوں لیکن اگر آ میری جگہ ہوتے تو بہت زیادہ پیتے مجھ سے بھی زیادہ۔ آپ ہمیشہ مدہوش رہتے ہوش میں انسان کو طرح طرح کے خیالات ستاتے ہیں میرے متعلق آپ یہ خیال نہ کریں کہ میں ہمیشہ اسی طرح شراب پیتا تھا نہیں کسی زمانے میں شراب سے میری نفرت کا یہ عالم تھا کہ میں مذہبی رسومات میں بھی اُسے ہاتھ نہیں لگاتا تھا۔ لیکن اب میں سب سے زیادہ پیتا ہوں۔ اینجلا کو میری یہ عادت پسند نہیں۔ اُسے شاید میری یہ عادت بھی پسند نہ ہو کہ میں رات کے وقت لوگوں کے گھروں میں چلا جاتا ہوں۔ اینجلا شاید مجھے ظالم کہے گی۔

بشپ نے مائیکل کو ٹوکنے کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے کہا۔ میں اینجلا کو بتا چکا ہوں کہ آپ اپنی بیوی کی وفات کے بعد شراب کے عادی ہو گئے ہیں۔

مائیکل نے جواب دیا۔ یہ غلط ہے یہ بالکل غلط ہے میں جانتا ہوں کہ میری

بیوی کی موت کا باعث میری شراب نوشی تھی ۔صرف شراب نوشی ہی نہیں اُسے میری بہت سی عادتوں سے نفرت تھی ۔المحہ کی فتح کے بعد جو کچھ ہوا اُس کے بعد وہ کہا کرتی تھی کہ تم وحشی ہو لیکن یہ میرا قصور نہ تھا۔المحہ کی فتح سے پہلے میں بہت کم شراب پیا کرتا تھا لیکن اس دن فتح کی خوشی میں میں نے کئی صراحیاں خالی کر دیں اور اس کے بعد وہ واقعہ پیش آیا۔نشے کی حالت میں مجھے معلوم نہ تھا کہ میں کیا کر رہا ہوں ۔وہ بہت خوبصورت تھی۔ میں نے اس کے ساتھ وعدہ بھی کیا کہ میں تمہاری جان بچالوں گا۔اس کا جُرم معمولی نہ تھا۔اُس نے ہمارے دو سپاہی قتل کئے تھے۔اس کے چار بھائی جنگ میں مارے گئے تھے۔شہر والے ہتھیار ڈال چکے تھے۔

ان کا فرض تھا کہ ہمارے لئے اپنے گھروں کے دروازے کھول دیتے لیکن اُس خوبصورت لڑکی کے گھر کا دروازہ بند تھا۔ میں نے دروازہ توڑ رہے تھے مکان کی چھت سے چند تیر آئے ۔میرے آٹھ سپاہی زخمی ہوئے اور وہ وہیں ڈھیر ہو گئے ۔ ہم مکان میں داخل ہوئے تو وہاں صرف ایک لڑکی تھی ۔اُس نے مجھ پر خنجر کے ساتھ حملہ کیا لیکن میں نے اس کے ہاتھ سے خنجر چھین لیا۔اگر میں منع نہ کرتا تو سپاہی اس کی بوٹیاں نوچ ڈالتے سپاہی چلے گئے لیکن میں وہیں رہا میں نے اور شراب منگوائی میں نے اُسے ایک پیالہ پیش کیا میں نے کہا میں تمہاری جان بچانے کا وعدہ کرتا ہوں ۔میں تمہیں شہر سے باہر چھوڑ آؤں گا لیکن وہ بہت ضدی تھی بالکل انجلا کی طرح ۔اس نے شراب کا پیالہ مرے منہ پر دے مارا۔اُس نے میرا منہ نوچ ڈالا۔ اُس کی گالیاں میرے لئے نا قابل برداشت تھیں اس کے بعد مجھے ہوش نہ رہا مجھے معلوم نہ تھا کہ میں کیا کر رہا ہوں ۔وہ تڑپتی رہی اور اس کے گلے پر میرے ہاتھوں کی گرفت سخت ہوتی گئی ۔صبح کے وقت جب مجھے ہوش آیا تو اس کی لاش میرے قریب

پڑی ہوئی تھی۔اس کی خوبصورت گردن پر میری اُنگلیوں کے نشانات تھے۔میں یہ سمجھ رہا تھا کہ وہ سو رہی ہے اُس کی صورت دیکھ کر مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ میں نے اُسے اپنے ہاتھوں سے ہلاک کیا ہے۔میں اُسے جگانے کی کوشش کر رہا تھا۔

اس کے بعد میں سارا دن شراب پیتا رہا۔اس کے بعد میں ہمیشہ شراب میں غرق رہتا ہون لیکن یہ ایک ایسی تشنگی ہے جو کبھی دُور نہ ہوگی۔میں نے پہلی بار انجلا کو دیکھا تو مجھے وہ لڑکی یاد آ گئی آج تک میں جو کچھ کیا ہے اس کی ذمہ دار وہ لڑکی ہے اور اب آئندہ جو کچھ کروں گا اس کی ذمہ دار انجلا ہوگی۔میں آج اس بات کا فیصلہ کرنے آیا ہوں۔انجلا تمہیں اس بات کا جواب دینا پڑے گا کہ میرے ساتھ شادی کرنا منظور ہو یا نہیں؟

انجلا کی آنکھوں میں آنسو آ چکے تھے۔وہ تصور میں اس بے کس لڑکی کی جگر دوز چیخیں سُن رہی تھی۔جان مائیکل کے سوال پر وہ چونک اُٹھی۔تمہیں میرا جواب معلوم ہے۔انجلا اُٹھ کر کھڑی ہوگئی۔

مائیکل نے گرجتے ہوئے کہا۔اگر یہ وہی جواب ہے جو مجھے اس لڑکی نے دیا تھا تو سنو! جس پھول کی مہک میرے لئے نہیں میں اُسے اپنے ہاتھوں سے مسلنے کا عادی ہو چکا ہوں۔

انجلا نے جواب دیا۔اس لڑکی کے ساتھ تم اپنا منہ کالا کرنا چاہتے تھے اور مجھے تم نے شادی کا پیغام دیا ہے۔فرڈی نینڈ کے نائٹ اور کلیسا کے بہادر کو میرا یہ جواب ہے کہ میری نگاہ میں تمہاری نسبت لوشہ کا ایک بھکاری زیادہ قابل عزت ہے۔اس بے کس لڑکی کے لئے تم ایک بھوکے بھیڑیئے تھے لیکن میرے سامنے تم ایک پاگل کتے ہو۔تم اس وقت بھی قابلِ نفرت تھے اور بھی قابلِ نفرت ہو۔

"اینجلا!!! اینجلا!! بشپ اور میریا نے ایک زبان ہو کر کہا۔ لیکن وہ ان کی طرف متوجہ نہ ہوئی۔ وہ کہہ رہی تھی، تم انسانیت کے نام پر ایک بدنما داغ ہو۔ تم مجھے دھمکیاں دیتے ہو لیکن جب تک مجھ پر خدا کا ہاتھ ہے تم میرا بال بیکا نہیں کر سکتے۔ تم نے جس زمین پر کلیسا کی شاندار عمارتیں بنائی ہیں اُسی زمین پر بے گناہوں کا خون گرایا ہے۔ وہ وقت آئے گا جب یہ عمارتیں پیوند خاک ہو جائیں گی اور آنے والی نسلوں کو ان کے کھنڈر بھی نظر نہ آئیں گے لیکن یہ وقت کا ہاتھ تاریخ کے صفحات پر ان بیگناہوں کے خون سے لکھی ہوئی تحریریں نہیں مٹا سکے گا۔

اینجلا بشپ کی طرف متوجہ ہوئی۔ اور تم مریم کے بُت بنا کر پوجتے ہو لیکن اپنے سپاہیوں کے ہاتھوں معصوم لڑکیوں کی عصمت دری کروانا مریم کے بیٹے کے دین کی بہت بڑی خدمت سمجھتے ہو۔ تم اس صلیب کی پوجا کرتے ہو لیکن میں پوچھتی ہوں اندلس کے ہر شہر میں کتنے بے گناہ ہیں جنہیں تم ہر روز پھانسی دیتے ہو۔

بشپ نے اُٹھتے ہوئے کہا۔ یہ لڑکی گمراہ ہو چکی ہے۔ اُس کی بہن نے اس پر جادو کر دیا ہے۔ اُسے معلوم نہیں یہ کیا کہہ رہی ہے۔ مائیکل! چلو چلیں!

"نہیں میں فیصلہ کر کے جاؤں گا۔ مائیکل آخری جام پینے کے بعد اب بیہوشی کی حد تک پہنچ چکا تھا۔ وہ اُٹھ کر اینجلا کی طرف بڑھا۔ اُس کے پاؤں لڑکھڑا رہے تھے۔ اینجلا میز پر سے بھاری پھولدان اُٹھا کر ایک طرف ہٹ گئی میریا نے اپنے حبشی غلام کو آواز دی وہ بھاگتا ہوا داخل ہوا اتنی دیر میں مائیکل اینجلا کے قریب پہنچ چکا تھا۔ اینجلا نے پھولدان اس کے سر پر دے مارا مائیکل کو گرنے کے لئے فقط ایک بہانہ چاہئے تھا۔ پھولدان کی معمولی ضرب سے وہ اپنا توازن نہ رکھ سکا۔

اس کے گرتے ہی بشپ نے آگے بڑھ کر حبشی غلام سے کہا۔ تم انہیں فوراً اٹھا

کران کے کمرے میں چھوڑ آؤ۔ اُن کے نوکر پوچھیں تو یہ کہہ دینا کہ شراب سے بے ہوش ہیں۔ قوی ہیکل حبشی نے جان مائیکل کو اُٹھا کر اپنے کندھوں پر لا دلیا اور باہر نکل گیا۔

بشپ نے اینجلا کی طرف دیکھا اور کہا۔ اینجلا! جان مائیکل کو میں نے یہاں آنے کی دعوت دی تھی تمہاری ماں کا اس میں کوئی قصور نہیں اور میرا یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ تمہاری سوتیلی بہن نے تمہیں گمراہ کیا ہے۔ اگر یہ باتیں اُس نے تمہیں سکھائی ہیں تو تمہیں اس سے بہت کچھ سیکھنا چاہیے۔ میں مائیکل کو قابل اصلاح سمجھتا تھا لیکن میرا خیال غلط نکلا تمہیں اس سے دُور رہنا چاہیے۔ میں کل اپنے عہدہ سے استعفا دے رہا ہوں مجھے مدت سے اس بات کا احساس تھا کہ ایک بشپ کی حیثیت میں میں کلیساء کی کوئی خدمت نہیں کر سکتا۔ لیکن میرے ضمیر کو ایک ٹھوکر کی ضرورت تھی۔ میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے ایک اونگھتے ہوئے انسان کو جگا دیا ہے۔ اور میریا تم اپنے خاوند کو لکھو کہ اگر وہ فوراً یہاں نہیں آ سکتا تو تمہیں اپنے پاس بلا لے۔

جُرم اور اُس کی سزا

(۱)

اگلے دن جان مائیکل کی خادمہ میریا کے پاس اُس کی طرف سے ایک خط لے کر آئی ۔ خط پڑھ کر میریا کو یہ یقین نہیں آتا تھا کہ یہ مائیکل نے لکھا ہے ۔ وہ بار بار خادمہ سے پوچھ رہی تھی ۔ کیا یہ واقعی انہوں نے لکھا ہے ۔ اور خادمہ کو اسے یقین دلانے کے لئے مریم کی قسم کھانی پڑی۔

جان مائیکل نے انتہائی عجز و انکسار کے ساتھ معافی مانگی تھی ۔ اُس نے لکھا تھا کہ مجھے اپنے طرزِ عمل پر ندامت اور افسوس کے اظہار کے لئے الفاظ نہیں ملتے ۔ میں بے حد شرمسار ہوں ۔ آپ کو معلوم ہے کہ میں نشے کی حالت میں تھا۔ اس لئے مجھے اُمید ہے کہ آپ میری خطا قابل معافی سمجھیں گی ۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی شراب پی کر آپ کے گھر میں قدم نہیں رکھونگا اور انجیلا کے ساتھ میں اس وقت تک ہم کلام ہونے کی جرات نہیں کروں گا جب تک وہ خود اپنی زبان سے یہ نہ کہے کہ میرے اخلاق میں ایک بہت بڑی تبدیلی آ چکی ہے ۔ میں اطمینان سے اس وقت کا انتظار کروں گا ۔ جب میرے طرزِ عمل سے وہ مجھے ایک انسان سمجھنے پر مجبور ہو جائے گی ۔ میں جانتا ہوں کہ رات کے واقعہ کے بعد مجھ پر آپ کے گھر کا دروازہ بند ہو چکا ہے لیکن آپ اطمینان رکھیں جب تک آپ خود نہ بلائیں گی میں دروازہ کھٹکھٹانے کی جرات نہیں کروں گا۔

جان مائیکل کی خادمہ کی آمد سے تھوڑی دیر پہلے میریا اپنے خاوند کے نام ایک طویل خط لکھ چکی تھی مائیکل کا خط آنے پر اُس نے اپنا مکتوب قاصد کے سُپرد کرنے کا ارادہ تبدیل کر دیا۔

جب وہ جان مائیکل کے خط کا جواب سوچ رہی تھی اُس کی خادمہ نے اطلاع دی کہ ملاقات کے کمرے میں داخل ہوئی چند رسمی باتوں کے بعد بشپ نے کہا۔ مجھے تھوڑی دیر ہوئی جان مائیکل کا خط ملا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ رات کے وقت اُسے ہوش نہ تھا اور وہ بہت نادم ہے۔ اس نے مجھ سے یہ درخواست کی ہے کہ میں آپ کے سامنے اُس کی طرف سے معذرت پیش کروں۔

"اُس نے میرے پاس بھی یہ خط بھیجا ہے۔ آپ پڑھ لیجئے۔ بشپ نے میریا کے ہاتھ سے خط لے کر اس پر سرسری نظر دوڑانے لگا کے بعد کہا۔ مجھے بھی اُس نے اسی طرح کی باتیں لکھی ہیں اور میں یہ پوچھنے آیا ہوں کہ آنے اپنے شوہر کو رات کے واقعات کی اطلاع بھیج تو نہیں دی۔

نہیں میں خط لکھ چکی تھی لیکن ابھی تک بھیجا نہیں۔

انجلا نے خط پڑھ لیا ہے۔

نہیں"

"اُسے بلاؤ میں اس سے چند باتیں کرنا چاہتا ہوں۔

"مجھے آپ کے حکم کی تعمیل سے انکار نہیں لیکن اس وقت شاید وہ جان مائیکل کے متعلق کوئی بات سننا پسند نہیں کرے گی۔

میں جان مائیکل کا ایلچی بن کر نہیں آیا۔

"اچھا میں اُسے بلاتی ہوں۔

بشپ نے کہا۔ یہ خط لے کر جاؤ بہتر ہے کہ انجلا میرے پاس آنے سے پہلے اس خط کو پڑھ لے۔

میریا انجلا کو بلانے کے لئے اُوپر چلی گئی۔

رات کو رخصت ہوتے وقت بشپ نے جو باتیں کی تھیں اینجلا اُن سے بہت متاثر ہوئی تھی لیکن اب جب میریا نے اُس کے ہاتھ میں جان مائیکل کا خط دینے کے بعد اُسے یہ بتایا کہ بشپ تم سے ملنا چاہتا ہے۔تو اس نے فوراً کہا اگر بشپ اس شرابی کا ایلچی بن کر آیا ہے تو میں اس سے ہرگز نہیں ملوں گی۔کل وہ کہتا تھا کہ میں لوشہ کے بشپ کے عہدہ سے مستعفی ہو جاؤں گا اور اب اُسے ایک انتہائی قابل نفرت آدمی کی ذلیل ترین خدمت بجالانے سے عار نہیں۔

میریا نے جواب دیا۔اینجلا یہ خط میرے پاس مائیکل کی خادمہ لائی تھی۔اگر تمہیں یقین نہیں آتا تو تم اپنی خادمہ سے پوچھ لو۔بشپ کا اس خط سے کوئی تعلق نہیں

۔

تو آپ نے اس خط کا کیا جواب دیا ہے؟

"میں نے ابھی تک کوئی جواب نہیں دیا۔میں نے یہ خط بشپ کو دکھایا ہے۔وہ کہتے ہیں کہ مائیکل نے انہیں اسی طرح کا ایک خط لکھا ہے"

تو اب وہ ہمارے درمیان مصالحت کروانے کا ارادہ لے کر آئے ہوں گے۔

ان سے ملے بغیر تمہیں اُن کی نیت پر شک نہیں کرنا چاہیئے۔

"چلیئے!"انجلا نے اُٹھتے ہوئے کہا۔

بشپ نے انجلا کو دیکھتے ہی سوال کیا۔بیٹی! میں نے کل تمہیں بتایا تھا کہ میں اپنے عہدے سے مستعفی ہونے کا ارادہ کر چکا ہوں لیکن مجھے مائیکل کا ایک خط ملا ہے۔اُس نے اپنے طرزِ عمل پر سخت ندامت کا اظہار کیا ہے۔اگر یہ تبدیلی ہنگامی اور عارضی نہیں تو میں یہ بھی سوچتا ہوں کہ جب تک تمہارا باپ غیر حاضر ہے مجھے لوشہ میں رہنا چاہیئے ابھی تمہاری ماں نے بھی مجھے اس کا ایک خط دکھایا ہے۔"

انجلا نے کہا۔میں بھی یہ خط دیکھ چکی ہوں۔''

بشپ نے سوال کیا۔''اس خط کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟

انجلا نے جواب دیا۔ میں صرف اتنا سمجھتی ہوں کہ حالات نے اُسے ایک بھیڑیئے کی درندگی کی بجائے ایک لومڑی کی چالاکی سے کام لینے پر مجبور کر دیا ہے۔ اس نے اپنا طریق کار بدلا ہے خو نہیں بدلی۔وہ جس شکار کو اپنے پنجہ سے ہلاک نہیں کر سکا اُس کے لئے اب جال بُن رہا ہے۔اور پھنکارنے والے اژدہا کی نسبت خاموشی کے ساتھ جالا بُننے والی مکڑی کو زیادہ خطرناک سمجھتی ہون۔

ممکن ہے تمہارا خیال صحیح ہو۔کسی کے دل کا حال خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اس معاملہ میں میری ہمدردی تم لوگوں کے ساتھ ہے۔میں تمہیں اور تمہاری ماں کو یہ مشورہ دینا چاہتا ہوں۔کہ اس خط کے بعد آپ کو ایسا جواب دینا چاہیے جس سے وہ مشتعل نہ ہو۔میں آپ کو اس کے ساتھ راہ و رسم رکھنے کا مشورہ دیتا لیکن میں مشورہ نہ بھی نہیں دوں گا کہ آپ اس کے خط کے جواب میں سخت الفاظ استعمال کریں بعض ٹھوکریں ایسی ہوتی ہیں جو انسان کو سیدھا کر دیتی ہیں۔ممکن ہے کہ کل کا واقعہ اس کی زندگی بدل ڈالے۔اگر اس کے طرزِ عمل میں یہ تبدیلی عارضی اور وقتی ہے تو بھی میں یہ چاہتا ہون کہ جب تک وہ اس شہر کر گورنر ہے اور تم سے اس قدر قریب رہتا ہے وہ ایک پر اُمن ہمسایہ بنا رہے۔ہماری افواج غرناطہ پر حملہ کرنے والی ہیں۔اشبیلیہ میں ابوداوٗد کی مصروفیات کچھ ایسی ہیں کہ وہ شاید غرناطہ کی فتح تک واپس نہ آسکے۔

اس کی غیر حاضری میں اگر آپ قدرے تدبر سے کام لیں تو مجھے اُمید ہے وہ آ کو پریشان نہیں کرے گا۔

انجلا نے کہا۔اس نے وعدہ کیا ہے کہ وہ آئندہ ہمیں پریشان نہیں کرے گا اور

جب تک وہ اپنے وعدے پر قائم ہے ہمیں اُس کے ساتھ اُلجھنے کی ضرورت نہیں ۔ اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میری ماں کا کائی جواب اسکی وحشیانہ فطرت بدل سکتا ہے تو آپ لکھوا کر بھجوا دیں لیکن جہاں تک میرا تعلق ہے خدا گواہ ہے کہ اگر مائیکل ایک ہزار سال تک عبادت میں مصروف رہے اور میں اپنی آنکھوں سے یہ دیکھوں کہ فرشتے آسمان سے اُتر کر اُسے سلام کرنے آتے ہیں تو بھی میں اُسے قابل نفرت سمجھوں گی۔

(۲)

اس واقعہ سے ایک ماہ بعد فرڈی نینڈ غرناطہ پر حملہ کر چکا تھا۔ ملکہ ازابیلا اور بادشاہ غرناطہ کو فتح کیے بغیر واپس نہ جانے کا حلف اُٹھا کر اپنی ساری قوت کے ساتھ میدان میں آ چکے تھے ابو داؤد اشبیلیہ چھوڑ کر غرناطہ کی سرحد سے چند میل کے فاصلے پر ایک شہر کو اپنی سرگرمیوں کو مرکز بنا چکا تھا۔ وہ گزشتہ ماہ میں سینکڑوں جاسوسوں کو تربیت دے کر غرناطہ بھیج چکا تھا۔ اس نے اپنی بیوی کو یہ خط لکھا کہ غرناطہ ہماری توقع سے پہلے فتح ہو جائے گا اور بادشاہ سلامت مجھے غرناطہ میں اپنا غائب السلطنت بنانے کا وعدہ کر چکے ہیں۔

لوشہ میں قریباً ایک ماہ تک جان مائیکل کی طرف سے میریا کو کسی قسم کی پریشانی کا سامانا نہ کرنا پڑا۔ آخری ملاقات کے بعد اس کے طرزِعمل میں کافی تبدیلی آ چکی تھی ۔اس کی خادمہ دن میں ایک بار میریا کے پاس اتی اور پوچھ کر چلی جاتی کہ آپ کو کوئی تکلیف یا کسی چیز کی ضرورت تو نہیں میریا اس کے جواب میں اس کا شکریہ ادا کرتی بذاتِ خود جان مائیکل ان سے الگ تھلگ رہتا تھا۔ چند ہفتوں کے بعد میریا کو اس بات کا یقین ہو چکا تھا کہ وہ اپنے قول کا پکا ہے اور بن بُلائے اُن کے گھر میں

نہیں آئے گا۔کبھی کبھی اس بات پر خوشی ہوتی کہ اسکی اس تبدیلی کا باعث انجلا ہے لیکن جب وہ سوچتی کہ انجلا کسی صورت میں بھی اُس کے ساتھ شادی کرنے پر رضا مند نہیں ہوگی تو اُس کا دل بیٹھ جاتا اُسے جان مائیکل پر رحم آتا۔

جان مائیکل اب اپنی اکثر راتیں اپنے تاجر دوست کے ہاں گزارتا تھا اور شہر کی بیکس لڑکیوں کے ساتھ اُس کا برتاؤ زیادہ وحشیانہ تھا۔میریا ان باتوں سے بے خبر تھی لیکن شہر میں مسلمانوں کی زبوں حالی کی خبریں کسی نہ کسی طرح ربیعہ اور ربیعہ سے انجلا تک پہنچ جاتی تھیں اور جان مائیکل سے انجلا کی نفرت روز بروز زیادہ شدید ہوتی گئی۔

ایک دن بشپ نے میریا کو بتایا کہ جان مائیکل ایک دو روز تک محاذ جنگ پر جا رہا ہے۔اور اس کی جگہ قسطلہ سے ایک نیا آدمی آرہا ہے اگلے دن میریا نے شہر کے کوتوال کی بیوی کی طرف سے شام کے وقت جان مائیکل کے اعزاز میں الوداعی ضیافت میں شریک ہونے کی دعوت ملی۔میریا نے انجلا اور ربیعہ کو اپنے ساتھ اس دعوت میں لے جانے کی کوشش کی لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔میریا نے انجلا کو سمجھایا۔بیٹی اب وہ جنگ پر جارہا ہے۔تمہارے دل میں اس کے خلاف کوئی بغض نہیں ہونا چاہیے شہر کے تمام معززین وہاں جمع ہوں گے اگر تم وہاں نہیں جاؤ گی تو لوگ یہ محسوس کریں گے کہ تمہارے اور اُس کے درمیان کوئی ناخوشگوار بات ہو چکی ہے۔

لیکن انجلا اپنی ضد پر قائم رہی۔میریا کو مجبوراً تنہا جانا پڑا۔شام کے دھندلکے میں جب میریا اپنی بگھی پر سوار ہو کر قلعے سے باہر نکلی تو اُسے دروازے پر جان مائیکل دکھائی دیا۔اور وہ فوج کے چند سپاہیوں کے درمیان کھڑا اُن سے باتیں کر رہا

تھا۔میریا نے نوکر کو بگھی روکنے کا حکم دیا اور باہر جھانکتے ہوئے ہاتھ کے اشارے مائیکل کو اپنی طرف بُلایا۔

جان مائیکل نے اُس کے قریب پہنچ کر کہا۔آپ غالباً کوتوال کے ہاں جا رہی ہیں؟

"ہاں! لیکن مجھے اس بات کا گلہ رہے گا کہ آپ نے مجھے یہ نہیں بتایا کہ آپ جا رہے ہیں۔

"آپ کو الوداع کہے بغیر میرے لئے لوشہ چھوڑنا آسان بات نہیں لیکن میں یہ عہد کر چکا تھا کہ جب تک انجلا مجھے نہیں بلائے گی میں آپ کو پریشان نہیں کروں گا اور ایک نائٹ کو اپنے عہد کا پاس کرنا پڑتا ہے۔

میریا نے کہا۔انجلا اب بہت بدل چکی ہے۔جب آپ جنگ سے واپس آئیں گے اُسے شاید اآپ کو بُلانے پر اعتراض نہیں ہوگا۔میں شاید وقت سے پہلے جا رہی ہوں۔آپ وہاں کب پہنچیں گے؟

"میں چند دوستوں کا انتظار کر رہا ہوں۔آپ چلیں میں ابھی آتا ہوں لیکن آپ اکیلی ہیں۔

ہاں مجھے افسوس ہے کہ انجلا کی طبیعت ٹھیک نہیں ورنہ وہ میرے ساتھ آنے کے لئے تیار تھی۔

مائیکل نے کہا۔اس کی طبیعت اکثر خراب رہتی ہے۔اُسے علاج کی ضرورت ہے۔اچھا آپ چلیں"

جب میریا کی بگھی کچھ دُور چلی گئی تو مائیکل اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوا۔

اُسے ایک طبیب کی ضرورت ہے اور میں کئی مریضوں کا علاج کر چکا ہوں۔

(۳)

ربیعہ اور انجلا اوپر کی منزل کے ایک کمرے میں کھانا کھا رہی تھی اچانک نیچے انہیں شور سنائی دیا۔ ربیعہ نے چونک کر کہا۔ شاید احمد کے ساتھ کوئی لڑ رہا ہے۔

انجلا نے کہا۔ یہ جمیں ہوگا۔ آج اس کی خبر لوں گی۔ کبھی کبھی مجھے احمد پر بھی غصہ آتا ہے وہ ہاتھی کی طرح مضبوط ہے لیکن پھر بھی ہر نوکر سے مار کھا لیتا ہے۔

ربیعہ نے کہا۔ یہاں ہر مسلمان ہر عیسائی کو اپنا سمجھتا ہے۔

انجلا نے خادمہ سے کہا۔ جاؤ جمیں کو بُلا لاؤ آج میں اس کی خبر لیتی ہوں۔

لیکن اچانک سیڑھیوں پر کسی کے پاؤں کی آہٹ سنائی دی اور انجلا نے کاہ۔ ٹھہرو وہ شاید خود ہی آ رہا ہے، اب وہ احمد کی شکایت کرے گا۔

ایک ثانیہ کے بعد ربیعہ، انجلا اور خادمہ مبہوت ہو کر دروازے کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ نوکر کی بجائے ان کے سامنے جان مائیکل کھڑا تھا۔ انجلا اُٹھا کر کھڑی ہو گئی۔

تم! اس نے سہی ہوئی آواز میں کہا۔

ہاں میں! لیکن تمہارا چہرہ زرد کیوں ہو گیا۔ میں تمہاری تیمارداری کے لئے آیا ہوں یہاں تمہارے علاج کے لئے آیا ہوں۔ تم ہمیشہ بیمار رہتی ہو۔

جان مائیکل ایک قدم آگے بڑھا اور انجلا چار قدم پیچھے ہٹ گئی۔ اس دوران میں ربیعہ بھاگ کر عقب کے کمرے کے دروازے کے قریب پہنچ گئی۔ خادمہ اپنی جگہ پر کھڑی بُری طرح کانپ رہی تھی۔

جان مائیکل نے کہا۔ انجلا! بھاگنے اور شور مچانے سے کوئی فائدہ نہیں اس وقت تمہاری مدد کے لئے کوئی نہیں آ سکتا۔ تمہارے نوکر میرے آدمیوں کی حراست

میں ہیں۔تمہاری ماں کوتو ال کے ہاں میری الوداعی ضیافت میں گئی ہے۔جب تک میں وہاں انہیں جاؤں گاوہ یہاں نہیں آسکے گی۔

جان مائیکل چند قدم آگے بڑھا اور آنجلا بھاگ کر ایک کونے میں جا کھڑی ہوئی وہ چلائی تم وحشی ہو۔تم کمینے ہو۔تم شراب سے مدہوش ہو۔

جان مائیکل اینجال کو جواب دینے کی بجائے خادمہ کی طرف متوجہ ہوا۔تم کیا دیکھ رہی ہو۔

بھاگو یہاں سے؟ خادمہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگی۔

مائیکل پھر آگے بڑھا اور آنجلا کو گھیر کر کمرے کے دوسرے کونے میں لے آیا پھر وہ ربیعہ کی طرف متوجہ ہوا۔تم اس کی بہن ہو! لوگ غلط نہیں کہتے۔اندلس کے حصے کا تمام حسن خدا نے تم دونوں پر عطا کر دیا ہے۔لیکن اس وقت صرف آنجلا کے لئے آیا ہوں۔تم جا سکتی ہو۔

لیکن ربیعہ اپنی جگہ سے نہ ہلی۔مائیکل چلایا۔جاؤ!

ربیعہ نے حقارت سے اُس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔تم بہت بہادر ہو۔ عورتوں کے مقابلہ تم واقعی بہت بہادر ہو۔ایک لڑکی پر حملہ کرنے کے لئے تم نے فقط چند آدمیوں کو اپنے ساتھ لانے کی کوشش کی ورنہ اس مہم کے لئے ایک پوری فوج درکار تھی۔تم اپنا خنجر کیوں نہیں نکالتے۔آنجلا! اسے بتاؤ کہ تمہارے ہاتھ خالی ہیں۔ فرڈی نینڈ کے نائٹ کا وار خالی نہیں جانا چاہیے۔ورنہ کلیسا کی تاریخ میں بہادری کا ایک کارنامہ کم ہو جائے گا۔

مائیکل نے غصے سے کانپتے ہوئے کہا۔بدزبان لڑکی! خاموش رہ تو مجھے نہیں جانتی۔

ربیعہ نے کہا۔ میں تمھیں جانتی ہوں تم ایک بہادر نائٹ ہو۔ تم اس شہر کے گورنر ہو کلیسا کو تم پر ناز ہے۔ کلیسا کو اس بات پر ناز ہے کہ تم نے اس کا جھنڈا معصوم لڑکیوں کی عصمت کے خون میں رنگا ہے۔ کلیسا کو اس بات پر ناز ہے کہ تم جیسے بہادروں کی بدولت اس کا سفینہ بے گناہوں کے خون کے سمندر میں تیر رہا ہے۔ میں تمھیں جانتی ہوں تم مردوں کے مقابلوں میں بھیڑ اور عورتوں کے مقابلے میں شیر ہو۔

مائیکل زخمی درندے کی طرح آگے بڑھا اور اس نے ربیعہ کو دونوں بازوؤں سے پکڑ کر جھنجھوڑنے کے بعد عقبی کمرے کی طرف دھکیل دیا۔ ربیعہ منہ کے بل گری۔ اتنی دیر میں انجلا بھاگ کر سیڑھیوں کی طرف کھلنے والے دروازے سے باہر نکل چکی تھی۔ مائیکل اس کی طرف متوجہ ہوا تو ربیعہ نے جلدی سے اُٹھ کر دروازے کو بند کر کے کنڈی لگا دی۔

مائیکل انجلا کے پیچھے بھاگا۔ انجلا تیزی کے ساتھ نیچے اُترتے ہوئے چلا چلا کر لوگوں کو مدد کیلئے بلا رہی تھی۔ نصف سیڑھیاں اُترنے کے بعد اُس نے محسوس کیا کہ محل میں اُس کی آواز پر لبیک کہنے والا نہیں۔ اُسے ربیعہ کا خیال آیا اور اُس کے پاؤں وہیں رک گئے اچانک اُسے نیچے سے چند آدمیوں کے قہقہے سُنائی دئے۔ سیڑھیوں کی شمع جل رہی تھی۔ اس نے جلدی سے ہاتھ مار کر شمع نیچے گرا دی مائیکل کے آدمی قہقہے لگاتے ہوئے اُوپر آ رہے تھے۔ انجلا کو خیال آیا کہ اگر وہ بالائی منزل کی باہر کی گیلری تک پہنچ جائے تو وہاں سے اس کی چیخ پکار قلعے کے دروازے کے پہریداروں تک پہنچ سکے گی۔ وہ بے پاؤں اوپر چڑھی۔ زینے کے آخری موڑ پر اُسے ایک خوفناک قہقہہ سنائی دیا۔ وہ مائیکل کے مضبوط بازوؤں کی گرفت میں آ چکی تھی۔

وہ چلا رہی تھی۔ظالم!دغاباز کمینے چھوڑ دو!مجھے چھوڑ دو!!

جان مائیکل نے اُوپر آنے والے سپاہیوں کوآواز دی۔تم قلعے کے دروازے پر کھڑی رہو جب تک میں اجازت نہ دوں اس طرف کوئی نہ آئے ۔

سپاہی لوٹ گئے اور مائیکل تڑپتی چیختی چلاتی ہوئی اینجلا کو اپنے بازوؤں کی آہنی گرفت میں لئے پھر اُسی کمرے میں داخل ہوا جہاں تھوڑی دیر پہلے ربیعہ اور اینجلا کھانا کھا رہی تھیں اس نے ایک ہاتھ سے دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔شور مچانے سے میرا کچھ نہیں بگڑنے والا تمہاری ہی رسوائی ہوگی میں تمہارے باپ سے نہیں ڈرتا اس نے ہمارے ساتھ اپنے ضمیر کا سودا کیا ہے۔اور ہم اس کی قیمت ادا کر چکے ہیں ۔بادشاہ میرے خلاف اس کی کوئی شکایت نہیں سُنے گا۔

اینجلا نے دونوں ہاتھوں سے اس کا منہ نوچتے ہوئے کہا۔مجھے چھوڑ دو!وحشی ظالم! کمینے,مجھے چھوڑ دو!وہ اس کے مضبوط ہاتھوں کی گرفت میں تڑپ رہی تھی۔

اچانک جان مائیکل بلبلا کر اُٹھا۔اُس کے ہاتھ کی انگلی اینجلا کے دانتوں میں آچکی تھی۔اُس نے دوسرے ہاتھ سے اینجلا کا گلا دبا کر اپنی اُنگلی چھڑائی۔اس کے بعد مائیکل پاگل ہو چکا تھا۔اس نے ایک ہاتھ سے اینجلا کو گلے سے پکڑ رکھا تھا۔اور دوسرے ہاتھ سے اُس لباس نوچ رہا تھا۔

اچانک عقب کے کمرے کا دروازہ کھلا ۔ربیعہ ہاتھ چھپا لئے دبے پاؤں آگے بڑھی ۔مائیکل کی پیٹھ اس کی طرف تھی لیکن اینجلا اُسے دیکھ چکی تھی۔ربیعہ نے مائیکل کے قریب پہنچ کر پوری قوت سے برچھا مارا اور وہ ایک پلٹا کھانے کے بعد نیچے گر پڑا۔برچھے کی تیز نوک اس کے سینے کے آرپار ہو چکی تھی ۔وہ تڑپ رہا تھا۔

اینجلا ربیعہ کے ساتھ لپٹ گئی ۔وہ سسکیاں لے رہی تھی ۔ربیعہ! ربیعہ! میں

سمجھ رہی تھی کہ تم مجھے چھوڑ کر بھاگ گئی ہو

وہ کہہ رہی تھی ۔ مجھے برچھا تلاش کرنے میں دیر لگی ۔ مجھے باہر کے کونے کی سیڑھی سے اُتر کر احمد کے کمرے میں جانا پڑا ۔

''لیکن تم نے اُسے قتل کر دیا۔ اب کیا ہوگا ۔؟ نہیں! نہیں ربیعہ تم نے اُسے قتل نہیں کا ی ۔ اُسے میں نے قتل کیا ہے ۔ اور میں بڑی سے بڑی عدالت کے سامنے اس بات کا جواب دے سکوں گی کہ میں نے اُسے کیوں قتل کیا ہے، ابھی اس کے سپاہیں جائیں گے تم اپنے کمرے میں چلی جاؤ، ربیعہ جلدی کرو ۔ خدا کے لئے ۔

ربیعہ نے اطمینان کے ساتھ جواب دیا ۔ نہیں انجلا! تم مجھے اس نیکی کے ثواب سے محروم نہ کرو،

''نہیں ربیعہ! میں تمہیں ایسا نہیں کرنے دوں گی ۔ کبھی نہیں ۔ انجلا پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی ۔،

'' ربیعہ نے کہا ۔ انجلا تمہارا لباس! تمہارا سارا جسم عُریاں ہو رہا ہے چلو اپنا لباس تبدیل کرو ۔

انجلا نے کہا ۔ پہلے یہ وعدہ کرو کہ تم اس معاملے میں خاموش رہو گی ۔

ربیعہ جواب دینے کی بجائے اُسے بازو سے پکڑ کر کھینچتی ہوئی اس کے کمرے کی طرف لے گئی گیلری میں کوئی نہ تھا ۔ مائیکل کے آدمی نیچے شور مچا رہے تھے ۔

وہ چھوٹا سا کمرہ جس میں انجلا کے کپڑے اور آرائش کا دوسرا سامان تھا اس کے سونے کے کمرے کے پیچھے تھا انجلا نے اس کرمے کا دروازہ کھولا ۔ اندر تاریکی تھی اس لئے ربیعہ نے دوسرے کمرے سے شمع اٹھا کر اندر رکھ دی اور انجلا سے کہا تم جلدی سے اندر جا کر لباس تبدیل کرو ۔ میں یہاں کھڑی ہوں ۔

جب اینجلا لباس تبدیل کر رہی تھی۔ ربیعہ نے دروازہ بند کر کے باہر سے کنڈی لگا دی اینجلا اندر چلا رہی تھی "ربیعہ! ربیعہ! خدا کے لئے دروازہ کھول دو۔

اس نے اندر سے کہا۔نہیں نہیں! زندگی اور موت میں میرا اور تمہارا ساتھ تھا تم میرے ساتھ دھوکا کر رہی ہو۔ ربیعہ! میری ربیعہ! میری بہن! اینجلا رو رہی تھی۔

ربیعہ نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔ اینجلا تمہارے دل میں خیال کیونکر پیدا ہوا کہ میں تمہیں اپنے لئے خودکشی کی اجازت دے سکتی ہوں۔ تمہیں یاد ہے تم نے الحمرا میں ان کی جان بچائی تھی، اس وقت مجھے ان پر کسی کا احسان گوارا نہ تھا۔ مجھے تمہاری جرات پر رشک آتا تھا۔ اینجلا! یہ ایک ایسا احسان تھا جو کسا بدلہ شاید میں اس زندگی میں نہ دے سکتی۔ میرے متعلق تمہارا ہمیشہ یہ خیال رہا ہے کہ میرا دل کمزور ہے اور اب بھی تمہیں شاید میری کمزوری پر ترس آ رہا ہے لیکن میں اپنا فرض پہچانتی ہوں۔

اینجلا نے اندر سے کہا۔ ربیعہ دروازہ کھول دو۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ میں خاموش رہوں گی۔

نہیں اینجلا! میں جانتی ہوں جب وہ بھیڑیوں کی طرح میری بوٹیاں نوچیں گے تم سے دیکھا نہیں جائے گا۔ تم خاموش نہیں رہ سکو گی۔

اینجلا نے کہا۔ ربیعہ! میری بات سنو! کیا یہ ممکن نہیں کہ ہم یہاں سے فرار ہو جائیں۔

تم جانتی ہو کہ اس قسم کی کوئی کوشش کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اول تو یہ ممکن نہیں لیکن اگر ہم کسی طرح قلعے سے باہر بھی نکل جائیں تو شہر میں ہمارے لئے کوئی جائے پناہ نہیں صبح تک ہر گھر پر فوج کا پہرا ہوگا۔ اگر ہم شہر سے نکلنے میں بھی کامیاب ہو

جائیں تو صبح تک سارا شہر شکاری کتوں کی طرح ہمارا تعاقب کر رہا ہوگا۔ انجلا! میں نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ میں موت سے کیوں بھاگوں۔ میں لوشہ کی عدالت میں یہ کیوں نہ کہوں کہ میں نے اپنا فرض ادا کیا ہے۔ میں ان سے رحم کی التجا بھی نہیں کروں گی۔ میرا باپ قوم کا غدار ہے۔ اسے غداری کا صلہ ملنا چاہیے ممکن ہے کہ میری قربانی کے بعد اس پر توبہ کا دروازہ کھل جائے۔

ربیعہ کو محل کے دروازے کی طرف آدمیوں کا شور سنائی دیا۔ وہ گیلری کی طرف بھاگی اور ایک لحہ پیچھے جھانکنے کے بعد واپس آ کر بولی۔ انجلا! لوگ دروازے پر جمع ہو رہے ہیں۔ شاید کوتوال کے گھر سے کوئی اس کا پتہ کرنے آیا ہے اور مائیکل کا کوئی آدمی اُسے باخبر کرنے کے لئے اُوپر آجائے۔ میں جاتی ہوں۔ انجلا! خدا حافظ!

"نہیں نہیں ربیعہ! میری بات سُنو! مین موت کی آغوش تک تمہارا ساتھ دوں گی۔ ربیعہ ٹھہرو۔ ربیعہ! ربیعہ!

ربیعہ جا چکی تھی ☆

(۴)

انجلا کو خدا حافظ کہنے کے بعد ربیعہ اس کے کمرے میں پہنچی جہاں مائیکل کا لاش پڑی تھی اس کا خون قالین پر منجمد ہو چکا تھا۔ اس کی شکل سخت ہیبت ناک بن چکی تھی۔ ربیعہ نے دوسرے کمرے سے ایک چادر لا کر اس کے منہ پر ڈال دی اور خود ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔

تھوڑی دیر بعد اُسے سیڑھی پر کسی کے پاؤں کی آہٹ سنائی دی کسی نے دروازے کے قریب پہنچ کر کہا۔ آقا! بہت دیر ہوگئی، کوتوال کے آدمی آپ کے متعلق

پوچھ رہے ہیں۔

ربیعہ اپنے دھڑکتے ہوئے دل پر قابو پا کر اٹھی اور دروازہ کھول کر باہر جھانکتے ہوئے بولی۔ ادھر آؤ میرے کمرے میں ایک شرابی کی لاش پڑی ہوئی ہے۔ دیکھو تم اُسے پہچانتے ہو؟

سپاہی بدحواس ہو کر اندر داخل ہوا۔ ایک ثانیہ کے لئے اس نے ربیعہ کی طرف دیکھا اور پھر جھک کر کپڑا اُٹھا دیا۔ جان مائیکل۔ وہ بدحواس ہو کر چلا گیا۔

ربیعہ نے کہا۔ تم اسے جانتے ہو؟

سپاہی نے جواب دیا۔ یہ شہر کا گورنر ہے، یہ فرڈی نینڈ کا مشہور نائٹ ہے۔ یہ ملکہ کا رشتہ دار ہے اسے کس نے قتل کی؟

ربیعہ نے کہا۔ تمہیں مجھ سے اس کے متعلق کوئی سوال پوچھنے کا حق نہیں۔ تم جا کر کوتوال کو اطلاع دو۔

لیکن اس کے بدلے ہم سب کو پھانسی دی جائے گی۔ ہم جانے سے پہلے اس کے قاتل کو گرفتار کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

اس کو میں نے قتل کیا ہے۔

سپاہی ایک لمحے کے لئے مبہوت ہو کر ربیعہ کی طرف دیکھتا رہا۔

ربیعہ نے چلا کر کہا۔ جاتے کیوں نہیں۔ میری طرف کیا دیکھ رہے ہو کیا تم یہ نہیں جانتے کہ اس شہر کا اصلی حاکم میرا باپ ہے۔ وہ اس شہر کا حاکم ہی نہیں فرڈی نینڈ کا دوست بھی ہے۔ تم ایسے شخص کی حفاظت کا ذمہ کیوں لیتے ہو جو شراب پی کر شرفا کے گھروں میں گھس آتا ہے۔ میں پوچھتی ہوں تم اس وقت کہاں تھے جب اس کمرے میں ایک بے بس لڑکی چیخیں مار رہی تھی۔ تم نیچے قہقہے لگا رہے تھے۔ میں

تمہیں حکم دیتی ہوں جاؤ! اور نہ تمہارے لئے اچھا نہ ہوگا اور دیکھو جب تک کوتوال نہ آ جائے تمہارے کسی ساتھی کو اُوپر آنے کی اجازت نہیں۔

سپاہی پریشانی کی حالت میں فیصلہ نہ کر سکا کہ اُسے کیا کرنا چاہیے۔ وہ ربیعہ کی طرف گھر کر دیکھتا ہوا باہر نکل گیا

☆

(۵)

سپاہی کے جانے سے تھوڑی دیر بعد ربیعہ اُٹھ کر کمرے سے باہر نکلی اور باہر کی گیلری میں کھڑی ہو کر نیچے جھانکنے لگی۔ انجلا کے کمرے سے دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز آ رہی تھی۔ ربیعہ اس کے کمرے کی طرف بڑھی لیکن دروازے پر اسکے پاؤں رُک گئے۔ انجلا کی آواز سنائی دی۔ ربیعہ! ربیعہ کچھ دیر تذبذب کی حالت میں وہاں کھڑی رہی اور پھر دبے پاؤں واپس چلی آئی۔

گیلری کے کونے سے وہ تنگ و تاریک سیڑھیوں پر چڑھتی ہوئی مکان کی چھت پر جا پہنچی۔ چاند کی دلفریب روشنی میں اس نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی اور پھر آسمان کی طرف دیکھنے لگی۔ چاند کی پیشانی سے نور کے چشمے پھوٹ رہے تھے، ستارے مسکرا رہے تھے۔ یہ دنیا اسی طرح قائم تھی اور اس دنیا میں زندگی کی تمنا بیدار کرنے کے لئے ہزاروں سامان تھے۔ ربیعہ ان تمام دلچسپیوں کو خیرباد کہہ رہی تھی۔ لیکن ان تمام دل چسپیوں کا مرکز اپنی جگہ پر موجود تھا۔ زندگی کے حادثات ربیعہ کے دل سے بدمغیرہ کی تمنا نہ چھین سکے۔ طوفان گزر چکے تھے۔ اب وہ ٹھنڈے دل سے اپنے مستقبل کے متعلق غور کر رہی تھی۔ اُسے قید خانے کی تاریکی کا خوف نہ تھا۔ اُسے پھانسی پر لٹکنے یا آگ جلائے جانے کا ڈر نہ تھا۔ موت کا چہرہ اس کے لئے

بھیانک نہ تھا۔لیکن اپنے دل میں بدر بن مغیرہ کی تمنا لے کر موت کے دروازے پر دستک دینا اس کے لئے ہمت آزما ضرور تھا۔کاش وہ مرنے سے پہلے اُسے دیکھ سکتی۔کاش وہ اُس سے یہ کہہ سکتی کہ میں ایک نئی زندگی میں تمہارا انتظار کروں گی کاش وہ اس کے لئے زندہ رہ سکتی! کاش اس کی موت کے بعد یہ چاند یہ ستارے بدر کو اس کی یاد دلا سکتے۔یہ بتا سکتے کہ اس کی زندگی میں کوئی شام ایسی نہ تھی جب وہ اس کی یاد سے غافل تھی۔

ربیعہ نے اپنے دل میں کہا۔لیکن میں کیا سوچ رہی ہوں۔بدر صرف میرے لئے نہیں وہ قوم کا سپاہی ہے۔وہ مجھ جیسی ہزاروں لڑکیوں کی ناموس اور عصمت کی حفاظت کے لئے لڑ رہا ہے۔میں کس قدر نادان ہوں میں یہ سمجھ رہی ہوں اس وقت وہ بھی کسی پہاڑی پر کھڑا اس چاند، ستاروں کو دیکھ رہا ہوگا۔اور یہ اس کے دل میں میری یاد تازہ کر رہے ہوں گے۔میں سوچ رہی ہوں کہ وہ میری آہیں سُن رہا ہے، میرے آنسو دیکھ رہا ہے لیکن یہ اس کی توہین ہے۔اس کا تصور میرے ذات تک محدود نہیں رہ سکتا، وہ اس وقت ہزاروں بے کس لڑکیوں کی چیخیں سُن رہا ہوگا۔اُن کے آنسو دیکھ رہا ہوگا۔آنسوؤں اور آہوں کے اس طوفان میں اس کے لئے میری آواز پہچاننا بھی مشکل ہوگا۔وہ کسی پہاڑی کی چوٹی پر کھڑا چاند سے میرا ذکر کرنے کی بجائے اس سے یہ کہہ رہا ہوگا۔تم نے میری قوم کا عروج بھی دیکھا ہے۔آج اس کا زوال بھی دیکھ لو۔تم نے اس سرزمین پر طارق اور عبدالرحمٰن کا جاہ وجلال دیکھا ہے آج ابو عبداللہ کی ذلت اور رسوائی دیکھ لو۔تم نے اندلس کے ساحل پر اُن مجاہدوں کو دیکھا ہے جنہوں نے اپنا سفینہ جلا دیا تھا۔آج ان ملت فروشوں کو بھی دیکھ لو جو دشمن سے قوم کی عزت اور آزادی کی قیمت وصول کر رہے ہیں۔تم نے ہمارے شہسواروں

کو میدان کا رخ کرتے دیکھا ہے۔ جو شہنشاہوں کے تاج اُتار کر غلاموں کے سر پر رکھ دیا کرتی تھی۔؟ کیا یہ وہی قوم ہے جس کے فرزند اپنی غریب بہن کی عزت کی خاطر بڑی بڑی سلطنتوں کو زیروزبر کر دیا کرتے تھے۔

تھوڑی دیر بعد جب ربیعہ نیچے اُتر رہی تھی اس کے دل کا بوجھ اُتر چکا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی۔ ربیعہ! اجتماعی مصائب کے اس دور میں تیری زندگی کی کوئی اہمیت نہیں لیکن اگر تو چاہے تو اپنی موت کو اندلس کی تاریخ کا ایک قابل ذکر واقعہ ضرور بنا سکتی ہے۔ اگر موت ناگزیر تو تجھے بہادری سے اس کا سامنا کرنا چاہیے۔ تجھے یہ ثابت کرنا چاہئے کہ ظلم کے ہاتھ قابل نفرت ہیں خوفناک نہیں تیرا اور بدر کی زندگی کا مقصد ایک ہے۔ اور وہ باطل کے خالف لڑ رہا ہے اور تو حق کے لئے قربانی دے رہی ہے۔ قیامت کے دن تو اس کا دامن تھا کر یہ کہہ سکے گی کہ ہم دنیا میں ایک دوسرے کے ساتھی تھے۔

(٦)

شہر کا کوتوال، فوج کے چند افسر، بشپ اور چند با اثر لوگ مائیکل کی لاش کے گرد کھڑے تھے۔

کوتوال اس سپاہی کو جو اسے اس حادثے کی خبر دینے گیا تھا ڈانٹ ڈپٹ رہا تھا تم بیوقوف ہو اس مکان سے باہر نکلنے کے کئی راستے ہوں گے وہ یقیناً قلعے سے نکل چکی ہے۔ تم نے اپنے ساتھیوں سے قلعے کا دروازہ بند کرنے کے لئے بھی کہا میں پوچھتا ہوں کہ تم نے اُسے گرفتار کیوں نہ کر لیا۔

کوتوال فوج اور پولیس کے دوسرے افسروں کی طرف متوجہ ہوا۔ تم یہاں کی دیکھ رہے ہو جاؤ ہر کی ناکہ بندی کر دو اور مسلمانوں کے گھروں کی تلاشیاں شروع کر

دو۔کچھ آدمیوں کو اس محل کی تلاشی لینے کے لئے چھوڑ دو۔

محل کی تلاشی لینے کی ضرورت نہیں ۔ ربیعہ نے گیلری کی طرف سے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔

سب دم بخود ہو کر اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔وہ اطمینان کے ساتھ آگے بڑھی۔اس کے چہرے پر ایک غیر معمولی وقار تھا۔

کوتوال نے کہا۔جان مائیکل کو تم نے قتل کیا ہے۔

ہاں اس آدمی کو جو ہمارے گھر میں شرمناک ارادہ لے کر آیا تھا میں نے قتل کیا ہے۔

اس قتل میں تمہارے ساتھ کوئی اور بھی شریک تھا۔

"نہیں"

میریا ہانپتی کانپتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی ربیعہ! انجلا کہاں ہے؟ کہاں گئی۔اُسے کیا ہوا ہے؟ بتاؤ خدا کے لئے بتاؤ۔

"اس لاش کو دیکھ کر اُسے بہت صدمہ ہوا۔وہ چیخیں مارتی ادھر اُدھر بھاگ رہی تھی۔میں نے اُسے اُس کے سونے کے کمرے میں ساتھ والی کوٹھڑی میں بند کر دیا ہے لیکن آپ اُسے ابھی یہاں نہ لائیں تو اُس کے لئے بہتر ہوگا۔مجھے ڈر ہے کہ یہاں آ کر اُسے پھر غشی کا دورہ نہ پڑ جائے۔

میریا نے بھاگتی ہوئی انجلا کے کمرے میں پہنچی اور انجلا! انجلا کہتی ہوئی کوٹھڑی کے دروازے کی طرف بڑھی۔

انجلا اندر سے چلائی۔ربیعہ نے کہاں ہے؟ خدا کے لئے میرا دروازہ کھولو۔ اُسے میں نے قتل کیا ہے۔اسے میں نے قتل کیا ہے۔ربیعہ بے گناہ ہے۔

میریا کا ہاتھ کنڈی تک پہنچ کر رک گیا اور اس نے بھاگ کر گیلری کی طرف کھلنے والا دروازہ بند کر دیا۔

دوسری طرف شہر کا کوتوال مجیب کش مکش میں تھا۔ جان مائیکل کا قتل معمولی بات نہ تھی لیکن اس کا قاتل ایک اسے آدمی کی بیٹی تھی جس پر فرڈیننڈ بہت مہربان تھا۔عدالت کے فیصلہ سے پہلے اس کے لئے گورنر کی لڑکی کو گرفتار کر کے عام قیدیوں کی طرح رکھنا مشکل تھا اور اس کے ساتھ ہی اُسے اس بات کا ڈر تھا کہ اگر اس نے تذبذب سے کام لیا تو نہ صرف عیسائیوں کی رائے عامہ اس کے خلاف ہو جائے گی بلکہ اُندلس کے تمام نائٹ اس کے دشمن ہو جائیں گے۔شام کو میریا کو بگھی پر تنہا جاتے دیکھ کر مائیکل نے اُسے یہ پیغام بھیج دیا تھا کہ مجھے شاید ایک ضروری کام کی وجہ سے دیر ہو جائے گی لیکن میں میریا سے چند باتیں کرنا چاہتا ہوں۔اس لئے میری آمد تک اسے ہر ممکن طریقے سے روکنے کی کوشش کرو۔اب کوتوال پر یہ بات واضح ہو چکی تھی کہ وہ ضروری کام کیا تھا۔لیکن وہ ایک شرابی اور بدچلن ہونے کے باوجود ایک نائٹ تھا اور ربیعہ ابوداؤد کی بیٹی ہونے کے باوجود ایک مسلمان لڑکی تھی۔تاہم اُسے اک بات کا اندشہ ہوا تھا کہ ابوداؤد اپنی خدمات کے عوض اپنی بیٹی کے خلاف بڑی سے بڑی عدالت کا فیصلہ تبدیل کروا سکے گا۔

کوتوال نے بشپ سے مشورہ لیا تو اس نے کہا۔میرے خیال میں جب تک عدالت کوئی فیصلہ نہیں دیتی اس لڑکی کو اسی قلعے کے کسی علیحدہ کمرے میں بند کر دیا جائے یا کم از کم جب تک نیا گورنر نہیں آتا اس وقت تک اُسے عام قیدیوں کے ساتھ نہ رکھا جائے۔اس دوران میں آپ بادشاہ سلامت سے بھی اس لڑکی کے متعلق ہدایتا لے سکیں گے

(۷)

ایک ہفتہ اینجلا شدید بخار میں مبتلا رہی۔ اُسے جب کبھی ہوش آتا وہ ربیعہ! ربیعہ! کہتی ہوئی اٹھ بیٹھتی۔ کبھی کبھی وہ جوش میں اپنے کمرے سے بھاگ کر باہر نکلنے کی کوشش کرتی لیکن چند قدم چلنے کے بعد بے ہوش ہو کر گر پڑتی۔ کبھی میریا کو نوکروں کی مدد سے اُسے زبردستی بستر پر لٹانا پڑتا۔ وہ بے بسی کی حالت میں چلاتی۔ مجھے چھوڑ دو، مجھے اُسکے پاس جانے دو مائیکل کو میں نے قتل کیا ہے۔ وہ میری وجہ سے قتل ہوا ہے۔ وہ میری جان بچانے کے لئے اپنی قربانی دے رہی ہے۔ میریا گھبرا کر دروازے بند کر لیتی۔ شہر کی خواتین اس کی تیمارداری کے لئے آتیں لیکن میریا کسی نہ کسی بہانے انہیں اینجلا کے کمرے میں جانے سے روک دیتی۔ میریا کو یہ پریشانی بھی تھی کہ کہیں ان دنوں ابوداؤد نہ آ جائے۔ اُسے اس بات کا ڈر تھا کہ وہ اینجلا کے لئے ربیعہ کو قربان نہیں ہونے دے گا۔ اینجلا کی نسبت وہ ربیعہ سے زیادہ پیار کرتا تھا۔ اس لئے میریا نے اُس کو اس واقعے کی اطلاع نہ بھیجی۔

پہلے اُسے ربیعہ کی طرف سے بھی خطرہ تھا کہ کہیں عدالت میں وہ اپنے بیان سے پھر نہ جائے لیکن یہ خطرہ اب ٹل چکا تھا۔ ربیعہ دریوں کی عدالت میں اپنے جرم کا اقبال کر چکی تھی۔

عدالت کے نام ازابیلا کا یہ حکم آ چکا تھا کہ مائیکل کے قاتل کو سخت سزا دی جائے مائیکل کے قتل کیبعد عیسائیوں نے جوش وخروش کا یہ عالم تھا کہ وہ اس کے جنازے میں شریک ہونے سے پہلے کئی مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اُتار چکے تھے۔ شہر کا کوتوال اشبیلیہ کے حاکم اعلیٰ کو لکھ چکا تھا کہ اگر اس لڑکی کو فوراً سزا نہ دی گئی تو شہر میں سخت بدامنی کا خطرہ ہے۔ فری نینڈ کو میدان جنگ میں اس واقعہ کی اطلاع ملی

اگر مقتول کوئی اور ہوتا تو شاید وہ اس معاملے کو دبانے کی کوشش کرتا لیکن مائکل اسکا نائٹ تھا۔وہ ملکہ کا قریبی رشتہ دار تھا۔اور ملکہ یہ سننے کے لئے تیار نہ تھی کہ قاتل کون ہے اوراس کے باپ کی خدمات کیا ہیں۔جان مائیکل بہر حال ایک نائٹ تھا۔اور اس کی قاتل ایک مسلمان لڑکی تھی۔

چھ ماہ قبل یہ واقعہ رونما ہوتا تو شاید فرڈی نینڈ یا ملکہ ابو داؤد کی دل آزاری سے بچنے کی کوشش کرتے لیکن اب اس سے کام لیا جا چکا تھا۔اب اس کی ان تھک کوششوں کے باعث اندلس کے ہر شہر میں کئی ملت فروش پیدا ہو چکے تھے۔وہ سردار اور علماء جنہیں اہل غرناطہ میں انتشار ڈالنے کے لئے ابو داؤد نے تربیت دے کر بھیجا تھا اب براہِ راست فرڈی نینڈ سے تعلق پیدا کر چکے تھے۔وہ زیادہ تعلیم حاصل کرنے کے لالچ میں ابو داؤد کی بجائے فرڈی نینڈ اور ملکہ کو اپنی کارگزاری سے مطلع کرتے تھے۔بادشاہ اور ملکہ کو اب یہ اطمینان تھا کہ ان کے پاس سینکڑوں آدمی ایسے ہیں جو ابو داؤد کی جگہ لے سکتے ہیں۔وہ یہ بھی جانتے تھے کہ غرناطہ کی رہی سہی قوت مدافعت کچلنے کے لئے انہیں سپاہیوں کی تلواروں کی ضرورت ہے اور اگر مائیکل کے قاتل کو سزا نہ دی گئی تو فوج میں بددلی پھیل جائے گی۔بڑے بڑے نائٹ مخالف ہو جائیں گے۔

ملکہ نے بادشاہ سے کہا۔آخر ہماری جنگ کا مقصد اکے سوا اور کیا ہے کہ مسلمانوں سے کلیسا کی عظمت کا لوہا منوایا جائے۔کیا کلیسا کے لئے یہ بات باعثِ رسوائی نہیں کہ ایک مسلمان لڑکی مائیکل جیسے نائٹ کو قتل کرے اور ہم انتقام نہ لے سکیں۔ابو داؤد نے کلیسا سے وفاداری کا حلف اُٹھایا ہے۔وہ ہمارے سامنے کئی بار یہ کہہ چکا ہے کہ اُسے مسلمانوں سے قطعاً کوئی ہمدردی نہیں وہ صرف اس لیے

مسلمان ہے کہ اس لباس میں وہ مسلمانوں کو دھوکا دے دے کر کلیسا کی بہت بڑی خدمت کر سکتا ہے۔ اب اس کے امتحان کا وقت آیا ہے، اگر وہ ہمیں فریب نہیں دیتا تو اُسے اس لڑکی کے ساتھ کوئی ہمدردی نہیں ہونی چاہیے۔ جس نے ہمارے بہترین سپاہی کو قتل کیا ہے۔ وہ لڑکی مسلمان ہے اور اُس نے مائیکل کو مذہبی جنون میں قتل کیا ہے۔ ہم نے ابوداؤد کی خدمات کا اُسے کوئی صلہ نہیں دیا۔ ہم نے اُسے لوشہ کا گورنر بنایا۔ ہم نے اُسے یہ اختیار دے رکھا ہے کہ وہ ہمارے خزانے سے جتنا چاہے خرچ کرے۔ اب وفاداری کا تقاضہ یہ ہے کہ اگر ہم اسی مقدمے کے فیصلہ کرنے کا اختیار دے دیں تو بھی وہ اپنی بیٹی کو سزا دینے سے نہ ہچکچائے۔

فرڈی نینڈ نے کہا۔ مجھے ڈر ہے کہ جب وہ میرے پاس آئے گا میں عدالت کا فیصلہ تبدیل کرنے پر مجبور ہو جاؤں گا۔

ملکہ نے برہم ہو کر کہا۔ تم بادشاہ ہو اور تمہاری ملکہ یہ برداشت نہیں کرے گی کہ ایک نوکر تمہیں کلیسا کی کسی عدالت کا فیصلہ تبدیل کرنے پر مجبور کر دے۔

ملکہ کے اصرار پر بادشاہ نے نئے گورنر کو یہ ہدایت بھیجی کہ وہ مجرم کو عدالت سے سزا دلوانے میں تاخیر نہ کرے۔

(۸)

ربیعہ عدالت کے سامنے کھڑی تھی۔ کمرے کے اندر اور باہر آدمیوں کا ہجوم تھا۔ پادریوں کی جیوری بشپ کو اپنا فیصلہ دے چکی تھی۔ ربیعہ اپنے جرم کا اقبال کر چکی تھی۔ کوتوال اور مائیکل نے نوکروں کی شہادت کے بعد عدالت نے کسی اور گواہی کی ضرورت محسوس نہ کی دو دن قبل ربیعہ نے عدالت کے سامنے جو بیان دیا تھا۔ اس سے وہ اپنے آپ کو بدترین سزا کی مستحق ثابت کر چکی تھی۔ اس نے عدالت

کا مذاق اُڑایا تھا۔اس نے کلیساء کی توہین کی تھی۔

اس نے کہا تھا۔

میں اس عدالت کو تسلیم نہیں کرتی جو ایک شرابی اور بدمعاش کو یہ اجازت تو دے دیتی ہے کہ وہ لوگوں کے گھروں میں گھس کر من مانی کرے لیکن ایک بے کس لڑکی کو اپنی عصمت کی حفاظت کے لئے ہاتھ اُٹھانے کی اجازت نہیں دیتی ۔تم اس وقت کہاں تھے جب تمہارا یہ نائٹ لوگوں کے گھرون کے دروازے توڑا کرتا تھا۔ جب معصوم اور بے کس لڑکیاں چلا چلا کر تمہیں مدد کے لئے پکارا کرتی تھیں ۔ جب وہ کہا کرتی تھیں ۔ عدل و انصاف کے اجارہ دارو! آؤ ہماری عصمت لٹ رہی ہے ۔ہمیں بچاؤ تمہیں مجھ پر مقدمہ چلانے کی ضرورت نہ تھی ۔تم مجھے مقدمہ چلائے بغیر بھی تو سزا دے سکتے تھے ۔کلیسا کی عظمت کا لوہا منوانے کے لئے تم مجھ جیسی سینکڑوں لڑکیوں کو مقدمہ چلائے بغیر موت کے گھاٹ اُتار چکے ہو۔تمہارا دامن بے گناہوں کے خون سے تر ہے ۔میرے خون کے چند چھینٹے اُس کی بدنمائی میں اضافہ نہیں کر سکتے ۔تم انصاف نہیں کر سکتے اور میں تم سے رحم کی بھیک مانگنا

انسانیت کی توہین سمجھتی ہوں۔تم نے اب تک مجھ
سے یہ نہیں پوچھا کہ میں نے اُسے قتل کیوں کیا تم
نے مجھ سے یہ نہیں پوچھا کہ وہ کس ارادے سے
میرے کمرے میں داخل ہوا تھا۔تمہارے لئے فقط
یہ جاننا کافی ہے میں نے اسے قتل کیا ہے ایک
مسلمان لڑکی نے اپنی عصمت کی حفاظت کے لئے
تمہارے ایک نائٹ کو قتل کیا ہے۔تم یہ سمجھتے ہو کہ
اس درندے کی موت کے بعد تمہارے کلیسا کا ایک
ستون گر چکا ہے۔تم مجبور ہو کہ مجھے سزا دو۔میرے
ساتھ انصاف کرنا تمہارے بس کی بات نہیں۔تم
اندلس میں کلیسا کی نئی عمارت کے معمار ہو تم نے
اس کی بنیاد بے گناہوں کے خون اور ہڈیوں پر رکھی
ہے میری موت کا فتویٰ دینے کے لئے تم صرف یہ
جاننا کافی سمجھتے ہو کہ میں بے گناہ ہوں میں نے
اپنی عزت بچانے کی کوشش کی ہے۔میں ایک
مسلمان ہوں اس لئے میرا خون اور میری ہڈیاں
کلیسا کی عمارت کی تعمیر کے کام میں لائیں جاسکتی
ہیں۔میں نے صرف ایک جان مائیکل کو قتل کی ہے
لیکن سب جان مائیکل ہو۔وہ شراب میں بدمست
ہو کر بے بس مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اُتارتا تھا

اور تم انصاف کی کرسیوں پر بیٹھ کر بے گناہوں کی
موت کے فتوے دیتے ہو۔ وہ انسانیت کا منہ نوچتا
تھا تم حق و صداقت کی آواز کا گلا کاٹتے ہو۔

دو دن پہلے یہ بیان دینے کے بعد آج ربیعہ اپنے مقدمے کا فیصلہ سننے کے لئے عدالت میں کھڑی تھی۔ لوشہ کا بشپ جان لوقس اس مقدمے کے بڑے جج کی حیثیت میں نئے گورنر دان لوئی کا وہ رفیصلہ پڑھنے کے لئے تیار نہ تھا جس پر باقی پادری متفق ہو چکے تھے۔ اس کا فیصلہ یہ تھا کہ لڑکی کو جلاوطن کر دیا جائے۔ اس نے جان مائیکل پر بھی جرم عائد کرنے کی کوشش کی تھی۔ گورنروں اور پادریوں کا یہ خیال تھا کہ جان لوقس پر ربیعہ نے جادو کر دیا ہے۔ اس لئے فیصلہ کے دن بڑھے جج کی کرسی پر ایک اور پادری رونق افروز تھا۔

عدالت کے اندر اور باہر جو لوگ جمع تھے اُنہیں معلوم تھا کہ اس مقدمے کا فیصلہ کیا ہوگا۔ ربیعہ کلیسا کی عدالت کی توہین کی چکی تھی۔ اس نے کلیسا کے ایک سپاہی کو قتل کیا تھا۔ بعض لوگوں کو بشپ لوق کی غیر حاضری کی وجہ معلوم ہو چکی تھی اور وہ ربیعہ کو ایک خطرناک جادوگرنی سمجھتے تھے۔ لوگ ایک دوسرے سے کانا پھوسی کر رہے تھے۔ اُسے پھانسی پر لٹکا دیا جائے گا۔ اُسے آہنی شکنجے میں کسا جائے گا۔ اُسے زندہ جلایا جائے گا۔

لوگوں کو خاموشی کا حکم دینے کے بعد جج نے اپنا فیصلہ پڑھ کر سنایا۔ حاضرین ربیعہ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اُس کی موت کا حکم صادر ہو چکا تھا۔ لیکن وہ خاموش کھڑی تھی۔ جب جج نے یہ کہا کہ ملزمہ کلیساء اور عدالت کی توہین کے بعد سخت سے سخت سزا کی مستحق تھی لیکن اس کے باپ کی خدمات کا لحاظ رکھتے ہوئے عدالت

اُسے زندہ جلانے کی بجائے اُس کے قتل کا حکم صادر کرتی ہے۔ایک نوجوان لڑکی ہجوم کو چیرتی ہوئی آگے بڑھے اور ربیعہ کے قریب پہنچ کر چلائی ٹھہرو! انصاف اور انسانیت کا خون نہ کرو۔جان مائیکل کو میں نے قتل کیا ہے۔

عدالت میں سناٹا چھا گیا۔

ربیعہ نے چونک کراس کی طرف دیکھا۔یہ انجلا تھی۔جج پادری اور حاضرین عدالت تھوڑی دیر کے لئے سناٹے میں آ گئے۔انجلا اپنی بغل میں ایک چھوٹی سی گٹھڑی دبائے ہوئے تھی۔

ربیعہ نے جج سے مخاطب ہو کر کہا۔آپ پریشان نہ ہوں۔یہ میری سوتیلی بہن ہے۔اس کے دماغ پر ان واقعات کا بہت اثر پڑا ہے۔

انجلا نے ایک قدم بڑھتے ہوئے کہا۔یہ غلط ہے! یہ جھوٹ ہے ربیعہ نے میری جان بچانے کے لئے یہ سب کچھ کیا ہے۔یہ بے قصور ہے۔مائیکل کو میں نے قتل کیا ہے اُسے قتل کرنا میرا فرض تھا۔

جج نے سوال کیا۔تم آج تک کہاں تھیں۔

انجلا نے جواب دیا۔مائیکل کے قتل کے بعد ربیعہ نے مجھے ایک کمرے میں بند کر دیا تھا۔اس کے بعد چند دن بے ہوش رہی۔میری ماں نے میرے کمرے پر پہرہ بٹھا رکھا تھا۔میری بہن کی طرح وہ بھی میری جان بچانا چاہتی تھی۔

جج نے کہا۔تم اب بھی بیمار نظر آتی ہو۔تمہارا بیان لینے سے پہلے عدالت کے لئے تمہاری دماغی حالت کا امتحان لینا ضروری ہے۔

انجلا نے کہا۔میرے دماغ پر صرف یہ بوجھ ہے کہ میری بے گناہ بہن میرے لئے اپنی زندگی کی قربانی دے رہی ہے۔اب یہ بوجھ اُتر چکا ہے۔

"عدالت کو ثبوت کی ضرورت ہے۔"

ثبوت؟ یہ دیکھئے" انجلا نے آگے بڑھ کر کپڑے کی چھوٹی سی گٹھڑی جج کی میز پر رکھتے ہوئے کہا۔ اسے غور سے دیکھو۔ یہ وہ لباس ہے جو میں اس رات پہنے ہوئے تھی۔ اسے تمہارے بہادر نائٹ نے تار تار کیا تھا۔ یہ لباس اس بات کی گواہی دے گا کہ اس رات قتل ہونے سے پہلے کلیسا کے بہادر سپاہی نے کس کے دامن پر ہاتھ ڈالا تھا۔

عدالت میں پھر ایک بار سناٹا چھا گیا۔

میریا ہانپتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی اور آگے بڑھ کر انجلا کے ساتھ لپٹ گئی۔ انجلا انجلا میری بیٹی تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں چلو گھر۔ میریا یہ کہتے ہوئے اسے بازو سے پکڑ کر باہر کی طرف کھینچنے کی کوشش کر رہی تھی۔

جج نے کہا۔ ٹھہرو! ہم چند سوالات پوچھنا چاہتے ہیں۔

انجلا نے اپنی ماں کا ہاتھ جھٹک دیا، میریا ملتجی نگاہوں سے جج کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ میری بیٹی کا اس قتل کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ یہ بیمار ہے اس کے حواس ٹھیک نہیں۔

جج نے گٹھڑی کھول کر میریا کو پھٹے ہوئے کپڑے دکھاتے ہوئے کہا۔ تم پہچانتی ہو یہ کس کا لباس ہے؟

میریا جواب دینے کی بجائے انجلا کی طرف دیکھ رہی تھی۔ انجلا نے کہا۔ امی! خاموش کیوں ہو؟ تم نے خود میرے لئے یہ لباس خریدا تھا۔ تمہیں سب واقعات کا علم ہے۔ تم جانتی ہو کہ وہ میری تلاش میں آیا تھا اور یہ اُس کا دوسرا حملہ تھا۔ پہلی بار جب تم نے اُسے دعوت دی تھی ل اس نے تمہارے سامنے میری بے عزتی

کرنے کو کوشش کی تھی قسطلہ کا بشپ اس بات کا گواہ ہے کہ میں نے اُس کے سر پر پھولدان مار کر اپنی جان بچائی تھی۔ تمہارے پاس وہ خط ہے جس میں اُس نے اپنی حرکت پر ندامت کا اظہار کیا تھا۔ اس کے گھر سے دُور اُ نے اپنے ذلیل مقاصد کی تکمیل کے لئے تمہیں بڑی ہوشیاری کے ساتھ گھر سے دور رکھنے کی کوشش کی تھی۔ تم گھر آنا چاہتی تھیں لیکن کوتوال نے تمہیں روکے رکھا۔

پھر بھی انجلا نے جج کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے کہا۔ میری ماں کی محبت شاید اُسے حق گوئی کی اجازت نہ دے لیکن بشپ لوقس اس بات کی گواہی دے گا کہ میرے متعلق مائیکل کی نیت ٹھیک نہ تھی۔ میں نے بشپ لوقس کی موجودگی میں اُس کے ساتھ شادی کرنے سے انکار کیا تھا اور وہ مجھ سے اپنی توہین کا بدلہ لینے کے لئے موقع کی تلاش میں تھا۔

میریا نے انتہائی بے بسی کی حالت میں جج کی طرف دیکھا اور کہا۔ مقدس باپ! میری لڑکی بے قصور ہے۔ اس پر ربیعہ کے جادو کا اثر ہے۔ اس نے میری بیٹی کو مذہب سے گمراہ کیا ہے۔ ربیعہ کے جادو کا یہ اثر ہے کہ میری بیٹی چُھپ چُھپ کر قرآن اور نمازیں پڑھتی ہے، میں مائیکل کے ساتھ اس کی شادی کرنا چاہتی تھی لیکن ربیعہ نے اسے بہکایا۔ ربیعہ اپنے جادو کے زور سے اُس سے جو چاہتی ہے کرواتی ہے۔ انجلا معصوم ہے۔ اُسے معلوم نہیں کہ وہ کیا کہہ رہی ہے۔ یہ سب ربیعہ کے جادو کا اثر ہے مجھے ڈر ہے کہ بشپ لوقس پر بھی کہیں ربیعہ کے جادو کا اثر نہ ہو جس دن سے مائیکل قتل ہوا ہے میری بیٹی جنون کے مرض میں مبتلا ہے۔ یہ دروازے توڑ کر باہر بھاگنے کی کوشش کرتی ہے۔ یہ لباس جو آپ دیکھ رہیں ہیں اس نے جنون کی حالت میں تار تار کیا ہے۔

انجیلا نے حقارت کے ساتھ اپنی ماں کی طرف دیکھا اور پھر جج کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگی ۔میری بہن میرا جرم اپنے سر لے چکی ہے ۔میرے متعلق اگر اُس کی نیت بُری ہوتی تو وہ ایسا نہ کرتی لیکن میری ماں اس کے ایثار سے متاثر ہونے کی بجائے صرف میری جان بچانے کے لئے حقیقت کے چہرے پر نقاب ڈالنے کی کوشش کر رہی ہے ۔میری ماں کا خیال ہے کہ ربیعہ چونکہ مسلمان ہے اس لئے عدالت اس کے متعلق ہر غلط بات مان لے گی ۔اُسے یقین ہے کہ ایک مسلمان لڑکی پر اگر کوئی اور جرم عائد نہ ہوتا تو اُسے جادوگرنی ثابت کرنا بہت آسان ہے لیکن میں اس عدالت میں اعلان کرتی ہوں کہ اپنی سوتیلی بہن کی طرح میں بھی ایک مسلمان ہوں ۔اگر اسلام ایک جادو ہے تو مجھ پر اس جادو کا اثر ہو چکا ہے ۔اور دنیا کی کوئی طاقت اس جادو کا اثر زائل نہیں کر سکتی ۔مجھے اگر کوئی افسوس ہے تو اس بات کا کہ میں نے اس سے قبل چُھپ چُھپ کر نمازیں پڑھی ہیں ۔یہ میری بزدلی تھی لیکن اب میں زندگی اور موت کے مفہوم سے آشنا ہو چکی ہوں ۔اب مجھے کسی کا ڈر نہیں ۔اگر مسلمان ہونے کی کوئی سزا ہے تو میں اس کے لئے تیار ہوں لیکن جہاں تک مائیکل کے قتل کا سوال ہے یہ کوئی جرم نہیں ۔وہ ایک وحشی تھا ۔وہ ایک بدمعاش تھا ۔یہ عدالت اس کے متعلق اس لئے پریشان ہے کہ وہ ملکہ کا رشتہ دار ہے ۔کاش ! ملکہ کو یہ معلوم ہوتا کہ دنیا کی ہر عورت بالخصوص وہ عورت جو کلمہ توحید پڑھ چکی ہو اپنی عصمت کو جان سے عزیز سمجھتی ہے ۔کلیسا کی عدالت کو اس بات کا افسوس ہے کہ لوگوں کے دلوں پر کلیسا کی ہیبت بٹھانے والا ایک ہاتھ کٹ گیا ۔لیکن کاش وہ ہاتھ جنہوں نے میرا لباس تار تار کیا تھا کبھی کلیسا کے علمبرداروں کی بہو بیٹیوں کی طرف بھی بڑھے ہوتے ۔

جج، پادریوں اور حاضرین عدالت کی قوت برداشت جواب دے چکی تھی۔ جج نے گرج کر کہا۔ گستاخ لڑکی زبان بند کرو!

لیکن انجلا کی آواز بلند ہوتی گئی۔ بخار کی صورت میں اُسے یہ معلوم نہ تھا کہ وہ کیا کہہ رہی ہے شہر کا گورنر ڈان لوئی جسے اس مقدمے میں ایک نئی پیچیدگی کی اطلاع مل چکی تھی عدالت کے دروازے میں کھڑا انجلا کی تقریر سُن رہا تھا۔ انجلا کلیسا کے عدل و انصاف کا مذاق اُڑا رہی تھی۔ وہ یہاں تک کہہ چکی تھی کہ تم غریبوں اور نہتوں پر ظلم کرتے ہو لیکن طاقت ور کے سامنے بھیڑ بن جاتے ہو۔ تمہیں آٹھ برس کی غلامی کے بعد حکومت کا موقعہ ملا ہے لیکن تم نے ثابت کر دکھایا ہے کہ اسکے اہل نہیں ہو۔

ڈان لوئی نے آگے بڑھ کر کہا۔ میں عدالت کی یہ توہین برداشت نہیں کرسکتا۔ یہ لڑکی اپنے آپ کو بدترین سزا کی مستحق ثابت کر چکی ہے۔ یہ کلیسا کو بدنام کر رہی ہے۔ یہ سلطنت کی غدار ہے۔ یہ ہمیں جاننے کی ضرورت نہیں کہ مائیکل کے قتل کے ساتھ اس کا کیا تعلق ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ ان دونوں لڑکیوں کے مقدمے پر نئے سرے سے غور کیا جائے۔

انجلا نے ڈان لوئی کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ اگر تمہارے وحشانہ کارناموں سے بدنام نہیں ہوتا تو اسے میرے الفاظ سے پریشان نہیں ہونا چاہئے اگر تمہاری حکومت ظالموں کی پشت پناہی کرتی ہے اور مظلوموں کو فریاد کرنے کا حق نہیں دیتی تو میں ایک باغی ہوں، میں اس عدالت کی توہین کرنے میں حق بجا ہوں۔ جو ایک پاگل کتے کو میری بوٹیاں نوچنے کی اجازت دیتی ہے لیکن مجھے اس کی کھوپڑی توڑنے کی اجازت نہیں دیتی۔

گورنر نے اشارے پر سپاہی انجلا کو دھکیلتے ہوئے باہر لے گئے۔وہ بدستور چلا رہی تھی۔تم ظالم ہو!تم وحشی ہوتم وہ بزدل ہو جو آئینے میں اپنی صورت دیکھنا پسند نہیں کرتے۔میریا بے ہوش ہو کر گر پڑی۔سپاہی اُسے اُٹھا کر باہ لے گئے۔ربیعہ ابھی تک عدالت میں کھڑی تھی۔گورنر نے آگے بڑھ کر جج کے کان میں کچھ کہا اور وہ سر ہلانے کے بعد ربیعہ کی طرف متوجہ ہوا

کیا تم یہ تسلیم کرتی ہو کہ انجلا نے جان مائیکل کو قتل کیا ہے۔

ربیعہ نے جواب دیا۔میں اپنا بیان ختم کر چکی ہوں،میرے متعلق عدالت اپنا فیصلہ دے چکی ہے،اس لئے میں مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں سمجھتی۔انجلا نے جو کچھ کہا ہے عدالت کی حالت میں کہا ہے۔مائیکل کے قتل کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔

جج نے سوال کیا۔کیا یہ درست ہے کہ انجلا اپنے مذہب سے گمراہ ہو چکی ہے؟

نہیں،‘وہ گمراہ نہیں ہوئی۔وہ ایک سچا دین اختیار کر چکی ہے۔

گورنر نے آگے بڑھ پھر جج کے کان میں کچھ کہا اور وہ سر ہلانے کے بعد بولا۔اس مقدمے کی نوعیت میں ایک متوقع تبدیلی کے پیش نظر عدالت ملزمہ ربیعہ کے متعلق اپنا فیصلہ واپس لیتی ہے۔ملزمہ کی سوتیلی بہن کا بیان سننے کے بعد عدالت کی رائے ہے کہ یہ دونوں بہنیں جان مائیکل کی قتل کی سازش میں شریک ہیں اور اس کے علاوہ حکومت کے خلاف بغاوت اور کلیسا کے خالف نفرت پھیلانے کی مجرم ہیں۔پولیس کو تحقیقات کا موقع دینے کے لئے عدالت مقدمے کی کاروائی کل پر ملتوی کرتی ہے۔

شام تک میریا نے بے ہوشی کی حالت میں چلاتی رہی۔ جب اُسے ہوش آیا تو وہ اپنے کمرے کی بجائے ایک چھوٹے سے کمرے میں لیٹی ہوئی تھی۔ اُس کی خادمہ اس کے قریب ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ ایک ثانیہ کے لئے وہ کمرے کی بوسیدہ چھت کی طرف دیکھتی رہی پھر اچانک اُٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولی۔ اینجلا کہاں ہے۔ میں کہاں ہوں۔

خادمہ نے آنکھوں میں آنسو بھرتے ہوئے کہا۔ اینجلا ربیعہ کے ساتھ قید میں ہے۔ میریا کو عدالت کے تمام واقعات یاد آ گئے اور وہ بستر سے اُتر کر کھڑی ہوگئی۔ میں گورنر کے پاس جاتی ہوں وہ میری بیٹی کے ساتھ یہ سلوک نہیں کرسکتا۔

خادمہ نے اُٹھ کر اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں، آپ باہر نکلنے کے قابل نہیں ہیں۔

میریا نے کہا۔ نہیں میں بالکل ٹھیک ہوں لیکن میں ہوں کہاں؟ عدالت میں شاید بے ہوش ہوگئی تھی، یہ کس کا مکان ہے؟

خادمہ کے جواب کا انتظار کئے بغیر میریا دروازے سے باہر جھانکنے لگی اور پھر خادمہ کی طرف متوجہ ہو کر بولی۔ یہاں کوئی بھی نہیں۔ مجھے اس ٹوٹے ہوئے مکان میں کون لے آیا ہے کا ی میں خواب دیکھ رہی ہوں، میرے گھر کا سامان اس مکان کے صحن میں کیسے آ گیا۔

خادمہ جواب دینے کی بجائے پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔

بشپ لوقس صحن میں داخل ہوئے اور میریا اُسے دیکھ کر باہر نکل آئی۔ اس نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔ مقدس باپ! یہ کیا معاملہ ہے میں کہاں ہوں۔ میرے گھر کا سامان یہاں بکھرا پڑا ہے۔ خادمہ مجھے کوئی جواب نہیں دیتی۔

بشپ نے سرد مہری سے جواب یا۔ یہ سب تمہارے اعمال کی سزا ہے۔

میریا ششدر سی ہو کر ایک قدم پیچھے ہٹی اور انتہائی بے بسی کی حالت میں بشپ کی طرف دیکھنے لگی۔ ایک ثانیہ کے بعد وہ بھاگ کر باہر کے دروازے کی طرف بڑھی اور باہر جھانکنے کے بعد پر بشپ کی طرف متوجہ ہوئی۔ مقدس باپ! مجھ پر رحم کر مجھے بتاؤ یہ کا ی معاملہ ہے میں یہاں کیسے آئی آنجلا کا کیا ہوگا؟ میری بیٹی کا بچاؤ۔

تمہاری بیٹی کو بچانا اب کسی کے بس کی بات نہیں تم نے اپنی سوتیلی بیٹی کے ایثار کی قدر نہ کی۔ تم نے اس پر جادوگرنی ہونے کا الزام لگایا، بیوقوف عورت! تمہارا خیال تھا کہ اگر تم ایک مسلمان لڑکی پر بہتان لگاؤ گی تو عدالت کی نگاہ میں آنجلا کا جرم چھپ جائیگا۔ کاش تم پہلے دن ہی آنجلا کو عدالت میں جانے سے نہ روکتیں، اس وقت کسی کو یہ معلوم نہ تھا کہ وہ مسلمان ہو چکی ہے۔ تمہارے پاس اس بات کے کافی ثبوت تھے کہ مائیکل آنجلا کے متعلق بُری نیت لے کر تمہارے گھر میں داخل ہوا تھا اگر تم یہ حماقت نہ کرتیں تو اس مقدمے کی نوعیت بالکل مختلف ہوتی لوگوں کو یہ احساس ہوتا کہ آنجلا ایک عیسائی لڑکی ہے اور بادشاہ اور ملکہ کو بھی یہ کہنے کی جرات نہ پڑتی کہ اپنی عزت بچانے کے لئے اُس نے جو کچھ کیا ہے وہ قابل سزا ہے سب وہ دونوں قید میں ہیں اور تمہیں اس حماقت کا یہ صلہ ملا ہے کہ گورنر نے تمہی بے ہوشی کی حالت میں محل سے نکال کر اس کٹیا میں بھجوا دیا ہے میریا کی پتھرائی ہوئی آنکھوں میں آنسو جمع ہو رہے تھے۔ اُس نے آگے بڑھ کر بشپ کے پاؤں پر گرتے ہوئے کہا۔

مقدس باپ! مجھ پر رحم کیجئے۔ آنجلا کو بچایئے۔ خدا کے لئے آنجلا کو بچائے۔ مجھے یقین نہیں آتا کہ اُس نے مائیکل کو قتل کیا ہے۔ لیکن اگر اُس نے واقعی قتل کیا ہے تو بھی وہ بے گناہ ہے۔ آنجلا نے جو کچھ کیا ہے اپنی عصمت کی حفاظت کے لئے کیا

ہے۔

لوقس میریا کے آنسوؤں سے متاثر نہ ہوا۔ وہ ایک قدم پیچھے ہٹ کر بولا۔ بے وقوف عورت! اب رونے سے کیا فائدہ۔ انجلا کو اس قتل کے باوجود بے گناہ ثابت کیا جا سکتا تھا۔ لیکن اب تمہاری حماقت سے اس پر قتل سے زیادہ سنگین الزامات عائد ہو چکے ہیں۔ کلیسا کی توہین اپنے مذہب سے نفرت اور حکومت کے خلاف بغاوت! یہ معمولی الزامات نہیں۔ اب اس کی جان بچانا میرے بس کی بات نہیں۔

میریا نے اُٹھ کر لوقس کا دامن پکڑتے ہوئے کہا۔ نہیں نہیں آپ بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ آپ لوشہ کے بشپ ہیں۔

"آج سے میں لوشہ کا بشپ نہیں ہوں میں نے کل عدالت میں گورنر کی خواہش کے مطابق بیان دینے سے انکار کر دیا ہے اور اس کے ساتھ ہی میں نے لارڈ بشپ کو اپنا استعفا بھیج دیا ہے۔ تاہم انجلا اور ربیعہ کے متعلق میں اپنا فرض پورا کر چکا ہوں۔ میں نے عدالت کو اپنا تحریری بیان بھیج دیا ہے۔ میں نے یہ لکھ دیا ہے کہ انجلا کے متعلق جان مائیکل کے ارادے کس قدر شرمناک تھے۔ اپنے بیان میں میں نے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ انجلا مائیکل کو قتل کرنے میں حق بجانب تھی۔ لیکن میرا بیان چونکہ گورنر کی مرضی کے مطابق نہیں اس لئے مجھے یقین ہے کہ عدالت اسے دبا لے گی۔ میں ابو داؤد کے پاس جا رہا ہوں۔ ممکن ہے کہ وہ بادشاہ اور ملکہ سے رحم کی درخواست کر سکے۔ اگرچہ جس مقصد کے لئے بادشاہ نے اُسے اس قدر و اہمیت دی تھی وہ بہت حد تک پورا ہو چکا ہے۔ فرڈیننڈ غرناطہ کا محاصرہ کر چکا ہے۔ ابو داؤد کی کوششوں سے اہل غرناطہ کا ایک با اثر طبقہ جنگ کا مخالف ہو چکا ہے اور بادشاہ کو یقین ہے کہ غرناطہ کی فتح کوئی دن کی بات ہے۔ ابو داؤد کی جماعت میں اب کئی

لوگ اس کے رقیب بن چکے ہین ۔ان حالات میں مجھے یہ امید نہیں کہ بادشاہ رحم کے لئے اس کی درخواست پر غور کرنے کے لئے تیار ہوگا لیکن ہوسکتا ہے کہ اس کے تدبر کے ترکش میں ابھی تک کوئی تیر باقی ہوا اور بادشاہ اُسے کارآمد سمجھ کر اس کی درخواست پر غور کرنے کے لئے تیار ہو جائے اب میں تم سے جو ضروری بات کہنے آیا تھا وہ یہ ہے کہ تم کل عدالت میں جا کر یہ کہو کہ جب تک میں گواہی نہیں دیتا اُس وقت تک عدالت اس مقدمے کا فیصلہ نہیں کرسکتی ۔اگر عدالت تمہارا اعتراض رد کر دے اور مقدمے کا فیصلہ دینے میں جلد بازی سے کام لے تو تم اس فیصلے کے خلاف بادشاہ سے اپیل کرنے کی مہلت مانگو۔ممکن ہے کہ عدالت تمہیں اپیل کے لئے مہلت نے دے ۔لیکن تمہارے اس مطالبے کے بعد عدالت اپنے فیصلہ پر بادشاہ کی تصدیق حاصل کرنے پر مجبور ہو جائے گی اتنی دیر میں تمہارے خاوند کو دوڑ دھوپ کرنے کا موقع مل جائیگا

میریا نے سراپا التجا بن کر کہا ۔! مقدس باپ! آپ بہت رحم دل ہیں آپ کا احسان نہیں بھولوں گی ۔آپ کب جا رہے ہیں؟

”میں آج رات روانہ ہو جاؤں گا۔

انجلا اور ربیعہ کا باپ

(۱)

ماہ اپریل ۱۴۹۱ء میں فرڈی نینڈ نے غرناطہ پر اپنی پوری فوجی قوت کے ساتھ حملہ کیا بادشاہ اور ملکہ کی طرح اندلس کے تمام نائٹ یہ حلف اُٹھا کر آئے تھے۔ کہ وہ غرناطہ فتح کئے بغیر واپس نہیں جائیں گے۔ شاہین کی وادی اور البکسر اکے مجاہدین کو اپنے علاقوں میں مصروف رکھنے کے لئے وہ سواروں کی ایک فوج روانہ کر چکا تھا۔ غرناطہ کی فوج کی قیادت موسیٰ کے ہاتھ میں تھی۔ اگر چہ غرناطہ میں منافقین اور غداروں کی ایک بہت بڑی جماعت کام کر رہی تھی۔ تاہم عوام کی اکثریت موسیٰ کے اشاروں پر جان دینے کے لئے تیار تھی۔

فرڈی نینڈ اپنی گزشتہ ناکامیوں سے سبق سیکھ چکا تھا۔ اس نے اپنی قت کی برتری کے باوجود شہر پر براہِ راست حملہ کرنے کی بجائے کچھ دور پڑاؤ ڈال کر قریب وجوار کی بستیوں میں ماردھاڑ شروع کر دی۔ وہ تین اطراف سے غرناطہ جلانے اور فصلیں تباہ کرنے میں مصروف تھی۔ فرڈی نینڈ کو یہ یقین تھا کہ ایک طویل محاصرے کے بعد اہل غرناطہ فاقہ کشی سے تنگ آ کر ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ اس لئے وہ باہر کے کسانوں کی بستیاں جلانے کے بعد انہیں غرناطہ میں پناہ لینے پر مجبور کر رہا تھا۔ دو ماہ میں گرناطہ کے تین اطراف میلوں تک سر سبز و شاداب علاقہ ویران کر چکا تھا۔ صرف جبل الشارت کی طرف سے غرناطہ کے لئے باہر کی رسد و کمک کے راستے کھلے تھے، اس راستے سیرا نویدا کی زرخیر وادیوں سے ایک محدود مقدار میں اناج سبزیاں اور پھل غرناطہ میں پہنچ رہا تھا لیکن یہ غرناطہ کے لاکھوں انسانوں کے لئے کافی نہ تھا۔ روز بروز اہلِ غرناطہ کی حالت نازک ہو رہی تھی۔ موسیٰ کے لئے شہر

سے ابھر نکل کر کھلے میدنا میں فرڈی نینڈ کی ٹڈی دل کا مقابلہ کرنا آسان نہ تھا۔ اس کے سواروں کے چھوٹے چھوٹے دستے شہر نکلتے اور فرینڈ کی فوج کی نقصان پہنچانے کے بعد واپس آجاتے ۔ موسیٰ کا خیال تھا کہ آئے دن اپنی فوج کے نقصانات میں اضافہ دیکھ رفرڈی نینڈ شہر پر حملہ کرنے پر مجبور ہوجائے گا لیکن فرڈینڈ پر ان نقصانات کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اس کی فوج شہر کے گرد خندقیں اور مرور چے بنانے میں مصروف رہی۔

محاصرے کے زمانہ سے متعلق غرناطہ کے شہسواروں کی انفرادی شجاعت کی بے شمار داستانیں مشہور ہیں ایک سوار گھوڑا بھگا ہوا شہر سے نکلتا اور دور سے بلند آواز میں فرڈینڈ کے کسی مشہور نائٹ کا نام لے کس اُسے مقابلے کی دعوت دیتا۔ ایک نائٹ کے لئے مقابلے کی دعوت پر لبیک نہ کہنا باعث عار تھا۔ اُسے مجبوراً میدان میں آنا پڑتا۔ ایسے معرکوں میں عام طور پر غرناطہ کے شہسواروں کا پلہ بھاری رہتا ایک نائٹ سے نبٹنے کے بعد غرناطہ کا شہسوار کسی دوسرے کو مقابلے کے لئے پکارتا۔ ان انفرادی معرکوں میں فرڈی نینڈ کے کئی نائٹ مارے جا چکے تھے۔ ایک دن غرناطہ کا ایک سوار میدان میں آیا۔ اس کی زرہ چمک رہی تھی ارا انکھون کے سوا اس کا تمام چہرہ خود میں چھپا ہوا تھا۔ اس کا گھوڑا نہایت خوبصورت تھا۔ اُس نے فرڈ.نینڈ کی فوج کی اگلی صف سے کچھ دور اپنا گھوڑا اردکا اور بلند آواز میں کہا۔ کوئی ہے جسے موت کی تمنا ہے؟ جب دشمن کی طرف سے تھوڑی دیر کے لئے کسی نے جواب دیا تو اس نے کہا۔ میرا گھوڑا دیکھو! دیکھو ایسے گھوڑے کی سواری تمہارے بادشاہ کے تاج میں بھی نہیں ۔تم میں کوئی ہے جسے اس تلوار اور گھوڑے کی خواہش ہے؟

کاؤنٹ ٹنڈ یلا نے اپنا گھوڑا آگے پڑھاتے ہوئے جواب دیا۔ میرے دل

میں اس گھوڑے اور تلوار سے زیادہ اس گستاخ زبان کو نوچنے کی خواہش ہے لیکن ایک ثانیہ کے بعد فرڈینینڈ کے بہترین نائٹ کی لاش خاک وخون میں تڑپ رہی تھی ۔ مارکوس آف قادس میدان میں آیا لیکن اس کا بھی وہی حشر ہوا ۔ اس کے بعد غرناطہ کا شہسوار فرڈینینڈ کی فوج کے سات بہترین نائٹ یکے بعد دیگرے موت کے گھاٹ اُتار چکا تھا ۔ غرناطہ کی فصیل پر سے تماشائی خوشی کے نعرے بلند کر رہے تھے ۔ شہسوار نے تھوڑی دیر کے لئے مد مقابل کا انتظار کای اور پھر بولا تمہارا بادشاہ کہاں ہے ۔ ان بہادروں کی اراوح دوسری دنیا میں کب تک اس کا انتظار کریں گی ۔ اُسے کہو ایک مرد کی تلوار اس کے خون کا رنگ دیکھنا چاہتی ہے ۔

ایک نائٹ کو جوش آیا لیکن فرڈینینڈ نے اس کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور کہا

۔

نہیں تمہیں اس کے مقابلے پر جانے کی اجازت نہیں ۔

غرناطہ کے شہسوار نے شہر کے دروازے کے قریب پہنچ کر اپنا خود اُتار دیا ۔ پہریداروں نے اس کی تعظیم میں سر جھکا دیے ۔ یہ موسیٰ بن ابی غسان تھا ۔ غرناطہ کے مسلمانوں کی آخری تلوار ۔

(۲)

ابو داؤد فرڈی نینڈ کے سامنے کھڑا تھا ۔ وہ انتہائی بے بسی کی حالت میں بادشاہ کے چہرے پر اپنی التجاؤں کا اثر دیکھ رہا تھا ۔ بادشاہ کی مذہبی عدالت کے فیصلہ کے خلاف اُس کی اپیل کر چکا تھا ۔ انصاف سے مایوس ہو کر ابو داؤد نے رحم کی درخواست کی تھی ۔ بادشاہ کی خاموشی اس کے لئے صبر آزما تھی ۔ وہ محسوس کر رہا تھا کہ اُس کے مقدر کا ستارہ گردش میں آ چکا ہے ۔ یہ پہلا موقع تھا کہ وہ فرڈی نینڈ کے

سامنے کرسی پر بیٹھنے کی بجائے کھڑا تھا۔ جب وہ اس خیمے میں داخل ہوا تھا تو اُسے یقین تھا کہ فرڈی نینڈ حسب معمول آگے بڑھ کر اس کے ساتھ مصافحہ کرے گا، اُسے کرسی پر بٹھائے گا اور اس کی آمد کی وجہ معلوم کرنے کے بعد یہ کہے گا کہ لوشہ کے پادری پاگل ہو گئے ہیں لیکن جب فرڈی نینڈ نے اُسے دیکھتے ہی یہ کہا۔ ابوداؤد! مجھے تمہارے ساتھ ہمدردی ہے لیکن یہ کلیسا کی عدالت کا فیصلہ ہے عدالت نے میرے پاس یہ فیصلہ تصدیق کے لئے بھیجا ہے۔ میں مجبور ہوں۔ تمہاری لڑکیوں سے مجھے یہ توقع نہ تھی۔ ابوداؤد کو اپنے کانوں پر یقین نہ آیا۔ وہ دیر تک بادشاہ کی طرف دیکھتا رہا۔ بالآخر اس نے ٹوٹے پھوٹے الفاظ کے ساتھ اپنی تقریر شروع کر دی۔ چند جملوں کے بعد اُس کی تقریر میں روانی آ چکی تھی۔ اس نے ربیعہ اور انجلا کو بے گناہ ثابت کرنے کے لئے کئی دلائل دیے۔ لیکن فرڈی نینڈ نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ تم مجھے قائل نہیں کر سکتے۔ تمہاری لڑکیوں نے اپنے جرم کا اقبال کی ہے۔ یہ ممکن تھا کہ میں مائیکل کے قتل کا جرم معاف کر دیتا لیکن کلیسا کی توہین اور حکومت کے خلاف بغاوت ایسے جرائم ہیں جو کسی حالت میں بھی قابل معافی نہیں۔ تمہاری دوسری لڑکی کا جادو ہے لیکن حکومت کلیسا اور عدالت کے متعلق اس کے الفاظ میرے لئے بھی ناقابل برداشت ہیں۔ اگر لارڈ شپ کی صاحبزادی بھی یہ الفاظ کہتی تو اس کا انجام بھی تمہاری بیٹی سے مختلف نہ ہوتا۔

ابوداؤد کی آواز بیٹھ گئی۔ تاہم اُس نے دوبارہ ہمت سے کام لیتے ہوئے رحم کی درخواست کی۔ اُس نے اپنی خدمات کا واسطہ دی۔ اُس نے کہا۔ عالی جاہ! میں نے یہ بال آپ کی خدمت میں سفید کئے ہیں۔ اور یہ لڑکیاں میرا آخری سہارا ہیں مجھ پر رحم کیجئے۔ ان التجاؤں کے جواب میں فرڈی نینڈ کچھ دیر خاموش رہا، بالآخر اس نے

کہا۔میرا رحم کلیسا کی عدالت کا فیصلہ رد نہیں کرسکتا ابو داؤد مجھے افسوس ہے۔اب تم صبر سے کام لو۔یہ تمہاری وفاداری کے امتحان کا وقت ہے۔

اس نے کہا۔ عالی جاہ! میری وفاداری میں کوئی فرق نہیں آیا لیکن وہ میری بیٹیاں ہیں۔وہ آپ کے اُس وفادر خادم کی بیٹیاں ہیں جس کی کوششوں کے باعث آپ کی افواج آج غرناطہ کی چار دیواری کے سامنے کھڑی ہیں۔ یہ اُس شخص کی بیٹیاں ہیں جو آپ کے لئے الحمراء کے دروازے کھولنے کے انتظامات مکمل کر چکا ہے جو آپ کے لئے غرناطہ کے راستے سے ابوالحسن اور الزغل جیسی چٹانیں ہٹا چکا ہے ۔میرے آقا! میں نے ان انعامات کے لئے ابھی تک دامن نہیں پھیلایا جن کا آپ میرے ساتھ وعدہ کر چکے ہیں۔ میں تو ایک چھوٹی سی التجا لے کر آیا تھا۔ مجھے آپ غرناطہ میں اپنا نائب بنانے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔کیا میری لڑکیاں اتنا بھی حق نہیں رکھتیں کہ وہ میری غیر حاضری میں اپنی عصمت بچاسکیں۔

لیکن انہوں نے مائیکل کو قتل کیا ہے اور وہ ملکہ کا عزیز ہے۔ہمیں تمہاری خدمات کا اعتراف ہے لیکن ہم مائیکل کی خدمات کو بھی فراموش نہیں کر سکتے۔

ملکہ ازابیلا جو پردے کے پیچھے یہ باتیں سُن رہی تھی کمرے میں داخل ہوئی۔

ابو داؤد نے سراپا التجا بن کر کہا۔ملکہ عالیہ! مجھ پر رحم کیجئے۔

ملکہ کوئی جواب دیئے بغیر بادشاہ کے قریب بیٹھ گئی۔فرڈینینڈ نے کہا۔ابو داؤد اگر ہم کلیسا کی عزت کی حفاظت نہیں کر سکتے تو ہماری فتوحات کا کیا فائدہ؟

ملکہ نے کہا۔اگر تم ہمیں اس بات سے ڈرانا چاہتے ہو کہ تمہارے بغیر ہم غرناطہ فتح نہیں کر سکتے تو یہ تمہاری بھول ہے۔ہم نے تمہاری وساطت سے فقط چند آدمیوں کے ضمیر کا سودا کیا ہے لیکن اگر تم نہ بھی ہوتے تو بھی ہم یہ کام کر سکتے تھے۔

تم نے فقط سودا چکایا ہے لیکن قیمت ہمارے خزانے سے ادا ہوئی ہے۔ اب اگر تم دھمکی دیتے ہو کہ تم ہمیں چھوڑ چلے جاؤ گے تو سُنو! غرناطہ میں ایسے لوگ موجود ہیں جو تم سے زیادہ ہوشیار اور زیادہ کار آمد ہیں۔

ابو داؤد نے کچھ سوچ کر بادشاہ کی طرف دیکھا اور کہا۔ عالی جاہ! شاید میں آپ کی تمام توقعات پوری نہیں کر سکا۔ ممکن ہے کہ غرناطہ کی فتح کے لئے اب آپ میری ضرورت محسوس نہ کریں لیکن ابھی ایک محاذ ایسا ہے جہاں آپ کو میری ضرورت ہے۔ سرحدی عقابوں کے پروں میں ابھی تک جان ہے۔ بدر بن مغیرہ کی موت کے بعد بھی ان کی تندہی اور تیزی میں کوئی فرق نہیں آیا۔

فرڈی نینڈ نے چونک کر ابو داؤد کی طرف دیکھا اور کہا۔ تم جانتے ہو کہ بدر بن مغیرہ زندہ ہے۔ تم نے ہمیں دھوکا دیا تھا۔

ابو داؤد نے جواب دیا۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے وہ مر چکا ہے۔ میں نے اُسے گرفتار کر دیا ہے۔ ابو عبداللہ نے اُسے جلاد کے حوالے کیا تھا۔ لیکن اگر قدرت کا کوئی معجزہ اُسے بچا چکا ہے تو میں اس بات کا ذمہ لیتا ہوں کہ اُسے زندہ آپ کے سامنے پیش کروں گا۔ اس مقصد کے لئے مجھے بہت بڑا خطرہ مول لینا پڑھے گا۔ لیکن اگر آپ میری لڑکیوں کی جان بچانے کا دعوہ کریں تو میں اس مہم پر جانے کے لئے تیار ہوں۔ اگر بدر بن مغیرہ زندہ ہے تو میں اُسے آپ کے پاس لے آؤں گا۔ اگر وہ زندہ نہیں تو میں اس کے جانشین کو قتل کر کے اس کی جماعت میں انتشار ڈالنے کا ذمہ لیتا ہوں۔

فرڈی نینڈ نے کہا۔ غرناطہ کی فوج کے چند قیدیوں نے ہمیں بتایا ہے کہ وہ زندہ ہے۔ لیکن تم ایک بار اُسے دھوکا دے چکے ہو۔ ہم تمہارے ساتھ کوئی وعدہ کرنے

سے پہلے یہ جاننا ضروری سمجھتے ہیں کہ اس مہم میں تمہاری کامیابی کے امکانات کیا ہیں؟

عالی جاہ! میں گستاخی کے لئے معافی چاہتا ہوں لیکن یہ سودا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میری کامیابی کے امکانات بہت روشن ہیں لیکن میں اس وقت تک آپ کو کچھ نہیں بتاؤں گا جب تک آپ میری لڑکیوں کی جاں بخشی کا وعدہ نہیں کرتے۔

فرڈی نینڈ نے ملکہ کی طرف دیکھا اور پھر تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہا۔ ابو داؤد بیٹھ جاؤ سنو! اگر تمہاری لڑکیوں پر کلیسا کی توہین کا جُرم عائد نہ ہوتا تو ہمارے لئے جان مائیکل کا قتل بھول جانا مشکل نہ تھا۔ تاہم تمہاری اس مہم کی کامیابی کے بعد لارڈ بشپ سے تمہاری لڑکیوں کی سزا معاف کرسکیں گے۔

”عالیجاہ! آپ کو اس غلام کے ساتھ وعدہ کرنا ہوگا۔

”ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تمہاری لڑکیوں کی سزا معاف کردی جائے گی لیکن اگر تم شرط پوری نہ کر سکے تو دوبارہ ہمارے سامنے ان کا ذکر نہ کرنا۔

ابو داؤد نے کہا۔ عالی جاہ! میں ایک مہینے کی مہلت چاہتا ہوں۔ آج قمری کی پانچ تاریخ ہے۔ آج عدالت کو حکم دیں کہ وہ اگلے مہینے کی چار تاریخ تک ان کی سزا ملتوی رکھے! اگر میں اس مدت کے اندر اندر کامیابی کے ساتھ واپس نہ آؤں تو عدالت کو یہ حق ہے کہ میری لڑکیوں کو اگلے مہینے کی چار تاریخ کو غروب آفتاب کے وقت سزا دے دے۔ میری غیر حاضری کا مطلب یہ ہوگا کہ میں زندہ نہیں ہوں اور دوسری دنیا میں اپنی بیٹیوں کا انتظار کررہا ہوں۔

فرڈی نینڈ نے کہا۔ میں آج ہی اپنی ہدایات لوشہ کے گورنر کو بھیج دوں گا لیکن اس سے پیشتر تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوگا کہ تمہاری کامیابی کے امکانات کیا ہیں؟

ابو داؤد نے جواب دیا۔ بدر بن مغیرہ میری بڑی لڑکی کے ساتھ شادی کرنا چاہتا تھا۔ اگر وہ زندہ ہے اور اس میں اُسے یقین دلانے میں کامیاب ہو گیا کہ بادشاہ سلامت تمہاری گزشتہ خطائیں معاف کر دیں گے تو ربیعہ کی خاطر وہ میرے ساتھ آنے پر تیار ہو جائے گا۔

ملکہ اور بادشاہ اس بات پر یقین کرنے کے لئے تیار نہ تھے لیکن ابو داؤد نے سرحدی قلعہ میں اپنے قیام اور اُس کے بعد الحمرا میں بدر بن مغیرہ کی آمد کے واقعات ضروری رد و بدل کے ساتھ بیان کیے تو اُنہیں کسی حد تک یقین آ گیا۔

بادشاہ نے کہا۔ اگر وہ زندہ نہ ہوا تو؟

ابو داؤد نے جواب دیا۔ اگر وہ زندہ نہ ہوا تو یا آپ یہ سنیں گے کہ اس کا جانشین مارا جا چکا ہے اور یا آپ یہ دیکھیں گے کہ اُن کا ایک با اثر گروہ آپ کی طرف صلح کا ہاتھ بڑھا رہا ہے۔

فرڈی نینڈ نے کہا۔ میں دونوں صورتوں میں تمہاری لڑکیوں کی جان بچانے کا وعدہ کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ میں تمہیں اپنی طرف سے بڑے سے بڑے انعام کا مستحق سمجھوں گا لیکن اگر تم اس مہم میں کامیاب نہ ہوئے تو لڑکیوں کو یقیناً سزا دی جائے گی۔ تمہیں چاند کی چار تاریخ سے کم از کم دو دن پہلے میرے پاس پہنچ جانا چاہیے۔ تاکہ میں بروقت لوشہ کے حاکم کو عدالت کے حکم کی تعمیل سے منع کر سکوں۔

ابو داؤد نے جواب دیا۔ ممکن ہے کہ میں دو ہفتوں کے اندر اندر ہی پہنچ جاؤں۔ اگر میں کسی وجہ سے رُک بھی گیا تو بھی میں مہینے کے اختتام سے پہلے آپ کو اپنی کارگزاری سے مطلع کروں گا۔

اگر ضرورت ہوئی تو شاید مہلت مانگوں اور مجھے یقین ہے کہ جہاں پناہ ایسی

صورت میں مجھے چند دنوں کی مہلت ضرور دیں گے۔ لیکن اگر اس مہینے کی آخری تاریخ تک حضور کی خدمت میں میری طرف سے کوئی پیغام نہ آئے تو حضور سمجھ لیں کہ یہ غلام آپ پر نثار ہو چکا ہے۔

فرڈینینڈ نے کہا۔ تمہاری درخواست آنے پر ہم چند دن کی اور مہلت دے سکیں گے۔ ابو داؤد آگے اور دو زانو ہو کر فرڈینینڈ کے دامن کو بوسہ دینے کے بعد بولا۔ عالیجاہ! میری کامیابی کے لئے دعا کریں۔ پھر وہ ملکہ کی طرف متوجہ ہوا۔ ملکہ نے اُس کی طرف ہاتھ بڑھا دیا اسنے پھر ایک بار گھٹنے ٹیکتے ہوئے ملکہ کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور اُٹھتے ہوئے بولا۔ ملکہ عالیہ! میں جانتا ہوں کہ مائیکل آ کا عزیز تھا، مجھے اس کی موت کا افسوس ہے۔ اُمید ہے کہ آپ کا یہ غلام سرانجام دینے کے بعد اپنے آپ کو اسی نظر کرم کا مستحق ثابت کر سکے گا۔

ملکہ نے کہا۔ میں اس میں تمہاری کامیابی کو مائیکل کے قتل کی تلافی سمجھوں گی ہمیں عقب سے قبائلوں کے اکا دکا حملے پریشان کر رہے ہیں۔

تھوڑی دیر بعد ابو داؤد ایک تیز رفتار گھوڑے پر بیٹھ کر عقاب کی وادی کا رُخ کر رہا تھا۔ اُسے ایک طرف الحمراء کی شاندار عمارتیں اور دوسری طرف فرڈینینڈ کی فوج کے خیموں کی قطاریں دکھائی دے رہی تھیں۔ ایک ٹیلے پر چڑھ کر اُس نے گھوڑا روکا۔ کچھ دیر وہ الحمراء کی طرف دیکھتا رہا۔ اور پھر ایک ٹھنڈی سانس لینے کے بعد بولا۔ الحمرا! تیری چاردیواری سے بڑے بڑے بادشاہوں جے جنازے نکلے ہین۔ میری طرف دیکھ میں کسی کی اُمنگوں کا جنازہ ہوں۔ میری طرف دیکھا اور اپنے دل میں کہا۔ مورخ یہ کہیں گے کہ غرناطہ کو فرڈینند نے فتح کیا تھا۔ تاریخ یہ لکھا جائے گا کہ فرڈینینڈ کی افواج غرناطہ کی افواج سے طاقت ور تھیں۔ کاش! میں جانے

سے پہلے الحمرا کے ہر پتھر پر یہ لکھ سکتا کہ ابو داؤد نہ ہوتا تو مورخ فرڈی نینڈ کو غرناطہ کے فاتح کی حیثیت سے یاد نہ کرتے۔غرناطہ کے آسمان تم گواہ ہو کر کسی قوم کو دشمن کے فرڈی نینڈ تباہ نہیں کرتے بلکہ اُس کے اپنے ابو داؤد اُسے موت کے گھاٹ اُتارتے ہیں۔الحمراء خدا حافظ! غرناطہ الوداع!!۔

(۳)

عشاء کی نماز کے تھوڑی دیر بعد بدر بن مغیرہ اپنے پہاڑی قلعے کے ایک کمرے میں بشیر بن حسن منصور بن احمد اور چند اور چیدہ چیدہ سالاروں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ایک دن قبل اُس کی فوج سرحد پر ایک کامیاب حملہ کرنے کے بعد واپس آئی تھی۔ اور اب ایک تازہ حملے کی تفصیلات طے ہو رہی تھیں۔

ایک سپاہی نے کمرے میں داخل ہو کر ادب سے سلام کرنے کے بعد کہا۔ سرحد سے چار سپاہی ایک آدمی کو گرفتار کر کے لائے ہیں۔ان کا خیال ہے کہ وہ کوئی جاسوس ہے۔سپاہی یہ کہتے ہیں کہ سرحد کے سالار کے سامنے اس نے بیان دینے سے انکار کر دیا تھا۔اس کا مطالبہ ہے کہ مجھے سالار اعظم کے سامنے پیش کیا جائے۔

بدر بن مغیرہ نے کہا۔اُسے سردست قید میں رکھو! اور صبح میرے سامنے پیش کر دو۔

سپاہی نے کہا۔لیکن وہ ابھی آپ سے ملنے پر مُصر ہے۔وہ یہ کہتا ہے کہ میں ایک اہم خبر لے کر آیا ہوں،

اس کا نام کیا ہے؟

وہ اپنا نام بتانے سے بھی انکار کرتا ہے۔وہ یہ کہتا ہے کہ اگر سالار اعظم مجھ سے نہ مل سکیں تو مجھے بشیر بن حسن کے سامنے پیش کیا جائے۔

بعد بن مغیرہ نے کچھ سوچ کر کہا۔وہ کون ہوسکتا ہے۔اچھا بلاؤ۔

تھوڑی دیر بعد سپاہی نے ابو داؤد کو کمرے میں لے آئے ۔بعد اور اُس کے ساتھی چند ثانیے غصے کے بجائے حیرت اور پریشانی کی حالت میں اس کی طرف دیکھتے رہے۔ابو داؤد کو اب تک یہ یقین نہ تھا کہ بعد بن مغیرہ واقعی زندہ ہے۔وہ سہمی ہوئی نگاہوں سے اس کی طرف چند بار دیکھنے کے بعد بولا۔آپ مجھے یہاں دیکھ کر حیران ہوں گے لیکن مجھے آنا پڑا۔

بدر بن مغیرہ نے کہا۔کیا تم نے اپنی جرات کا مظاہرہ کرنے میں زیادتی سے کام نہیں لیا!

میں یہ کہنا جانتا ہوں کہ میں بدترین سزا کا مستحق ہوں لیکن جو سز میں نے خود اپنے لئے تجویز کی ہے وہ شاید آپ بھی میرے لئے تجویز نہ کریں لیکن اس سے پہلے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ فرڈیننڈ کی فوج بہت زیادہ ہے اس لئے ہم ہتھیار ڈال دیں۔

"نہیں میں آپ کو یہ بتانے آیا ہوں کہ لوشہ کی عدالت ربیعہ اور انجلا کو زندہ جلانے کی سزا دے چکی ہے اور آپ اگر چاہیں تو انہیں بچا سکتے ہیں۔

بدر بن مغیرہ اور بشیر بن حسن کبھی ایک دوسرے کی طرف اور کبھی ابو داؤد کی طرف دیکھ رہے تھے۔ان کی نگاہیں یہ کہہ رہی تھیں کہ ابو داؤد جھوٹ کہتا ہے۔یہ ان کے لئے کوئی نیا پھندا لے کر آیا ہے لیکن ان کے دلوں کی دھڑکنیں یہ کہہ رہی تھیں کہ اگر یہ خبر درست ہوئی تو؟ ابو داؤ دان کی نگاہ مُیں دنیا کا ایک ذلیل ترین انسان تھا لیکن اس یقین کے باوجود کہ یہ سب جھوٹ ہوگا۔ ربیعہ اور انجلا کو زندہ جلائے

جانے کا تصور اُنہیں اضطراب اور پریشانی کی انتہا تک پہنچا دینے کے لئے کافی تھا۔

ابو داؤد نے پھر کہا۔ میں جانتا ہوں کہ آپ کو یقین نہیں آئے گا۔ آپ مجھے، فریبی، دغاباز اور منافق سمجھنے میں حق بجانب ہیں لیکن آپ اور بشیر جس قدر مجھے جانتے ہیں اس سے کہیں زیادہ ربیعہ اور انجلا کو جانتے ہیں۔ ربیعہ پہلے ہی مسلمان تھی اور اب انجلا بھی مسلمان ہو چکی ہے۔ آپ یہ جانتے ہیں کہ ان کے دلون میں نسوانی حیا اور غیرت ہے۔ میں آپ کو یہ بتانے آیا ہوں کہ فرڈینینڈ کے ایک نائٹ نے اُن کی عزت پر حملہ کیا تھا اور انہوں نے اس نائٹ کو قتل کر دیا۔ عدالت نے قتل کے جرم میں ربیعہ پر مقدمہ چلایا تھا۔ اور اسے موت کی سزا دی تھی لیکن فیصلے کے دن اچانک انجلا نے عدالت میں پہنچ کر کہ بیان دے دیا کہ فرڈینینڈ کے نائٹ کے قتل کی اصلی مجرم میں ہوں۔ اس نے اپنے بیان میں یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ وہ مسلمان ہو چکی ہے۔ اس کے علاوہ اس نے عدالت اور کلیسا کی توہین کی ہے اور حکومت کے متعلق اس کی تقریر نہایت باغیانہ تھی۔ عدالت نے ربیعہ کو جادوگرنی اور حکومت اور کلیسا کی دشمن قرار دیا ہے اور انجلا کو حکومت کے خلاف بغاوت، اپنے مذہب سے ارتداد اور کلیسا اور عدالت کی توہین کے جرائم عائد کئے ہیں اور فرڈینینڈ کے نائٹ کے قتل کا جرم بھی ان دونوں پر عائد کی ہے۔ اب انہیں زندہ جلنے کی سزا دی جا چکی ہے۔

بدر بن مغیرہ نے سوال کیا۔ کب؟

ابو داؤد نے پریشان سا ہو کر کہا اس سوال کا جواب دینے کے لئے میں مناسب موقع کا منتظر تھا۔

بدر بن مغیرہ نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ بشیر اور منصور کے

سوا باقی سب جا سکتے ہیں۔

جب وہ کمرے سے باہر نکل گئے تو بدر نے کہا۔ ابو داؤد! مومن ایک ہی سوراخ سے دوبارہ نہیں ڈسا جا سکتا۔ اگر لوشہ کا شہر آسمان پر نہیں تو میری بات پر یقین کرو کہ میرے آدمی ایک ہفتہ کے اندر اندر اس واقعہ کی چھان بین کر لیں گے اور یہ میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ اگر تم مجھے دھوکا دینے کی نیت سے آئے ہو تو تمہیں اپنے انجام سے بے پروا نہیں ہونا چاہیئے۔

ابو داؤد نے جواب دیا۔ میں آپ کو یہ مشورہ نہیں دوں گا کہ آپ کو کیا کرنا چاہئے۔ میرے گزشتہ اعمال کے پیش نظر آپ میری ہر بات پر شک کرنے میں حق بجانب ہیں۔ آپ یہ سوچ رہے ہوں گے کہ اس دفعہ میں نے الحمرا کی بجائے آپ کے لئے لوشہ میں ایک پھندا تیار کیا ہے لیکن طلوع آفتاب سے پہلے یہ ثابت کر سکوں گا کہ ربیعہ اور انجلا کے متعلق میں نے جو کچھ کہا ہے وہ صحیح ہے۔ مجھے آپ صبح تک اپنی قید میں رکھیں صبح تک میں اپنا تحریری بیان آپ کے سامنے پیش کروں گا۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ مجھے قید میں لکھنے کی اجازت دی جائے۔

بشیر نے کہا۔ تم ہمارے لئے ایک معما بننے کی کوشش نہ کرو اگر تمہاری زبان کا جادو ٹوٹ چکا ہے تو تمہاری تحریر بھی ہمیں بے وقوف نہیں بنا سکے گی۔ ہم لوشہ سے تمہاری ہر بات تصدیق کریں گے۔ تم نے بدر کے سوال کا جواب نہیں دیا۔ اُنہیں کب سزا دی جائے گی۔

"اُنہیں اگلے چاند کی چار تاریخ کو غروب آفتاب کے وقت زندہ جلایا جائے گا۔

منصور نے کہا۔ تم یہ چاہتے ہو کہ ہم اُس دن لوشہ پر حملہ کریں۔ ہم فرڈی نینڈ کی یہ خواہش بھی پوری کر دیتے لیکن افسوس یہ ہے کہ لوشہ ہم سے ذرا دور ہے۔ تم

لوگوں نے فوجی معاملات میں ہماری ذہانت کا غلط اندازہ لگایا ہے۔ اگر وہ سرحد کے آس پاس کسی شہر میں فریب کا جال بچھاتا تو ممکن تھا کہ ہم اس کی خواہش کا احترام کرنے پر مجبور ہو جاتے اب اگر ہم دھکا کھانے کے لئے تیار نہ ہوں تو تمہیں اس شخص کی حماقت کا ماتم کرنا چاہئے جس نے جال بچھاتے وقت یہ نہیں سوچا کہ یہ شاہین جنہیں وہ پھنسانا چاہتا ہے بینائی سے محروم نہیں۔

بدر نے کہا۔ ابو داؤد! اگر میں یہ فرض بھی کر لوں کہ عدالت ربیعہ اور انجلا کو سزا دے چکی ہے تو تمہیں جانتے ہوئے میں اس بات پر کیونکر یقین کر سکتا ہوں کہ ہمیں لوشہ پر حملہ کرنے کی ترغیب دینے کے لئے جو سازش کی گئی ہے اس میں تم نے عدالت اور حکومت کے ساتھ تعاون نہیں کیا۔ میں یہ کیوں نہ سوچوں یہ سب ایک کھیل ہے۔ حکومت نے تمہاری مرضی سے انہیں گرفتار کیا ہے اور عدالت نے تمہاری مرضی سے ان پر مقدمہ چلایا ہے اور لوشہ میں اگلے چاند کی چار تاریخ تک ہماری راہ دیکھی جائے گی ہو سکتا ہے کہ اُس دن ایک فرضی چتا بھی تیار کی جائے اور تم اپنی لڑکیوں کو چتا کے سامنے کھڑا کرتے ہوئے بھی شرم محسوس نہ کر لیکن ہماری آمد سے مایوس ہو کر تم فریب کا جال سمیٹنے پر مجبور ہو جاؤ۔ کاش! تم میں تھوڑی بہت انسانیت ہوتی اور تم ذلت کے چند ٹکڑوں کے لئے اپنی لڑکیوں کو لوشہ کے باشندوں کے سامنے سامان تضحیک نہ بناتے۔ یاد رکھو! اگلے چاند کی چار تاریخ کو میرے آدمی لوشہ میں موجود ہوں گے۔ وہ اس کھیل کے اختتام تک وہاں رہیں گے اور جب مجھے یہ اطلاع ملے گی کہ ربیعہ اور انجلا دکھاوے کی چتا سے نکال کر گھر پہنچا دی گئیں ہیں تو تمہیں پھانسی دی جائے گی اس وقت تک تم میری قید میں ہو۔ تم اس نئے جرم کے بغیر بھی بدترین سزا کے مستحق ہو۔ لیکن میں تمہیں اس شرط پر چھوڑنے کے لئے

تیار ہوں کہ تم مجھے اس سازش کی تمام تفصیلات بتا دو۔ مجھے یہ گوارا نہیں کہ لوشہ کے عوام تمہاری لڑکیوں کا تماشہ دیکھیں۔

ابو داؤد نے جواب دیا۔ اگر موجودہ حالات میں اپنی جان کو کوئی قیمت سمجھتا تو یہاں نہ آتا۔ میں نے اپنی تحریر پیش کرنے کے لئے صبح تک مہلت مانگی ہے۔ سر دست میں جو کچھ کہہ چکا ہوں اُسے کافی سمجھتا ہوں

بدر نے کہا۔ میں تمہاری درخواست رد نہیں کرتا لیکن مجھے یقین ہے کہ تمہاری تحریر تمہاری زبان سے زیادہ موثر نہیں ہو گی۔

بدر بن مغیرہ نے تالی بجائی، ایک سپاہی اندر داخل ہوا۔ بدر نے کہا۔ اُسے لے جاؤ اور محفوظ کمرے میں اس کے قیام کا انتظام کرو۔ اس کے کھانے پینے اور آرام کا خیال رکھو۔ اسے لکھنے کی سہولت مہیا کی جائے لیکن اس کی نگرانی میں کوئی کوتاہی نہ ہو۔

یہ کہہ کر بدر ابو داؤد کی طرف متوجہ ہوا اور بولا۔ تمہیں بھی میں یہ ہدایت کرتا ہوں کہ یہاں سے بھاگنے کی کوشش بے سُود ہو گی۔

ابو داؤد کوئی جواب دیئے بغیر سپاہی کے ساتھ باہر نکل گیا۔ دروازے پر چار اور سپاہی جو ننگی تلواریں لئے کھڑے تھے ان کے ساتھ ہو گئے۔

تھوڑی دیر بعد بدر، بشیر اور منصور خاموشی کے ساتھ ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔ بدر اضطراب کی حالت میں اُٹھا اور دریچے کے سامنے کھڑا ہو کر باہر جھانکنے لگا۔ کیا یہ ممکن ہے؟ کیا یہ ہو سکتا ہے؟ وہ اپنے دل سے پوچھ رہا تھا۔ اپنے ضمیر کو ہزاروں تسلیاں دینے کے باوجود جلتی ہوئی چتا میں ربیعہ سے یہ بعید نہیں۔ ربیعہ اپنی عصمت کی حفاظت کے لئے جان پر کھیل سکتی ہے۔ اس سے یہ بعید نہیں کہ

اُس نے کسی نائٹ کو قتل کر دیا ہو۔ اُسے جرات رکھتی ہے لیکن نہیں نہیں ابو داؤد مکار ہے۔ یہ سب فریب ہے۔

منصور اُٹھ کر بدر کے قریب پہنچا اور اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا ۔بدر! اگر یہ بات درست ہے تو تمہیں اس بات کا اطمینان ہونا چاہئے کہ لوشہ کی کوئی دیوار راستہ نہیں روک سکتی۔

بدر بن مغیرہ نے اچانک مڑ کر اُس کی طرف دیکھا اور کہا۔ لوشہ میں دو لڑکیوں کی جان غرناطہ کی لاکھوں لڑکیوں سے زیادہ قیمتی نہیں۔ ان مجاہدوں نے ساری قوم کا بوجھ اپنے کندھوں پر اُٹھایا ہے۔ میں اپنے حصے کا بوجھ ان پر نہیں ڈالوں گا۔ یہ معاملہ فقط میری اور بشیر کی ذات تک محدود رہے گا۔

دونوں نے بشیر کی طرف دیکھا وہ اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے تاثرات کا اندازہ کرنا مشکل تھا۔ اس کے چہرے پر اس طوفان کا کوئی اثر نہ تھا۔ جو اُس کے دل کی اتھاہ گہرائیوں میں کروٹ لے رہا تھا۔ تھوڑی دیر وہ ایک چٹان کی طرح کھڑا رہا اور پھر یہ کہنے کے بعد باہر نکل گیا کہ میں زخمیوں کو دیکھنے جا رہا ہوں۔

کچھ دیر بدر کی طرف دیکھنے کے بعد منصور نے کہا۔ اگر ابو داؤد نے آپ کو اس بات کا قائل کر دیا کہ اس کی اطلاع صحیح ہے تو میں آپ کو یہ تسلیم کرنے پر مجبور کر سکتا ہوں کہ لوشہ پر ہمارا حملہ نہایت اہم نتائج پیدا کر سکے گا۔ اس وقت بھی ہمارے سامنے یہی مسئلہ ہے کہ فرڈی نینڈ کی توجہ دو محاذوں پر مبذول کی جائے۔

(۴)

اگلی صبح بدر، بشیر، منصور اور دوسرے افسر ناشتہ کر رہے تھے کہ ایک سپاہی گھبرایا ہوا کمرے میں داخل ہوا اور اس نے اطلاع دی کہ ابو داؤد اپنے بستر کی بجائے فرش

پر بیہوش پڑا ہے۔ یہ لوگ بھاگتے ہوئے اس کے کمرے میں داخل ہوئے۔

ابو داؤد منہ کے بل فرش پر پڑا ہوا تھا۔ بشیر بن حسن نے اس کی نبض پر ہاتھ رکھنے کے بعد اسے جلدی سے پیٹھ کے بل لٹا دیا۔ اور اس کی آنکھیں کھول کر دیکھتے ہوئے بولا۔ یہ مر چکا ہے۔ میرے خیال میں اُس نے زہر کھالیا ہے۔

کمرے کے ایک کونے میں ایک چھوٹی سی میز پر قلم دوات اور کچھ کاغذات رکھے ہوئے تھے۔ بدر بن مغیرہ نے اوپر کے چند اوراق جن پر ابو داؤد کی تحریر تھی، اُٹھائے۔ سپاہیوں نے بشیر کے اشارے پر ابو داؤد کو اُٹھا کر بستر میں لٹا دیا۔

بشیر بن حسن نے اُس کی تلاشی لینے کے بعد اس کی جیب سے چاندی کی ایک چھوٹی سی ڈبیا برآمد کی اور اُسے کھول کر دیکھنے کے بعد کہا۔ اُس نے وہ زہر کھایا ہے جس کا تریاق آج تک معلوم نہیں ہوسکا۔

قلعے کے باقی سپاہی بھی جوق در جوق اس کمرے کے دروازے پر جمع ہو رہے تھے۔ بدر نے بشیر اور منصور کے سوا سب کو کمرے سے نکلنے کا حکم دے کر دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔ بشیر ہم غلطی پر تھے۔ یہ اس کا خط ہے پڑھو۔

بشیر نے بظاہر بے پروائی کے ساتھ کاغذ کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن چند فقرے پڑھنے کے بعد اُس کی ساری توجہ اس تحریر پر مرکوز ہو چکی تھی بدر نے کہا۔ ۔ بشیر! اُونچی آواز سے پڑھو میں نے صرف چند سطریں دیکھی ہیں

بشیر نے چونک کر اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور بلند آواز میں پڑھنا شروع کر دیا۔ بدر کے نام ابو داؤد کے آخری مکتوب کا مضمون یہ تھا۔

میرا مکتوب آپ کو اس وقت ملے گا جب
میں اس دینا میں نہیں ہوں گا۔ اس ذلیل موت

کے بغیر میرے لئے آپ کو یہ یقین دلانا مشکل تھا
کہ ربیعہ اور اینجلا کے متعلق میری اطلاع صحیح ہے
اور میں اس کے لئے تیار ہو کر آیا تھا۔ میری موت
کے ساتھ وہ ذلیل خوہشات اور ناپاک ارادے ختم
ہو جائیں گے جن کے باعث میں آپ کی نگاہ میں
ایک ملت فروش اور ایک غدار تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ
وہ ابوداؤد جس نے غرناطہ کی حکمرانی کا خواب دیکھا
جس نے اپنی قوم کی لاشوں پر اپنے لئے محل تعمیر
کرنے کی خواہش کی تھی آج سے چند دن پہلے مر
چکا تھا۔ وہ اسی وقت اپنا گلا گھونٹنے پر مجبور ہو گیا تھا
جب فرڈی نینڈ نے اس کی لڑکیوں کے لئے رحم کی
درخواست ٹھکرادی تھی اور وہ ابوداؤد جس کی لاش
آپ کے سامنے پڑی ہوئی ہے گزشتہ شب صرف
ایک باپ کی حیثیت میں آپ کے سامنے پیش ہو
اتھا۔ اس کے سامنے اپنی دو لڑکیوں کی جان
بچانے کا مسئلہ تھا۔ اس لئے میری دوسری موت
ایک باپ کی موت ہے اور مرنے سے پہلے جو کچھ
میں لکھ رہا ہوں اس اس صورت میں جب کہ مجھے
جھوٹ کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ میں سچ کہنے میں
ایک تسکین محسوس کرتا ہوں۔

تم میرے متعلق صرف اتنا جانتے ہو کہ میں
نے تمہیں الحمرا میں بلا کر قتل کروانے کی شازش کی
اور میں نے ابو عبداللہ کو غداری پر آمادہ کیا لیکن
میرے جرائم اس سے کہیں زیادہ ہیں ۔ میں
تمہارے باپ کا قاتل ہوں ۔ اُسے میں نے ہی
خط لکھ کر طلیطلہ آنے کی دعوت دی تھی ۔ پہلی بار
جب میں تمہارے مہمان کی حیثیت میں آیا تھا ۔
پہلی بار جب میں میں فرڈی نینڈ کا جاسوس تھا اور
رات کے وقت تمہارے قلعے پر دشمن کا حملہ میری
ترغیب پر تھا ۔ الحمرا میں موسیٰ کو میں نے گرفتار کروایا
تھا ۔ ابو عبداللہ کو ملت فروشی پر میں نے آمادہ کیا تھا
غرناطہ میں جہاد کے خلاف تبلیغ کرنے کے لئے
اندلس کے جن مسلمان جاسوسوں کو بھیجا گیا ہے اُن
کی تربیت میں نے کی ہے ۔ تم نے مجھ سے سوال
کیا تھا کہ انجلا اور ربیعہ کو کب سزا دی جائے گی اور
میں بتا چکا ہوں کہ انہیں اگلے چاند کی چار تاریخ کو
زندہ جلایا جائے گا ۔ تم اس بات پر حیران ہو گے کہ
عدالت نے انہیں اتنی مہلت کیوں دی ۔ رات کے
وقت اگر میں آپ کے سامنے اس کی وجہ بیان کرتا تو
میرے متعلق آپ کے شکوک اور زیادہ ہو جاتے

مجھے ایک ماہ کی مہلت حاصل کرنے کے لئے فرڈی نینڈ سے یہ وعدہ کرنا پڑا کہ اگر بدر بن مغیرہ زندہ ہے تو میں اس عرصہ میں کسی نہ کسی بہانے سے اُسے آپ کے سامنے پیش کر دوں گا میں نے اُس سے مجاہدین کی صفوں میں انتشار ڈالنے کا عہد بھی کیا تھا ۔اس کے عوض فرڈی نینڈ نے میرے ساتھ ربیعہ اور انجلا کی جان بچانے کا وعدہ کیا تھا۔

سیاست دان ابو داؤد شاید کسی حالت میں بھی اپنے ان جرائم کا اقبال نہ کرتا لیکن انجلا اور ربیعہ کے باپ کو اپنی بیٹیوں کی بھلائی اسی بات میں نظر آتی ہے کہ وہ مرنے سے پہلے اپنے چہرے کے تمام نقاب اُلٹ دے ۔میرے بعد اگر آپ کی کسی تدبیر سے ان لڑکیوں کی جان بچ جائے تو میں ربیعہ کو تمہارے اور انجلا کو بشیر بن حسن کے سپرد کرتا ہوں ۔میں ایک مدت سے جانتا تھا کہ وہ تم دونوں کو اپنے رفیق اور محافظ منتخب کر چکی ہیں لیکن میری زندگی کے مقاصد ان کی خواہشات کے احترام کی گنجائش نہ تھی ۔میں نے ایک باپ کی نظر سے انہیں صرف اس وقت دیکھا جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ میری غیر حاضری میں لوشہ کی عدالت انہیں

موت کی سزا دے چکی ہے ۔ میں اُن کی جان بچانے کے لئے آپ سے التجا کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔تم جانتے ہو کہ میرے ساتھ ربیعہ اور انجلا کا رشتہ صرف خون کا رشتہ تھا ار میری موت کے بعد یہ رشتہ ختم ہو جائے گا میں ان کا انجام نہیں دیکھوں گا۔ چتا سے ان کی چیخیں میرے کانوں تک نہیں پہنچ سکیں گی اگر میں زندہ رہتا تو بھی اُنہیں مرے وقت اس بات کا ملال نہ ہوتا کہ وہ اپنے باپ سے جدا ہو رہی ہیں ۔اُنہیں میری دینا ی سے کوئی دلچسپی نہیں ۔اُنہیں صرف اس دنیا سے دلچسپی ہے جس میں تم ار بشیر سانس لیتے ہو انہیں میرے ہوائی قلعوں سے کوئی اُنس نہیں ۔ انہیں لوشہ کے گورنر کے محل کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہنے کا کوئی افسوس نہ ہوگا ۔ جلتی ہوئی چتا میں وہ صرف اس وادی کا تصور کریں گی جس میں انہوں نے اپنی بھٹکی ہوئی روحوں کے لئے گوشہ عافیت تلاش کیا تھا۔ وہ اُفق کی طرف دیکھ کر کہیں گی' بدر اور بشیر کہاں ہو؟ تم نے زندگی کے جس سمندر کی گہرائیوں میں ایک دوسرے کو تلاش کیا ہے میری نگاہ میں اس کی تہ تک نہیں پہنچ سکتی ۔ میں صرف یہ جانتا ہوں کہ

اُنہوں نے فقط تمہاری وجہ سے اس سمندر میں غوطہ لگایا ہے۔ سب اگر ان کی زندگی کے چراغ بجھنے والے ہیں ۔تو اس کی وجہ یہ ہے کہ تم نے ان میں طوفانوں کیساتھ کھیلنے کی خواہش پیدا کی ۔ وہ غیرت جس نے ربیعہ یا انجلا کو جان مائیکل کے قتل پر آمادہ کیا دراصل تمہاری اور بشیر کی عطا کردہ تھی ۔ وہ حوصلہ جس نے ایک لڑکی کے کمزور ہاتھوں کو برچھے کا استعمال سکھا دیا تھا ۔وہ زبان جس نے عدالت میں باغیانہ تقریر کی ۔تمہارے خیالات کی ترجمانی کر رہی تھی ،ہمیں ربیعہ ار انجلا کو قید میں نہیں دیکھ سکا لیکن ایک شخص جس نے اُنہیں دیکھا ہے مجھے یہ بتا چکا ہے کہ اُنہیں اپنے کئے کا ذرا بھی ملال نہیں ۔ان کا ایمان یہ ہے کہ خدا کو اگر ان کا زندہ رکھنا مقصود ہے تو وہ چتا کی آگ کو گلزار جانتے ہو کہ اُن کے دلوں میں یہ ایمان کس نے پیدا کیا۔

اگر تم ان سب باتوں کی ذمہ داری اپنے سر لینے سے انکار نہیں کرتے تو میں یہ کہوں گا کہ ربیعہ اور انجلا کا معاملہ تمہارا اور بشیر کا معاملہ ہے اور مجھے اُن کے متعلق پریشان ہونے کی ضرورت نہیں

۔تم پر اُن کی جان بچانے کا فرض عاد کر کے میں اپنے فرض سے سبکدوش ہوتا ہوں ۔میں تمہیں یہ نہیں بتا سکتا کہ تم کس طریقے سے اُن کی جان بچا سکتے ہو۔یہ سوچنا تمہارا کام ہے۔

میں اسپین کے مستقبل کے متعلق کچھ نہیں کہنا چاہتا۔وقت نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ میں نے آج تک جو کچھ سوچا اور جو کچھ کیا وہ غلط تھا۔میں نے اپنے لئے پھول منتخب کئے، اور اپنی قوم کے لئے کانٹے بچھائے لیکن میرے حصے کے پھول فرڈی نینڈ کے دامن کی زینت بن گئے۔میرے ہاتھ اور پاؤں کانٹوں سے زخمی ہیں اور قوم کا انجام مجھے معلوم نہیں۔میری سیاست ختم ہو چکی ہے میں ذلت اور نامرادی کی موت مر رہا ہوں۔آپ میری خودکشی کو قابل نفرت سمجھیں گے لیکن میں آج اس حقیقت کو سمجھا ہوں کہ دنیا میں عزت کی موت صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو عزت کی زندگی کا راستہ منتخب کرتے ہیں اپنی بیوی کے متعلق میں نے کچھ نہیں کہا۔میں اُسے قابل ذکر نہیں سمجھتا۔اس نے انجلا کو بچانے کے لئے ربیعہ کے خلاف شہادت دی تھی۔اگر وہ عدالت کا فیصلہ سننے کے

بعد زہر نہ کھالیتی تو میں اپنے ہاتھوں سے اس کا گلا
گھونٹ ڈالتا۔

اس خط کے اختتام کے ساتھ میں اپنی
کتاب زندگی کی آخری سطر لکھ چکا ہوں۔

ابو داؤد

''انجلا اور ربیعہ کا باپ''

آنسو اور مسکراہٹیں

(۱)

غروبِ آفتاب سے کچھ دیر پہلے لوشہ شہر کے باہر ایک کھلے میدان میں انجلا اور ربیعہ کی چتا کے گرد ہزاروں کی تعداد میں مرد اور عورتیں جمع ہو رہے تھے۔ وہ ایک دوسری کے قریب لکڑی کے کھمبوں کے ساتھ بندھی ہوئی تھیں۔ چتا کے قریب راہبوں کا ایک گروہ مریم مقدس کی حمد و ثنا کے گیت گا رہا تھا۔ لوگ بیقراری کے ساتھ غروبِ آفتاب کا انتظار کر رہے تھے۔ لوشہ کا گورنر دان لوئی اور نیا بشپ بار بار اُفقِ مغرب کی طرف دیکھ رہے تھے۔ لوگوں کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ غروبِ آفتاب تک فرڈی نینڈ کے آخری حکم کا انتظار کیا جائیگا۔ اگر بادشاہ کا ایلچی کوئی نیا حکم لے کر نہ آیا تو چتا کو آگ لگا دی جائے گی۔ دو سپاہی چتا کے قریب جلتی ہوئی مشعلیں لئے تیار کھڑے تھے۔

ربیعہ اور انجلا کو اپنے انجام کے متعلق کوئی شبہ نہ تھا لیکن انہیں چتا کو آگ لگانے میں گا دیر کی وجہ معلوم نہ تھی۔

انجلا نے کہا۔ ربیعہ! میں موت سے بہت ڈرتی تھی لیکن اب میں محسوس کر رہی ہوں کہ موت اتنی بھیانک شے نہیں لیکن یہ انتظار میرے لئے بہت صبر آزما ہے۔ یہ لوگ کس با کا انتظار کر رہے ہیں؟

میں خود حیران ہوں۔ سورج غروب ہو رہا ہے۔ شاید ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

شاید کیا؟

کچھ نہیں انجلا! میں سوچ رہی تھی ۔ ۔ ۔ ۔ کہ شاید قدرت لوشہ کی عدالت کا فیصلہ رد کر چکی ہو۔ دیکھ سورج جہاں تھا وہیں کھڑا ہے۔

انجلا نے کہا۔ ربیعہ! یہ موہوم اُمیدوں کا سہارا لینے کا وقت نہیں۔

ربیعہ نے جواب دیا۔ میں صرف یہ کہہ رہی تھی کہ خدا انسان کر ہر فیصلہ بدلنے پر قادر ہے اور جب آگ کے شعلے میرے قریب آ چکے ہوں گے اس وقت بھی میں یہی کہوں گی۔

ربیعہ! میر بھی یہی ایمان ہے لیکن اب موت کے دروازے تک صرف چند قدم باقی ہیں۔ دعا کرو کہ میرے قدم ڈگمگا نہ جائیں۔

ربیعہ نے کہا۔ تمہارے قدم نہیں ڈگمگائیں گے۔ انجلا! مجھے تم پر فخر ہے۔ اسلام کی ہر بیٹی تم پر فخر کرے گی۔

دعا کر ربیعہ، مجھے سہارا دو۔

ربیعہ نے آسمان کی طرف دیکھا اور کہا۔ اے جزا اور سزا کے مالک! ہمیں استقامت دے تو ہماری بے بسی دیکھ رہا ہے۔ تو ہماری کمزوریوں سے واقف ہے لیکن دوسروں پر ہماری کمزوری اور بے بسی ظاہر نہ ہو۔ ہماری مظلومیت فقط تیری رحمت کا دروازہ کھٹکھٹائے۔ یہ لوگ ہماری چیخیں نہ سنیں۔

ربیعہ بھی دیا کر رہی تھی کہ میدان کی طرف سے پانچ سوار نمودار ہوئے اور لوگ شور مچانے لگے۔ وہ آ گئے!

لوگوں نے سواروں کے گرد گھیرا ڈال لیا۔ اب چتا کی طرف کسی کی توجہ نہ تھی سوار اقسطلہ کے سپاہیوں کا لباس پہنے ہوئے تھے۔ لوگ اُن سے پوچھ رہے تھے۔ بادشاہ سلامت نے کیا حکم دیا ہے؟ آپ نے اتنی دیر کیوں لگائی۔ لوشہ کا گورنر اور بشپ ہجوم کو چیرتے ہوئے آگے بڑھے۔ گانے والے راہب بھی ادھر اُدھر منتشر ہو کر سواروں کے قریب پہنچنے کی کوشش کر رہے تھے لیکن ان میں سے ایک راہب بد

ستور گاتا ہوا چتا کے قریب جا کھڑا ہوا دوسرے راہبوں کی طرح اس کا سارا جسم ایک سفید قبا میں چھپا ہوا تھا۔ اس کی آواز سُن کر انجلا اور ربیعہ اس کی طرف متوجہ ہوئیں ۔گاتے گاتے اس نے ربیعہ اور انجلا کے ذرا اور قریب کھسلتے ہوئے اپنے سر سے بھاری کپڑا کھسکا دیا۔ ایک لمحہ کے لئے ربیعہ اور انجلا کو اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا۔ وہ مبہوت سی ہو کر اُس کی آواز سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ زندگی میں پہلی بار گانے کی مشق کر رہا ہے، وہ اپنے ساتھی کے سُر کے ساتھ مالنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن کوشش کے باوجود اس کی آواز کبھی بہت دھیمی اور کبھی بہت بلند ہو جاتی تھی۔ یہ بشیر بن حسن تھا۔

سورج کی آخری کرن کے ساتھ ربیعہ ار انجلا اپنے مقدر کے آسمان پر اُمید کے دو روشن ستارے دیکھ رہی تھیں۔ دل کی دھڑکنیں ذرا کم ہوئیں تو ربیعہ نے ادھر اُدھر دیکھنے کے بعد دبی زبان میں کہا۔ تم ہمارے لئے خودکشی نہ کرو۔ خدا کے لئے جاؤ۔

بدر نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھتے ہوئے اُسے خاموشی کی تلقین کی اور بشیر کا بازو پکڑ کر اپسی طرح گاتا ہوا ہجوم کی طرف چل دیا۔

ڈان لوئی نے سواروں کے گرد شور مچانے والے لوگوں کو بڑی مشکل سے خاموش کر یا اور سواروں سے مخاطب ہو کر کہا۔ تم بہت دیر سے آئے۔ ہم چتا کو آگ لگانے والے تھے۔ کای حکم لائے ہو؟

ایک سوار نے کہا۔ ہم گورنر سے بات کرنا چاہتے ہیں۔

ڈان لوئی نے برہم ہو کر کہا۔ میں گورنر ہوں۔

سوار نے اطمینان سے کہا۔ بادشاہ سلامت نے تمہیں معزول کر دیا ہے۔

تھوڑی دیر میں کاؤنٹ انٹونیو شاہی فرمان لے کر یہاں پہنچ جائے گا۔ ہمیں اُس نے حکم دیا ہے کہ بوداؤد کی لڑکیوں کی سزا ملتوی کی جائے۔ ہم عجلت میں یہاں پہنچے ہیں۔ کاؤنٹ انٹونیو تھوڑی دیر میں آجائیں گے اور آپ کو بادشاہ کا آخری حکم سنا دیں گے۔

ڈان لوئی سکتے کے عالم میں کھڑا تھا۔ لوگ مایوسی کی حالت میں کبھی گورنر اور کبھی بشپ اور کبھی اُن سواروں کی طرف دیکھ رہے تھے۔

بالآخر بشپ نیکا، بادشاہ سلامت کا تحریری حکم ہمارے پاس وجود ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر بادشاہ سلامت نے لوشہ کی عدالت کے فیصلے میں کسی تبدیلی کی ضرورت محسوس کی تو آج کے دن غروب آفتاب سے پہلے اُن کا دوسرا تحریری حکم پہنچ جائے گا اور اگر ان کا ایلچی غروب آفتاب سے پہلے نہ پہنچے تو یہ سمجھ لیا جائے گا کہ بادشاہ سلامت عدالت کے فیصلے کے ساتھ متفق ہیں۔ اب سورج غروب آفتاب ہو چکا ہے۔ بادشاہ کا ایلچی ہامرے پاس ابھی تک ان کا کوئی حکم لے کر نہین پہنچا اس لئے ڈان لوئی اگر چتا کو آگ لگانے کا حکم دے دے تو وہ اپنا فرض پورا کرے گا۔ اگر تم ایلچی ہو تو بادشاہ سلامت کی تحریر پیش کرو ورنہ ہم کوئی بات سننے کے لئے تیار نہیں

سوار نے جواب دیا۔ لیکن ہم ایلچی کی ساتھ آئے ہیں اور یہ گورنر معزول ہو چکا ہے۔

بشپ نے کہا لیکن جب تک بادشاہ کا حکم انہیں نہیں ملتا اُن کے اختیارات میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اگر بادشاہ سلامت نے کاؤنٹ انٹونیو کو واقعی کوئی حکم دے کر بھیجا ہے اور وہ بروقت یہاں نہیں پہنچ سکا تو اس کی ذمہ داری اس پر عائد ہوگی۔ ڈان لوئی اُس کے لئے جواب دہ نہیں ہوگا۔ ڈان لوئی کو شام تک انتظار کرنے کی ہدایت

تھی اور اب شام ہو چکی ہے۔

سوار نے جواب دیا۔ ہمیں اس لئے بھیجا گیا ہے کہ ان لڑکیوں کی حفاظت کریں اور ہم اپنی جان پر کھیل کر بھی فرض پورا کریں گے،۔

بشپ اور گورنر پریشان ہو کر عوام کی طرف دیکھ رہے تھے۔ لوگ ان زردہ پوش سپاہیوں کی مداخلت پر خوش نہ تھے۔ بعض آدمیوں نے عوام کی اشتعال دلانے کی کوشش کی لیکن کوئی فرڈی نینڈ کے سپاہیوں پر ہاتھ اُٹھانے کے لئے تیار نہ ہوا۔ عوام کی اکثریت کو مرعوب پا کر ڈان لوئی نے اپنے ساتھ ہم کلام ہونے والے سپاہی سے کہا۔ میں یہ نہیں جانتا کہ تم کون ہو اور تمہاری اطلاع کہاں تک صحیح ہے۔ میں تھوڑی دیر اور انتظار کروں گا لیکن اگر تمہاری اطلاع غلط ثابت ہوئی تو تمہیں بدترین سزا کے لئے تیار نہ رہنا چاہیے۔ کاؤنٹ انٹونیو قرطبہ کا گورنر ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اسے یہاں کیسے بھیجا جا رہا ہے اور میں نے وہ کون سی غلطی کی ہے جس کے باعث میں معزول کیا جا رہا ہوں۔

سوار نے جواب دیا۔ ممکن ہے کہ بادشاہ سلامت سے ابو داؤد نے آپ کی شکایت کی ہو بہر حال تھوڑی دیر میں یہ معاملہ صاف ہو جائے گا۔ کاؤنٹ انٹونیو آ ہی رہا ہو گا اتنی دیر ہم چتا کے گرد پہرہ دیتے ہیں،۔ کاؤنٹ انٹونیو نے یہ خدشہ ظاہر کیا تھا کہ لوگ اشتعال کی حالت میں قیدیوں کے ساتھ بدسلوکی نہ کریں،

ڈان لوئی نے جواب دیا۔ چتا کے گرد پہرا دینے کے لئے میرے سپاہی کافی ہیں۔ سوار نے کہا۔ نہیں چتا کے گرد اتنا بڑا ہجوم دیکھ کر کاؤنٹ انٹونیو پر خفا ہو گا۔ یہ بہتر ہو گا کہ لوگوں کو ذرا دُور دور ہٹا دیا جائے،

ڈان لوئی تندمزاج آدمی تھا لیکن اپنی معزولی کی اطلاع کے بعد اس میں وہ

پہلا سا جوش خروش نام کو نہ تھا، وہ اپنے دل سے بار بار یہی سوال پوچھ رہا تھا کہ اُسے معزول کیوں کیا گیا ہے۔اس سے کیا خطا سرزد ہوئی ہے اُسے اپنی شاندار خدمات کا یہ صلہ دیا جارہا ہے۔اس کے خیال میں ملکہ ازابیلا کی سفارش ابوداؤد کے جادو کا توڑ ہوسکتی تھی۔اور وہ اُڑ کر ملکہ کے پاس پہنچنا چاہتا تھا۔جب سوار نیزے دکھا دکھا کر عوام کو چتا سے پرے ہٹانے لگے تو اس مزاحمت نہ کی اور گورنر کے طرزعمل میں یہ تبدیلی دیکھ کر بشپ کا غصہ بھی بہت حد تک ٹھنڈا ہو چکا تھا۔اب وہ اپنے الفاظ پر نادم تھا۔اور سپاہیوں کے آگے پیچھے پھر رہا تھا اور ہر ایک سے باری باری یہ کہہ رہا تھا۔دیکھئے اگر آپ کاؤنٹ انٹونیو کا تحریری حکم لے آتے تو یہ باتیں نہ ہوتیں۔بہر حال وہ آ ہی رہے ہوں گے۔آپ انہیں کتنی دور چھوڑ آئے تھے۔کافی دیر ہوگئی اب تو چاند بھی غروب ہو رہا ہے وہ کہیں راستہ نہ بھول گئے ہوں۔

ادھر ڈان لوئی اب خود ڈانٹ ڈپٹ کر کے لوگوں کو پیچھے ہٹا رہا تھا۔

چوتھی رات کا چاند اپنی منزل کا مختصر سا فاصلہ ختم کر رہا تھا۔اور رفتہ رفتہ رات کی تاریکی بڑھ رہی تھی۔بدر بن مغیرہ اور بشیر بن حسن راہبوں کے لباس میں چتا کے گرد چکر لگا رہے تھے۔شہر کا کوتوال بھی بڑی ہوشیاری کے ساتھ چتا کے گرد چکر لگا رہا تھا۔ بدر نے بشیر سے کہا۔تم اس کی توجہ اپنی طرف مبذول رکھو۔یہ ہوشیار آدمی معلوم ہوتا ہے۔

بشیر نے آگے بڑھ کر کوتوال سے کہا۔یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ آج تک کلیساء کی کسی عدالت کے احکام کی اتنی توہین نہیں ہوئی،

مشعل برداروں کو سوار چتا سے کافی دور ہٹا چکے تھے۔اس لئے کوتوال اپنے مخاطب کو اچھی طرح نہ دیکھ سکا۔اس نے سوال کیا۔آپ کون ہیں؟

بشیر نے سنبھل کر جواب دیا۔ میں طلیطلہ کی خانقاہ کا راہب ہوں

آپ یہاں کیسے آئے؟

میں اشبیلیہ جا رہا تھا یہ تماشہ دیکھ کر یہاں رُک گیا۔ میں طبیب بھی ہوں۔ اشبیلیہ کے بشپ نے مجھے علاج کے لئے بلایا ہے۔ میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر بادشاہ نے حکم دیا تو اتنے سنگین جرم کے متعلق کلیسا کی عدالت اپنا فیصلہ واپس لے لے گی۔

کوتوال نے جواب دیا۔ کلیسا کو اپنا فیصلہ واپس لینے کی ضرورت نہیں۔ بادشاہ اپنے حکم سے یہ فیصلہ منسوخ کردے گا۔

"یہ کلیسا کی توہین ہوگی"

"بادشاہ کلیسا کے مفاد کو ہم سے بہتر ہے۔

(۷)

جب بشیر بن حسن کوتوال کے ساتھ باتیں کر رہا تھا۔ بدر بن مغیرہ نے عقب سے ربیعہ کے قریب پہنچ کر اس کے ہاتھوں اور پاؤں کی رسیاں کاٹتے ہوئے آہستہ سے کہا۔ ربیعہ! گھوڑے پر سواری کرسکو گی۔

ربیعہ نے رسیوں سے آزاد ہوتے ہی جواب دینے کی بجائے اس کی طرف مڑ کر دیکھا۔

بدر نے کہا۔ ابھی نہیں ربیعہ! تھوڑی دیر اُسی طرح کھڑی رہو۔

ربیعہ اُسی طرح کھمبے کے ساتھ لگ کر کھڑی ہوگئی۔

بدر نے پھر کہا تمہیں آج ساری رات سفر کرنا پڑے گا۔ تم گھوڑے پر سواری کر سکو گی نا؟

ربیعہ نے دھڑکتے ہوئے دل کو قابو میں لانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

آپ کے ساتھ؟

ہاں میرے ساتھ۔

آپ کے ساتھ سفر کرتے ہوئے میں راستے کی طوالت کی شکایت نہیں کروں گی۔

انجلا بھی گھوڑے کی سواری جانتی ہے نا؟

انجلا مجھ سے بہتر سوار ہے

بہت اچھا تم تیار رہو۔

اس کے بعد بدر نے انجلا کے قریب پہنچ کر اُس کی رسیاں کاٹ ڈالیں اور ایک سوار کے قریب پہنچ کر اُس سے کہا۔جلدی کرو۔ مجھے اپنی کمند اُتار دو۔

سوار نے زین کے ساتھ بندھی ہوئی کمند اُتار دی اور لوگوں کی ساری توجہ دوسری طرف مبذول ہوگئی۔بشیر بن حسن نے ادھر اُدھر کی باتوں سے کوتوال کی توجہ ابھی تک اپنی طرف مبذول کر رکھی تھی لیکن گھوڑوں کی ٹاپ سننے کے بعد کوتوال نے کہا۔مقدس باپ شاید وہ آرہے ہیں مجھے معاف کیجئے لیکن کل جانے سے پہلے مجھے ضرور ملئے۔

بشیر کے جواب کا انتظار کئے بغیر کوتوال بھاگتا ہوآگے بڑھا بشپ اور گورنر دونوں اب ایک سوار سے باتیں کر رہے تھے۔گورنر کہہ رہا تھا۔ مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کاؤنٹ انٹونیو کے ساتھ کوئی فوج آرہی ہے۔

سوار نے جواب دیا۔اُس کے ساتھ کوئی پچاس آدمی ہوں گے۔

بشپ نے کہا میں اتنے آدمی ساتھ لانے کی وجہ نہیں سمجھتا۔

بدر بن مغیرہ نے آگے بڑھ کر کہا۔اس کی وجہ میں آپ کو سمجھاتا ہوں۔آیئے میرے ساتھ!

بشپ نے پریشان ہو کر کہا۔تم کون ہو؟

بدر نے کہا۔آپ مجھے نہیں جانتے؟

بشپ نے کہا تاریکی میں میں تمہیں اچھی طرح نہیں دیکھ سکتا اور تمہاری آواز بھی میرے لئے اجنبی ہے۔

بدر نے کہا۔مقدس باپ! پہلے میں آپ سے ایک ضروری بات کر لوں پھر آپ کو کوئی سوال پوچھنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔

بشپ نے کہا۔لیکن وہ کونسی بات ہے جو تم گورنر ڈان لوئی کے سامنے نہیں کرنا چاہتے۔

بدر نے جواب دیا۔ان سے میں بعد میں معذرت کر لوں گا۔آپ آئیں میں علیحدگی میں آپ سے ایک بہت ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔

بدر نے بشپ کا بازو پکڑ لیا اور وہ تذبذب اور پریشانی کی حالت میں اس کے ساتھ چل دیا۔چند قدم کے فاصلے پر بشیر کھڑا تھا بدر کو دیکھ کر وہ قریب آ گیا۔بشپ نے کہا۔وہ لوگ آ رہے ہیں جلدی کہو کیا کہنا چاہتے ہو اور میرا بازو چھوڑ دو۔

بدر نے اس کا بازو اپنے ہاتھ کی آہنی گرفت میں بھینچتے ہوئے کہا۔خاموش رہو۔ایک لمحہ کے لئے بشپ کے اوسان خطا ہو گئے۔بدر نے بشیر سے کہا۔اسے لے جاؤ اور یہ رسی بھی لو،اسی میں سے آدھی گورنر کے لئے رکھ لینا۔میں ابھی اسے بھی لاتا ہوں۔

بشپ نے شور مچانے کی کوشش کی لیکن بشیر کا خنجر اپنی شہ رگ کے قریب دیکھ کر

اس کی آواز منہ سے باہر نہ نکل سکی۔وہ اس کے آگے چل دیا۔

گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز اب قریب آ چکی تھی۔ڈان لوئی اس طرف جانے کا ارادہ کر رہا تھا کہ بدر بن مغیرہ نے آگے بڑھ کر اُس کا بازو پکڑ لیا اور اس کی پسلی پر خنجر کی نوک رکھتے ہوئے کہا۔میرے ساتھ چلو۔اگر بولنے کی کوشش کرتو۔بدر بن مغیرہ نے اپنا فقرہ پورا کرنے کی بجائے خنجر کو ذرا دبا دیا اور ڈان لوئی بے بس ہو کر اس کے ساتھ ساتھ چل دیا۔

سوار اب کوتوال کے سپاہیوں کو بھی چتا سے کافی دور رکھنے کی کوشش کر رہے تھے۔وہ چتا کے گرد زیادہ تیزی کے ساتھ چکر لگا رہے تھے اور کوتوال کے سپاہی بھاگتے ہوئے گھوڑوں کی زد سے بچنے کے لئے پیچھے ہٹ رہے تھے۔

بدر نے ربیعہ کو ایک طرف ہٹاتے ہوئے اس کی جگہ گورنر کو لکڑی کے کھمبے کے ساتھ جکڑ دیا۔اتنی دیر میں بشیر بن حسن بشپ کو آنجلا کی جگہ باندھ چکا تھا۔دوسری طرف پچاس سواروں نے ہجوم کے قریب پہنچتے ہی نعرہ تکبیر بلند کیا اور ہجوم کو اپنے نیزوں کے الٹے سروں سے ہانکنا شروع کیا۔لوگ نہایت بدحواسی میں چیختے چلاتے ایک دوسرے پر گرنے لگے۔لوشہ کی پولیس کے سپاہی اب چتا کا خیال چھوڑ کر ادھر اُدھر بھاگنے والے لوگوں کا ساتھ دے رہے تھے۔

چتا کے گرد پہرا دینے والے سواروں میں چار اپنے گھوڑوں سے اُتر پڑے بدر بن مغیرہ راہب کا چولا اُتار کر چتا میں پھینکنے کے بعد جست لگا کر ایک گھوڑے پر سوار ہو گیا۔باقی تین گھوڑوں پر بشیر ربیعہ اور آنجلا سوار ہو گئے۔

بدر نے کہا۔بشیر! تم ربیعہ اور آنجلا کے ساتھ وہاں پہنچ کر ہمارا انتظار کرو ہم تھوڑی دیر میں پہنچ جائیں گے۔جلدی کرو۔

بشیر نے گھوڑے کی باگ موڑلی ۔بدر نے پانچویں سوار کی طرف متوجہ ہو کر کہا ۔تم بھی ان کے ساتھ جاؤ۔

بشیر اور یہ سپاہی ربیعہ اور انجلا کو ساتھ لے کر ایک طرف نکل گئے ۔ گئے بدر بن مغیرہ نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور آگے بڑھ کر ایک سپاہی کے ہاتھ سے جلتی ہوئی مشعل چھین کر چتا میں پھینک دی ۔چتا میں لکڑیوں کو آگ لگانے کے لئے سوکھی گھاس ڈالی گئی تھی ۔اُسے فوراً آگ لگ گئی ۔گورنر اور بشپ بُری طرح چلا رہے تھے ۔لیکن اس ہنگامے میں اُن کی آواز سننے والا کوئی نہ تھا۔میدان میں ایک قیامت کا سمان تھا۔حملہ آور سوار فقط اپنے نیزوں کی اُلٹی طرف سے لوگوں کو ہانکنے کی کوشش کر رہے تھے لیکن لوگ ایک دوسرے سے ٹکرا رہے تھے ۔اور بری طرح سے زخمی ہو رہے تھے ۔تاریکی میں لوشہ کے باشندے یہ سمجھ رہے تھے کہ ہزاروں پیادہ اور سوار ان پر حملہ کر چکے تھے ۔کوتوال اور اُس کے سپاہیوں کا پتہ نہ تھا۔بعض لوگوں نے آگ کے شعلوں کے سامنے اپنے گورنر اور بشپ کی صورتیں پہچان لیں لیکن کسی نے ان کی مدد کے لئے پہنچنے کی ضرورت محسوس نہ کی ۔

تھوڑی دیر میں میدان خالی ہو گیا۔بدر بن مغیرہ نے سواروں کو منظم کرنے کے بعد کہا ہمارا کام ختم ہو چکا ہے لیکن واپس جانے کے لئے ہمیں تازہ دم گھوڑوں کی ضرورت ہے اور لوشہ میں گھوڑوں کی کمی نہیں ۔ہمیں ایک ساعت کے اندر اندر واپس جانا ہے ۔کیا تم تیار ہو؟

گورنر کے محل کو آگ لگانے پر اکتفا کیا تھا۔

ربیعہ، انجلا اور خانقاہ میں باقی آدمی کی تعداد چودہ کے لگ بھگ تھی اُن کی آمد سے پہلے ہی تیار کھڑے تھے۔

کوچ کا حکم دینے سے پہلے بدر نے ابو محسن سے کہا۔ابو محسن لوشہ میں ہمارا کام ختم ہو چکا ہے کہو تمہیں کامیابی ہوئی ہے یا نہیں ۔اس پر منصور بن احمد ہنس پڑا اور ابو محسن نے قدرے کھسیانہ ہو کر کہا۔خدا کی قسم وہ بالکل گدھا ہے۔آپ مجھے خواہ مخواہ یہاں چھوڑ گئے ۔اس نے خود مجھے بلا کر کہا کہ میں کچھ کچھ اسلام کی صداقت کا قائل ہوتا جا رہا ہوں۔

آج آپ جا رہے ہین اس لئے مجھے کچھ اور تبلیغ کر جائیں اور ایک قائل ہوتا جا رہا ہوں۔آج آپ جا رہے ہیں اس کا گلا تو نہیں گھونٹ ڈالا تم نے ؟

اگر آپ کا حکم نہ ہوتا تو میں شاید یہ بھی کر ڈالتا۔

بدر نے کہا۔اچھا اب چلو۔

اپنے محفوظ علاقے میں داخل ہونے سے پہلے بدر نے راستے میں تین جگہ منزل کی ۔وہ رات کے وقت سفر اور دن کے وقت شہروں اور بستیوں سے دور اُن خانقاہوں میں قیام کرتا جن پر راہبوں کے لباس میں اُس کے سپاہی چند دن پیشتر قبضہ جما چکے تھے ان خانقاہوں کے مکین لوشہ کی خانقاہ کے راہبوں کی طرح قید میں تھے ۔بدر بن مغیرہ جس خانقاہ میں داخل ہوتا ۔وہاں اس کے آدمی اُس کے ساتھیوں کے لئے کھانا اور گھوڑوں کے لئے چارہ تیار رکھتے ۔ہر منزل اس کے آدمیوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔جب وہ فرڈی نینڈ کی مملکت کی سرحد عبور کر رہا تھا تو اُس کے

ساتھیوں کی تعداد ڈیڑھ سو ہو چکی تھی۔

بدر بن مغیرہ پہاڑی قلعے کے ایک کمرے میں بیقراری سے ٹہل رہا تھا۔اس کے چہرے پر مایوسی، پریشانی اور ملال کے آثار تھے۔ربیعہ کمرے میں داخل ہوئی،

بدر کسی گہری سوچ میں تھا۔ جب تھوڑی دیر وہ اس کی طرف متوجہ ہوا تو ربیعہ نے ایک قدم آگے بڑح کر کہا۔ آپ نے مجھے بلایا تھا۔

بدر نے چونک کر اُس کی طرف دیکھا۔ ہاں ربیعہ! میں نے تم سے ایک ضروری بات کہنا چاہتا تھا۔ بیٹھ جاؤ۔

اس کا لہجہ اس قدر مغموم تھا کہ ربیعہ سہم کر رہ گئی۔ وہ کرسی کے قریب پہنچی لیکن تذبذب کی حالت میں کھڑی رہی۔ بدر نے پھر کہا۔ بیٹھ جاؤ ربیعہ!

ربیعہ نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ آپ بہت پریشان ہیں

کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد بدر نے جواب دیا۔ ربیعہ! میں تمہارے متعلق سوچ رہا تھا۔ نصرانیوں کے خلاف ہماری جنگ ایک فیصلہ کُن دور میں داخل ہو چکی ہے۔ میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ اب تمہارا یہاں رہنا ٹھیک نہیں۔

ربیعہ اچانک اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔ اُس کی آواز بیٹھ گئی۔ وہ سراپا التجا بن کر اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

بدر نے کہا۔ بیٹھ جاؤ ربیعہ! میں نے ابھی اپنی بات ختم نہیں کی۔

ربیعہ بیٹھ گئی اور بدر نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہا۔ تمہیں معلوم ہے کہ فرڈی نینڈ کے طویل محاصرہ کے باعث غرناطہ کے حالات مخدوش ہو چکے ہیں۔ سیرا نویدا کے راستے رسد کا جو تھوڑا بہت سامان ہماری کوششوں سے وہاں پہنچ رہا ہے لاکھوں انسانوں کی ضرورت پوری نہیں کر سکتا۔ لوگ فاقہ کشی سے تنگ آ چکے ہیں۔ اب سردیاں آنے والی ہیں موسیٰ نے میرے ساتھ یہ فیصلہ کیا تھا کہ وہ غرناطہ کی فوج کے ساتھ اگلے مہینے کی پہلی تاریخ کو حملہ کرے گا۔ اور میں نے اس دن اپنی ساری قوت کے ساتھ عقب سے حملہ کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ ہمیں اپنی فتح پر یقین تھا لیکن آ

مجھے موسیٰ کا خط ملا ہے۔اس نے لکھا ہے کہ ابو عبداللہ کے وزیر نے فرڈی نینڈ کے ساتھ صلح کی بات چیت شروع کر دی ہے۔سر کردہ اُمرا کی اکثریت صلح کے حق میں ہے اور غداروں کی کوششوں سے عوام میں بھی ایک ایسا عنصر پیدا ہو چکا ہے جو صلح کے لئے بیتاب ہے۔چونکہ اس بات کا اندیشہ ہو گیا ہے کہ حملے کے دن ابو عبداللہ اور اس کے امراء کی نیت بدل نہ جائے، اس لئے موسیٰ نے یہ حملہ ملتوی کر دیا ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ وہ حملے کا کوئی اور دن متعین کر کے مجھے اطلاع دے گا۔موسیٰ مایوس ہونے والے انسانوں میں سے نہیں لیکن اس کا خط پڑھ کر میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ غرناطہ کے حالات بہت مخدوش ہیں، ربیعہ! تم یہ سمجھ سکتی ہو کہ اگر خدانخواستہ غرناطہ ہمارے ہاتھ سے نکل گیا تو قسطلہ کا سیلاب ہمارے خلاف اُمڈ آئے گا۔اس لئے میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ایسا وقت آنے سے پہلے تمہیں مراکش بھیج دیا جائے گا۔سلطان میرے والد کا دوست ہے۔منصور اور بشیر کے خاندان کے بہت لوگ وہاں موجود ہیں۔وہاں تمہیں کوئی تکلیف نہ ہو گی۔

بدر اب ربیعہ کی طرف دیکھنے کی بجائے باہر کی طرف کھلنے والے دریچے کی طرف دیکھ رہا تھا۔

ربیعہ کا دل بیٹھ گیا۔وہ کچھ دیر خاموش بیٹھی رہی۔بالآخر اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔تو آپ مجھے مراکش بھیجنے کا فیصلہ کر چکے ہیں۔

"نہیں تمہیں میرے متعلق غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے۔میں نے صرف مشورہ دیا ہے۔اور مجھے اُمید ہے کہ تم میرا مشورہ قبول کر لو گی۔

"آپ کا مشورہ؟ ربیعہ نے آبدیدہ ہو کر کہا۔آپ یہ کیوں نہیں کہتے کہ ربیعہ! تمہارا دل کمزور ہے۔تم ایک شاہین کی قوت پرواز کا ساتھ نہیں دے سکتی۔اس لئے

میرا حکم ہے کہ تم یہاں سے چلی جاؤ یہاں تمہاری ضرورت نہیں۔

بدر نے کہا۔میری دنیا میں کانٹوں کے سوا کچھ نہیں ارقدرت نے تمہیں کانٹوں پر چلنے کے لئے نہیں بنایا۔

ربیعہ نے جواب دیا۔قدرت نے مجھے آگ کی چتا میں ڈالا تھا اور جلنے کی بجائے میں نے ان کانٹوں پر چلنے کی خواہش کی تھی۔آپ کی راہ کے کانٹے مجھے پھولوں سے زیادہ عزیز ہیں۔آپ کے ساتھ چلتے ہوئے میرے پاؤں نہیں ڈگمگائیں گے۔اور آپ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ آپ کی طرح میں بھی ایک مقصد کے لئے زندہ ہوں۔قدرت نے میری زندگی کا راستہ اس شاہراہ سے ملادیا ہے جس پر آپ گامزن ہیں، آپ نے وعدہ کیا تھا کہ غرناطہ کا محاصرہ اُٹھ جانے کے بعد۔۔۔لیکن۔۔۔۔۔ربیعہ آگے کچھ نہ کہہ سکی، اس نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چُھپا لیا اور سسکیاں لینے لگی۔

بدر نے متاثر ہو کر کہا۔ربیعہ! مجھے غلط نہ سمجھو! تمہارا رفیق حیات بننا میرے لئے باعث فخر ہے۔میرے لئے تم وہ سرسبز درخت ہو جس کی چھاؤں میں ایک تھکا ہو مسافر پناہ لیتا ہے۔اس دن جب میں نے تم سے شادی کی درخواست کی تھی۔ میں یہ سمجھتا تھا کہ غرناطہ کی جنگ سے فارغ ہو کر تمہارے ساتھ زندگی کے چند لمحات گزارنا، میرے گزشتہ تلخیوں اور صعوبتوں کے لئے بہت بڑا انعام ہوگا۔لیکن اب میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ میرے صحرا میں ایک آندھی کے بعد دوسر آندھی ہے۔میں جس سمندر میں اپنی کشتی ڈال چکا ہوں اس کا ساحل روز بروز دور ہوتا جائے گا۔ مرے سامنے ایک بھنور کے بعد دوسرا بھنور ہوگا۔ربیعہ! تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ تم مراکش چلی جاؤ۔میں ایک اہم فیصلہ کرنے سے پہلے تمہارے مستقبل کے

متعلق اطمینان چاہتا ہوں۔ہوسکتا ہے کہ میرا گھوڑا کسی دن خالی واپس آئے اور تم یہ محسوس کرو کہ اس وادی میں تمہیں جاننے والا کوئی نہیں،

ربیعہ اُٹھ کھڑی ہوگئی۔اس نے کہا۔اگر یہ آپ کا حکم ہے تو مجھے سرتابی کی مجال نہیں لیکن اگر یہ آپ کا حکم نہیں تو مجھے اپنے متعلق فیصلہ کرنے کی اجازت دیجئے۔

بدر نے کہا۔میں نے اپنی بات چیت نہیں کی۔یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ اگر اہل غرناطہ نے ہتھیار ڈال دیئے تو یہ وادی بھی آگ اور خون کے طوفان سے محفوظ نہیں رہ سکے گی۔اور ہم سب پر ایک دور ایسا بھی آسکتا ہے کہ جب ہمارے سامنے عزت کی موت کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہ ہو۔

ربیعہ نے کہا۔تو کیا میں عزت کی موت آپ کے ساتھ نہیں دے سکتی۔

بدر بن مغیرہ نے کہا۔ربیعہ! تمہارے متعلق کوئی غلط فہمی نہیں۔میں نے تمہیں چتا کے سامنے مسکراتے دیکھا ہے لیکن مجھے یہ حق نہیں کہ میں چند دن کی مسرت کے لئے تمہیں اپنی زندگی کے پُرخطر راستوں پر لے جاؤں۔میری رفاقت میں تمہارے لئے مصائب کے سوا کچھ نہیں۔ربیعہ! میں ہر روز موت کے دروازے پر دستک دیتا ہوں۔میری زندگی میں صرف آج ہے کل نہیں۔

ربیعہ نے کہا۔بدر خدا شاہد ہے کہ میں تمہاری رفاقت میں چند لمحات کو ہزار برس کی زندگی پر ترجیح دوں گی۔اگر زندگی بے مقصد ہو تو اس کی طوالت سے فائدہ؟ آپ کہتے ہیں کہ آپ طوفان سے پہلے مجھے کسی ساحل پر چھوڑ آنا چاہتے ہیں۔لیکن اگر زندگی کا انجام موت کے سوا کچھ نہیں تو میں کنارے پر بیٹھ کر لہریں گننے کی بجائے بھنور میں آپ کا ساتھ کیوں نہ دوں؟ اگر آپ کو میرا خیال ہے تو میری بات پر یقین کیجئے کہ میں نے آپ کو اس زمین کی بجاء ہمیشہ اپنے تخیل کے آسمان پر دیکھا ہے۔

مجھے اپنی بے بسے اور کمتری کا احساس ہے۔ میں آپ کو کسی گزشتہ فیصلے کی پابندی پر مجبور نہیں کروں گی۔ میں اس قابل نہیں کہ آپ کی رفیقہ حیات بن سکوں لیکن آپ مجھے اپنی رفیقہ کار بننے کی سعادت سے محروم نہ کیجئے۔ میں میدان میں تیراندازی تیغ زنی کے جوہر نہیں دکھا سکتی لیکن زخمیوں کی مرہم پٹی کو سکتی ہوں۔ مجھے مراکش نہ بھیجئے۔ مجھے اپنی موت سے پہلے ہی زندگی کو خیرباد کہہ دینے پر مجبور نہ کیجئے۔

بدر بن مغیرہ کچھ دیر تک ایثار و وفا کے اس پیکر کی طرف دیکھتا رہا۔ اچانک اُس کے بھینچے ہوئے ہونٹوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی لیکن اُس نے منہ پھیر لیا اور سر جُھکا کر آہستہ آہستہ کمرے میں ٹہلنے لگا۔ دو تین چکر لگانے کے بعد وہ ربیعہ کے قریب رکا۔ ربیعہ اس کے چہرے پر اپنی قسمت کا فیصلہ دیکھ رہی تھی۔ اس کا دل دھڑک رہا تھا۔

بدر نے کہا۔ ربیعہ! میں تمہیں اپنے فیصلے پر نظر ثانی کرنے کا موقع دینا چاہتا تھا۔ یہ میرا فرض تھا اور اس کے بعد بھی اگر تم نے مخمل کے فرش کی بجائے زندگی کی سنگلاخ راہوں پر میرے ساتھ چلنے کا فیصلہ کیا ہے تو میں تمہارا شکر گزار ہوں۔ اگر تم اس تلخ حقیقت سے آنکھیں بند کرنے کے لئے تیار ہو کہ میری زندگی صرف چند برس۔ چند مہینے یا دن ہے تو میں آج ہی تمہارے ساتھ شادی کرنے کے لئے تیار ہوں۔ جواب دو ربیعہ! کیا تم اس کے لئے تیار ہو؟

ربیعہ کے چہرے پر حیا کی سرخی چھا گئی اس نے گردن جھکا لی۔ اس کی زبان گنگ تھی الیکن اس کے دل دھڑکنیں بدر بن مغیرہ کے سوال کا جواب دے رہی تھی۔

تھوڑی دیر بعد بدر نے کہا۔ ربیعہ! میں نے تمہارے ساتھ شادی کی درخواست کی ہے۔ جواب دو۔

ربیعہ نے گردن اُٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔الفاظ اُس کے کانپتے ہوءہونٹوں تک آ کر رُک گئے ۔تشکر اور احسان مندی کے جذبات نے جھکتی ہوئی نگاہوں کا سہارا لیا ۔بدر بن مغیرہ اس کی آنکھوں میں وہ آنسو دیکھ رہا تھا جن مین الفاظ کی ایک دنیا بند تھی،اس نے حیرت ہو کر کہا ۔ربیعہ! اگر میں نے تمہارا دل دُکھایا ہے تو میں معذرت کے لئے تیار ہوں ۔ربیعہ تم رو رہی ہو۔

ربیعہ نے جلدی سے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے اس کی طرف دیکھا اور ملتجیانہ لہجے میں کہا۔ان آنسوؤں کے لئے میری معذرت قبول کیجئے ۔مجھے یہ توقع نہ تھی کہ اس تمہید کے بعد ہماری گفتگو یہاں پر ختم ہو گی ۔یہ آنسو ایک بے بس عورت کا اظہار تشکر ہے ۔

تو تمہیں آج میرے ساتھ شادی کرنے پر کوئی اعتراض نہیں

وہ سنجیدہ ہو کر بولی ۔آپ مذاق کر رہے ہیں ۔

وہ بولا ۔میں مذاق نہیں کرتا ۔آج اگر کوئی حادثہ پیش نہ آیا تو ڈوبتے ہوئے سورج کی آخری نگاہ بدر بن مغیرہ اور ربیعہ بنتِ ابو داؤد کو شوہر اور بیوی کی حیثیت سے دیکھے گی ۔

لیکن آج ہی اتنی جلدی ۔

بدر نے جواب دیا ۔ہاں،اگر تمہیں اعتراض نہ ہو تو ۔

ربیعہ نے بدر کی طرف دیکھا اور کچھ کہے بغیر تیزی سے قدم اٹھاتی ہوئی باہر نکل گئی ۔

(۵)

ربیعہ کے پاؤں ڈگمگا رہے تھے ۔دل کی دھڑکنوں کے ساتھ اس کی رفتار کبھی

تیز اور کبھی سُست ہو رہی تھی۔وہ اینجلا اینجلا کہتی ہوئی اپنے کمرے میں داخل ہوئی ۔اینجلا دریچے کے سامنے کھڑی جھانک رہی تھی۔اُس نے مڑ کر ربیعہ کی طرف دیکھا۔ربیعہ اپنے خیال کے مطابق اس کے لئے ایک بہت بڑی خبر لے کر آئی تھی لیکن اینجلا کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر اُس نے کہا۔اینجلا کیا ہوا؟ تم رو رہی ہو۔

اینجلا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔تمہیں نہیں معلوم؟

ربیعہ انتہائی پریشانی کی حالت میں اُس کی طرف دیکھ رہی تھی۔اینجلا نے اپنے آنسو پونچھنے کے بعد اس کی طرف دیکھا اور سوال کیا۔ہم کب جا رہی ہیں۔

کہاں؟

ربیعہ! تمہیں مجھ سے کوئی بات چھپانے کی ضرورت نہیں۔وہ مجھے سب کچھ بتا گئے ہیں۔

کون بشیر بن حسن۔

ہاں۔وہ ابھی آئے تھے۔

اس نے تمہیں یہ بتایا ہوگا کہ ہم مراکش جا رہی ہیں۔

ہاں۔

لیکن ہم مراکش نہیں جائیں گی۔اینجلا میری بات پر یقین کرو ہم یہیں رہیں گی۔

اینجلا نے کہا۔ربیعہ اب دل کو فریب دینے سے کوئی فائدہ نہیں ہمارے مقدر میں یہی کچھ تھا۔

تم نے بشیر کو کیا جواب دیا۔

میں انہیں کوئی جواب دے سکتی تھی۔وہ آئے اور مجھ سے کہہ کر چلے گئے کہ تم

ربیعہ کے ساتھ مراکش جارہی ہو۔وہ بہت مغموم تھے۔میں جانتی ہوں۔یہ اُن کے دل کی آواز تھی پیشتر اس کے کہ میں اُن کو کچھ کہہ سکتی وہ تیزی کے ساتھ باہر نکل گئے۔مجھے ان سے شکایت نہیں۔انہوں نے میرے ساتھ کوئی وعدہ نہیں کیا تھا لیکن ہارا سرحدی عقاب تو تمہیں شادی کا پیغام دے چکا تھا۔اس نے تمہارے سامنے ان مجبوریوں کا اظہار کیا ہوگا جن کے باعث ہمیں مراکش بھیجا جارہا ہے۔مجھے ڈر ہے کہ غناطہ کے حالات مخدوش ہیں۔

ربیعہ نے کہا۔اگر میں نے اُن کے ساتھ خواب میں باتیں نہیں کیں تو آج غراب آفتاب سے پہلے تماہری بہن اُن کی رفیقہ حیات بن چکی ہوگی۔انجلا! میری بات پر یقین کرتم مراکش نہیں جاؤ گی۔یہ فیصلہ منسوخ ہو چکا ہے۔

انجلا بے اختیار آگے بڑھ کر ربیعہ کے ساتھ لپٹ گئی اور ہچکیاں لیتے ہوئے بولی۔

ربیعہ مجھے دھوکا نہ دو۔خدا کے لئے کچھ کہو۔

میں جھوٹ نہیں کہتی انجلا! میری بات پر یقین کرو میں تمہیں سب کچھ بتاتی ہوں۔بیٹھ جاؤ۔

انجلا کرسی پر بیٹھ گئی۔اور ربیعہ نے اُس کے قریب دوسری کرسی پر بیٹھتے ہوئے بدر کے ساتھ اپنی ملاقات کی داستان شروع کر دی۔

(۶)

قلعہ کے دوسرے سرے پر ایک وسیع کمرے میں بشیر بن حسن اور دوسرے طبیب اور جراح مریضوں کی دیکھ بھال مین مصروف تھے۔بدر بن مغیرہ اس کمرے میں داخل ہوا۔بشیر بن حسن زخمی کو پٹی باندھ رہا تھا۔اپنے ایک ساتھی کا اشارہ پا کر

بشیر نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور پٹی کو آخری گرہ دینے کے بعد اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

بدر نے کہا۔آپ کو یہاں کتنی دیر لگے گی۔۔۔

بشیر نے جواب دیا۔میرا کام قریباً ختم ہو چکا ہے۔

میں تم سے ایک ضروری بات کہنا چاہتا ہوں۔

اگر آپ کو جلدی نہیں تو صرف ایک مریض دیکھنا رہ گیا ہے۔وہ میرے سوا کسی کو اپنے قریب نہیں آنے دیتا۔

نہیں مجھے کوئی جلدی نہیں تم فارغ ہو کر سیدھے میرے کمرے میں آؤ۔

تھوڑی دیر بعد بشیر بدر کے کمرے میں داخل ہوا اور اس نے کہا۔آپ بہت پریشان نظر آتے ہیں۔غرناطہ سے کوئی نئی خبر آئی ہے؟

نہیں۔میں ربیعہ اور انجلا کے متعلق کچھ کہنا چاہتا تھا۔

انجلا سے میں نے کہہ دیا ہے۔آپ کو اس بات کی کوئی خبر ملی ہے کہ مراکش کا جہاز کب یہاں پہنچے گا اور کس جگہ لنگر انداز ہو گا۔

ابھی تک اس کی کوئی اطلاع نہیں آئی ایک یا دو دن وہ ضرور پہنچ جائیں گے۔ اور وہ غالباً المیریا کے شمال میں اُسی مقام پر لنگر انداز ہوں گے جہاں وہ پچھلے مہینے لنگر انداز ہوئے تھے۔

تو میرے خیال میں ربیعہ اور انجلا کو بہت جلد ساحل پر پہنچ جانا چاہئے۔

''اسی مسئلہ پر میں تمہارے ساتھ گفتگو کرنا چاہتا تھا۔

''میرے خیال میں یہ فیصلہ ہو چکا ہے۔

''بدر بن مغیرہ نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہا۔بشیر! اس مسئلے پر ربیعہ کے ساتھ گفتگو کے بعد میں اسے مراکش بھیجنے کے متعلق اپنی رائے بدل چکا ہوں۔

بشیر کے پژمردہ چہرے پر اچانک تازگی آ گئی اور اس نے کہا۔میرا خواب صحیح نکلا۔

''ہاں'اوراس خواب کی آخری تعبیر کا حصہ سُن کرتم حیران رہ جاؤ گے۔

بشیر نے مسکراتے ہوئے کہا۔مجھے اس خواب کی تعبیر کا آخری حصہ بھی معلوم ہے

''اچھا بتاؤ''

''آپ ربیعہ کے ساتھ شادی کررہے ہیں۔

''بھلا کب''

''آج'

''لیکن تمہیں یہ باتیں کیسے معلوم ہوئیں۔تمہیں انجلا نے بتایا ہو گا۔اوروہ ربیعہ سے سُن چکی ہو گی۔

نہیں بدر! تمہارا چہرہ میرے لئے ایک کتاب ہے۔تم ساری دنیا کے لئے ایک معما ہو میرے لئے نہیں۔اب بتاؤں مجھے یہ باتیں کیسے معلوم ہوئیں۔

بتاؤ!

ربیعہ سے ملاقات کے بعد آپ پریشان کی حالت میں میرے پاس آئے تو میں نے سمجھ لیا کہ آپ فیصلہ بدل چکے ہیں۔آپ نے یہ بتا کر میرے خیال کی تائید کردی کہ آپ کی پریشانی کا باعث غرناطہ کے متعلق کوئی نئی خبر نہیں۔اس کے علاوہ اگر کوئی فوجی یا سیاسی پریشانی ہوتی تو آپ مجھے تلاش کرنے کی بجائے منصور کو بُلاتے یا مجلس شوریٰ طلب کرتے۔اس کے بعد جب آپ نے خود ہی یہ کہہ دیا کہ ربیعہ یہاں رہے گی تو میں سمجھ گیا کہ ہمارے عقاب کو اب اپنے نشیمن میں تنہا رہنا

پسند نہیں۔

لیکن تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ میں آج ہی یہ شادی کر رہا ہوں۔

"آپ کے چہرے پر یہ لکھا ہوا ہے کہ آپ ایک اہم فیصلہ کر چکے ہیں اور آپ کے اہم ترین فیصلے فوراً نافذ ہوا کرتے ہیں۔

تو تمہارا مطلب ہے کہ میں جلد باز ہوں۔

نہیں میں ایک سپاہی کی اہم ترین خصوصیت کی تعریف کر رہا ہوں۔ عام پرندے جتنی دیر میں اُڑنے کا ارادہ کرتے ہیں شاہین اتنی دیر میں آسمان کی بلندیوں میں چکر لگا کر واپس آجاتا ہے۔ جب آپ ربیعہ کے متعلق یہ فیصلہ کر چکے ہیں کہ وہ یہاں رہے گی تو شادی کو کل پر ملتوی کرنے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

بدر نے کہا۔ اچھا فرض کرو یہ صحیح ہے کہ میں آج ہی شادی کر رہا ہوں۔

بشیر نے ہنستے ہوئے کہا۔ مجھے فرض کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں جانتا ہوں۔

اچھا اب میں اُندلس کے ارسطو سے پوچھتا ہوں کہ اس کا کیا ارادہ ہے؟

بشیر نے جواب دیا۔ مجھ پر ایک لڑکی سے معذرت کرنے اور اپنا غلط فیصلہ واپس لینے کا فرض عائد ہوتا ہو ہے اور یہ فرض بہت زیادہ خوشگوار نہیں۔ ایسے مراحل میں ارسطو جائے۔

بدر نے سنجیدہ ہو کر کہا۔ بشیر! میں چاہتا ہوں کہ تمہاری شادی بھی آج ہو ہو جائے،

بشیر نے جواب دیا۔ بدر! تمہیں یہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ اس سے جدائی کا تصور میرے لئے صبر آزما تھا۔ میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم انہیں مراکش بھیجنے کا فیصلہ بدل چکے ہو۔ اگر وہ چلی جاتی تو میری ظاہر داری کے باوجود تم یہ محسوس کرتے

کہ تمہارا رفیق اپنے سرمایہ حیات میں سے بہت کچھ کھو چکا ہے۔ تم میرے کھوکھلے قہقہوں کے باوجود یہ محسوس کرتے کہ میں تم سے کوئی بات چھپا رہا ہوں۔

بدر نے کہا۔ بشیر! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ انجلا کی طرح تم بھی اُسے چاہتے ہو تو میں انہیں مراکش بھیجنے کا مسئلہ ہی نہ چھیڑتا۔ میں نے صبح یہ کہا تھا کہ انہیں اب مراکش بھیج دینا بہتر ہوگا تو تمہارا چہرہ یہ بتاتا تھا کہ تم میرے فیصلے سے ذرہ بھر پریشان نہیں ہو۔

بشیر نے جواب دیا۔ اُس وقت میرے سامنے اپنا مسئلہ نہ تھا۔ مجھے ان مجبوریوں کا احساس تھا جنھوں نے بدر بن مغیرہ جیسے مجاہد کو اپنی عزیز ترین خوہشات کو خیر باد کہہ دینے پر مجبور کر دیا تھا۔ میں دیکھ رہا تھا کہ وہ مجاہد جس کی تلوار ایک قوم کو پناہ دے رہی ہے اُس لڑکی کو رخصت کر رہا ہے۔ جو اُس کی رفیقہ حیات بننے والی تھی ۔تم میرے سامنے ایک چٹان کی طرح کھڑے تھے۔ تمہاری عظمت مجھے مرعوب کر رہی تھی۔ تم قوم کی زنجیریں کاٹنے کے لئے زندگی کے تمام ناطے توڑ رہے تھے اور تمہارا ایک رفیق یہ کیسے کہہ سکتا تھا کہ مجھے محبت کے سنہری تاروں نے کسی کے دامن کے ساتھ باندھ رکھا ہے؟ مجھے ربیعہ کا بھی افسوس تھا۔ میں جانتا تھا کہ وہ مراکش میں زندہ رہنے کی بجائے آپ کے ساتھ مرنا پسند کرے گی۔

بدر نے کہا۔ بشیر! یہ میں زندگی میں پہلا فیصلہ تھا جسے مین بدلنے پر مجبور ہوا ہوں۔ مجھے ربیعہ کا دل توڑنا گوارا نہ تھا۔ میں نے اُسے مستقبل کے تمام خدشات سے آگاہ کر دیا ہے۔ اس نے ساحل کی بجائے میرے ساتھ بھنور منتخب کئے ہیں۔ اب یہ خدا بہتر جانتا ہے کہ یہ فیصلہ صحیح ہے یا غلط؟ اپنے متعلق مس تمہیں یہ اطمینان دلانا چاہتا ہوں کہ میرے عزائم میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی۔ دشمن کے لئے میری

تلوار کی تیزی میں کوئی فرق نہیں آئے گا مجھے ڈر تھا کہ ربیعہ کے متعلق اتنی جلدی اپنا فیصلہ بدلنے پر تم میرا مذاق اُڑاؤ گے لیکن میں تمہارا احسان مند ہوں۔ اب تم انجلا کے پاس جا کر اُسے تسلی دو۔

شام کے وقت سرحدی عقاب کی وادی میں ایک سے لے کر دوسرے سرے تک نقاروں کی آواز گونج رہی تھی۔ بدر نے اور ربیعہ، بشیر اور انجلا کی شادی ہو چکی تھی۔

الحمرا کا آخری محافظ

(۱)

غرناطہ کے محاصرہ کے ساتواں مہینہ شروع ہو چکا تھا شہر کی حالت نازک ہو رہی تھی عوام بھوک سے تنگ آ چکے تھے۔ غرناطہ کے اکابر الحمراء کے ایک کشادہ کمرے میں جمع تھے شیر غرناطہ موسیٰ ابی غسان غضب آلود نگاہوں سے ابو عبداللہ اور اس کے درباریوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔

فرڈی نینڈ کی طرف سے صلح کا ایلچی کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے شہ نشین کے سامنے جھک کر سلام کی اور پھر چند قدم پیچھے ہٹ کر ادب کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ اس کے دائیں ہاتھ میں فرڈینینڈ کا مراسلہ تھا۔ ابو عبداللہ اور حاضرین دربار کو اپنی طرف متوجہ دیکھ اُس نے مراسلہ کھولا اور پڑھنا شروع کر دیا:

''شہنشاہ والا تبار فرڈی نینڈ اعظم غرناطہ کے بادشاہ ابو عبداللہ کو ایک بار پھر یہ مشورہ دیتے ہیں کہ وہ اس بے فائدہ جنگ کو طول دے کر اپنی رعایا کی مشکلات میں اضافہ نہ کریں۔ شاہ غرناطہ کو اب تک اس بات کا یقین ہو گیا ہو گا کہ جب تک غناطہ فتح نہیں گا قسطلہ کی فوج واپس نہیں جائے گی اس بات کا کوئی امکان نہیں کہ افریقہ کے سلاطین جو خود خانہ جنگی میں مبتلا ہیں اہل غرناطہ کی مدد کے لئے کوئی فوج روانہ کریں گے۔ فرڈی نینڈ اعظم کو یہ یقین ہے کہ ان کی قوت اہل غرناطہ اور اُن کے معاون

پہاڑی قبائل کی قوت مدافعت کچلنے کے لئے کافی
ہے۔اس کے باوجود بادشاہ اور ملکہ ابوعبداللہ اور
اس کی رعایا کی طرف صلح کا ہاتھ بڑھاتے ہیں۔
اگر ابوعبداللہ کو اپنی رعایا کی بدحالی میں مزید اضافہ
کرنا مقصود نہیں تو یہ ضروری ہے کہ وہ فوراً ہتھیار
ڈال دے اور صلح کی شرائط طے کرنے کے لئے
بادشاہ کے دربار میں اپنا ایلچی بھیجے۔شاہ فرڈی نینڈ
یہ یقین دلاتے ہیں کہ ان کا سلوک نہایت فیاضانہ
ہوگا بصورت دیگر شاہ عبداللہ پر غرناطہ کی عبرت
ناک تباہی کی ذمہ داری عائد ہوگی۔

اہل دربار خاموشی سے ابوعبداللہ' ابوالقاسم اور موسیٰ کی طرف دیکھ رہے تھے۔

ایلچی نے مراسلہ لپیٹ کر ابوعبداللہ کو پیش کیا۔ابوعبداللہ نے اپنے دائیں بائیں وزیر اور سپہ سالار کی طرف دیکھا۔

ابوالقاسم عبدالمالک نے ایلچی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔آپ کو کل تک ہمارا جواب مل جائے گا۔

ایلچی بادشاہ کو جھک کر سلام کرنے کے بعد کمرے سے نکل گیا دروازے پر دو پہریدار اس کے ساتھ ہو لئے اور اُسے شاہی مہمان خانہ کی طرف لے گئے۔

ابوعبداللہ مراسلہ کھول کر ایک نظر دیکھنے کے بعد موسیٰ کی طرف متوجہ ہوا اور مغموم لہجے میں بولا۔موسیٰ! تمہاری کیا رائے ہے۔

موسیٰ اُٹھا اور ایک لمحہ کے لئے خاموشی کے ساتھ حاضرین دربار کی طرف

دیکھنے کے بعد بولا،

ہمیں یہ بتایا گیا تھا کہ فرڈینینڈ کا ایلچی صلح کا پیغام لے کر آرہا ہے لیکن مصالحت کے لئے پہلی شرط جو آپ بھیج چکے ہیں یہ ہے کہ ہم ہتھیار ڈال دیں میرے خیال میں ہتھیار ڈال دینے کے بعد ہمارے لئے دوسری شرائط طے کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوگا۔ اس مکتوب کا مفہوم یہ ہے کہ ہم پہلے فرڈی نینڈ کی طاقت کے سامنے گھٹنے ٹیک دیں اور پھر اس کے رحم و کرم پر بھروسہ کریں ابو القاسم عبد الما لک نے ہمیں یہ بتایا تھا کہ فرڈی نینڈ ہمارے ساتھ ایک باعزت سمجھوتہ کے لئے تیار ہے۔ اس لئے ہمیں کھلے میدان میں فیصلہ کن جنگ لڑنے کا ارادہ ترک کر دینا چاہیے تھے۔ اور آج تم اس کا نتیجہ دیکھ رہے ہو۔ سلطان معظم وزیر اعظم! اور بزرگان قوم! میری رائے تمہیں معلوم ہے۔ تلوار نے ہمیشہ قلم کے فیصلے کو منسوخ نہیں کیا۔ فرڈی نینڈ کا خیال ہے کہ غرناطہ کی لاش قبر میں اُتاری جا چکی ہے۔ اور اب اُس پر صرف مٹی ڈالنے والی ہے۔ اس کا ایلچی تمہارے پاس یہ پیغام لایا ہے کہ اگر تم لحد میں دفن ہونے کے لئے تیار ہو تو تمہارا قبرستان

تمہاری خواہش کے مطابق بنایا جایے گا۔تم اپنا گلا

اپنے ہاتھوں سے گھونٹنے کے ل ءتیار ہو جاوٴ تم

تمہاری لاشوں کی بے حرمتی نہیں کی جائے گی

سلطان معظم! اگر آپ مجھ سے فرڈی نینڈ

کے مکتوب کا جواب پوچھتے ہیں تو اہل غرناطہ کی

طرف سے ایک تلوار اس کے پاس بھیج دیجئے۔با

عزت معاہدوں کی تحریر قلم سے نہیں نوک شمشیر لکھی

جاتی ہے۔

موسیٰ بیٹھ گیا۔دربار پر تھوڑی دیر کے لئے خاموشی طاری ہو رہی،۔ابوعبداللہ نے اپنے وزیر کی طرف دیکھا اور کہا۔ابو القاسم !تم کچھ کہنا چاہتے ہو۔

ابو القاسم نے اُٹھ کر جو با دیا:

سلطان معظم! میں موسیٰ بن ابی غسان کا

مخاطب نہیں میں ان کے جذبات کا احرام کرتا ہوں

لیکن اگ انہیں میری نیک نیتی پر شبہ ہے تو میں اسی

وقت مستعفیٰ ہونے کے لئے تیار ہوں۔میرا جرم یہ

ہے کہ میں نے شہر سے نکل کر کھلے میدان میں فیصلہ

کُن لڑائی کی مخاطب کی ہے، لیکن موسیٰ بن ابی

غسان کو معلوم ہے کہ میری مخالفت بزدلی کی وجہ

سے نہ تھی، میں نے صرف یہ رائے دی تھی کہ اگر

جنگ کا نتیجہ ہمارے حق میں نہ نکلا تو ہمیں الم ناک

حادثات سے دو چار ہونا پڑے گا۔ فوج کی جو
حالت ہے وہ مجھ سے زیادہ موسیٰ کو معلوم ہے عوام کی
حلت کسی کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں موسیٰ یقیناً مجھے
یہ الزام نہیں دے گا کہ اس دن الحمرا کے دروازے
پر عوام نے صلح کے حق میں جو مظاہرہ کیا تھا وہ میری
کسی سازش کا نتیجہ تھا اور اس کے بعد سلطان معظم
کے سامنے فوج کے جن سالاروں اور شہر کے جن
اکابر نے کھلے میدان میں فیصلہ کن جنگ کی مخالفت
کی تھی۔ ان سب کو میں نے سکھایا تھا اور آج
فرڈی نینڈ کے ایلچی کی آمد پر شہر کے جو لوگ خوشیاں
منا رہے ہیں انہیں میں نے خفیہ ہدایات دی ہیں۔
اکابر غرناطہ! اگر تم موسیٰ کے اس فیصلہ سے
اتفاق کرتے ہو کہ ہمارے لئے آخری دم تک
لڑنے کے سوا کوئی چارہ نہیں تو میں تمہارے ساتھ
ہوں۔دشمن کو تمہارے فیصلہ سے آگاہ کر دیا جائے
گا،

ایک سردار نے اُٹھ کر کہا۔میری رائے یہ ہے کہ ہم فیصلہ کن جنگ کے لئے تیار رہیں لیکن اس کے ساتھ ہی اگر دشمن کے ساتھ کسی باعزت سمجھوتے کا امکان ہو تو گفت و شنید کا دروازہ بند نہ کیا جائے۔

دوسرے سردار نے اُٹھ کر کہا۔جذبات کی رو میں بہہ کر ہمیں حقائق کو نظر انداز

نہیں کرنا چاہئے۔ اہل شہر بھوکوں مر رہے ہیں۔ اگر یہ محاصرہ سردیوں تک جاری رہا تو ہماری حالت اور بھی نازک ہو جائے گی۔ باہر سے بدر بن مغیرہ کی مٹھی بھر جماعت کے سوا ہمیں کسی اور سے مدد کی اُمید نہیں ہماری فوج فاقہ کشی اور جنگ کی دوہری مصیبت سے تنگ آ چکی ہے۔

ایک عالمِ دین اُٹھ کر بولا۔ اگر ہم یہ فرض بھی کر لیں کہ ہم چند ماہ ارقلعہ بندرہ کر یا کُھلے میدان میں لڑ کر فرڈیننڈ کو محاصرہ اُٹھانے پر مجبور کر دیں گے تو یہ کون کہہ سکتا ہے کہ یہ جنگ ختم ہو جائے گی ارفرڈیننڈ زیادہ تیاری کے ساتھ دوسرا حملہ نہیں کرگے۔ آخر ہم کب تک لڑتے رہیں گے۔ ہمین یہ بھی نہیں بھولنا چاہیے کہ اس جنگ کی طوالت باقی اسپین میں ہمارے اُن بے کس بھائیوں کی مشکلات میں اضافہ کررہی ہے جو وہاں کی عیسائی اکثریت اور عیسائی حکومت کے رحم و کرم پر ہیں۔

موسیٰ نے اُٹھ کر کہا۔ اگر آج کے دن ہم غرناطہ میں محصور ہونے کی بجائے قسطلہ کی چاردیواری کے سامنے کھڑے ہوتے ہین تو اسپین میں ہمارے بھائیوں کی یہ حالت نہ ہوتی۔ ان م پر مصائب کے پہاڑ اس وقت ٹوٹے ہیں جب کہ عیسائیوں کو ہماری بے حسی کی احساس ہو چکا ہے۔

ایک شخص نے اُٹھ کر کہا۔ غرناطہ کے بعض علما کا خیال ہے کہ فرڈی نینڈ کے ساتھ ہماری یہ بے نتیجہ جنگ جہاد نہیں ہماری قوم کا یک بڑھا عنصر عیسائیون کا محکوم ہو چکا ہے اور اس جنگ کا نتیجہ ہماری اور ہمارے بھائیوں کی مشکلات میں اضافہ کنے کے سوا اور کچھ نہ ہوگا۔

موسیٰ غصے سے ہونٹ کاٹتا ہوا اٹھا۔ اُس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

ہماری جنگ ظلم و استبداد کے خلاف

انسانیت کی جنگ ہے۔ ہماری فتح انسانیت کی فتح
اور ہماری شکست انسانیت کی شکست ہوگی۔ میں
اس مجلس میں کسی ایسے احمق کو عالم کے نام سے یاد
کرنے کی اجازت نہیں دوں گا جو اسے جہاد نہیں
سمجھتا۔ اہل غرناطہ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ ہم اس
زمین کے لئے لڑ رہے ہیں جس پر ہم کھڑے ہیں
۔اگر ہم سے یہ چھن گئی تو ہم کہیں کے نہ رہیں گے
۔اگر غرناطہ ہمارے ہاتھ سے چلا گیا تو اندلس میں
اسلام کا چراغ ہمیشہ کے لئے بُجھ جائے گا۔

اس کے بعد اہل دربار نے باری باری اس بحث میں حصہ لیا۔آدھی رات کے وقت یہ بحث ختم ہوئی۔موسیٰ اور اس کے چند ساتھیوں کے سوا باقی سب کا فیصلہ یہ تھا کہ فرڈی نینڈ کے جواباً میں ابوالقاسم عبدالمالک کو اُس کے پاس بھیجا جائے اور ابو القاسم فرڈی نینڈ سے صلح کے لئے جو شرائط لے کر واپس آئے ان پر بحث کی جائے ۔اگر یہ شرائط قابل قبول ہوں تو بہتر ورنہ فیصلہ کن جنگ کی تجاویز پر غور کیا جائے۔
موسیٰ کو یقین تھا کہ فرڈینینڈ کی طرف سے صلح کی شرائط اس قدر ذلیل ہوں گی کہ اہل غرناطہ اُسے قبول نہیں کریں گے۔اس لئے جب اس کی مرضی کے خلاف ابو القاسم فرڈی نینڈ کے ساتھ بات چیت کرتا رہا اور اس دوران میں غرناطہ کی مساجد میں موسیٰ کی روح پرور تقریریں اہل شہر میں ایک نئی زندگی پیدا کر چکی تھیں۔عوام کے جوش وخروش کے باعث جنگ کے مخالفین کا عنصر بہت حد تک دب چکا تھا۔

(۲)

تین دن کی طویل ملاقاتوں کے بعد ابو القاسم عبد الملک فرڈی نینڈ سے صلح جو شرائط کرنے میں کامیاب ہوا وہ یہ تھیں

۱۔فریقین ستر دن تک جنگ ملتوی رکھیں گے اور اس عرصہ میں حسب ذیل شرائط پر غرناطہ کی حکومت فرڈی نینڈ کے سُپرد کی جائے گی۔

۲۔فریقین جنگی قیدیوں کو رہا کر دیں گے۔

۳۔غرناطہ کی عیسائی حکومت مسلمانوں کی جان و مال اور وزت کی حفاظت کا ذمہ لے گی۔مسلمانوں کی مساجد اور اوقاف اور ان کی عبادات میں عیسائی کوئی مداخلت نہیں کریں گے۔اُنہیں نماز پڑھنے، روزہ رکھنے اور اذان دینے کی پوری پوری آزادی ہوگی۔مسلمانوں کے گھروں اور اُن کی مساجد میں کسی عیسائی کو داخل ہونے کی اجازت نہیں ہوگی۔مسلمانوں کے مقدمات کا فیصلہ اُن کے قانون شریعت کے مطابق ہوگا اور اس مقصد کے لئے مسلمان قاضی مقرر کیے جائیں گے کوئی عیسائی یا یہودی ایسے مقدمات کا فیصلہ کرنے کا مجاز ہوگا۔

۴۔اگر مسلمان چاہیں تو اُنہیں افریقہ ہجرت کرنے کی اجازت ہوگی اور عیسائی حکومت انہیں اپنے جہاز مہیا کریگی۔

۵۔مسلمانوں کو ان کا دین تبدیل کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔جو عیسائی مسلمان ہوگئے ہیں اُنہیں بھی اسلام ترک کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔مسلمانوں کے گھروں پر عیسائی سپاہ متعین نہیں کی جائے گی اور نہ ہی اُن پر کسی ٹیکس کا بوجھ ڈالا جائے گا۔

۶۔غرناطہ چھوڑنے کے بعد سلطان ابو عبداللہ کے سپرد البشارات کی حکومت

کی جائے گی۔

۷۔ ستر روز کے اندر شہر غرناطہ، قلعہ الحمرا اور تمام سامانِ جنگ عیسائیوں کے حوالے کر دیا جائے گا۔

۸۔ عیسائیوں کی طرف فرڈی نینڈ کے علاوہ روما کا پاپائے اعظم اس معاہدہ دستخط کرے گا اور اس کی تعمیل کا ذمہ دار ہو گا۔

ابو القاسم نے عبداللہ کے دربار میں معاہدے کی شرائط پڑھ کر سنانے سے پہلے حاضرین سے یہ وعدہ لیا کہ ان شرائط کے متعلق شاہی دربار میں جو باتیں ہوں گی وہ غرناطہ کے عوام پر ظاہر نہیں کی جائیں گی۔

دربار میں اُمراء اور علماء کی اکثریت کے خیال میں فرڈی نینڈ کی پیش کش نہایت فیاضانہ تھی لیکن موسیٰ اس معاہدے کی مخالفت مین اپنی ساری قوت بیان سے کام لے رہا تھا چار دن تک بحث ہوتی رہی۔ اُمراء کی اکثریت اس معاہدے کے حق میں اپنے خیالات کا اظہار کر چکی تھی۔ آج بحث کا آخری دن تھا۔

الحمراء میں شیر غرناطہ کی آخری گرج سنائی دے رہی تھی۔ حاضرین دربار دم بخود ہو کر اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ موسیٰ بن ابی غسان کہہ رہا تھا:

"اہل غرناطہ! میں تمہارے مرجھائے ہوئے چہروں پر اس قوم کی تقدیر کا فیصلہ پڑھ رہا ہوں جس نے اس ملک پر آٹھ سو سال حکومت کی ہے۔ مین جانتا ہوں کہ میری چیخ پکار تم پر کوئی اثر نہیں کرے گی۔ تمہاری رگوں میں وہ خون خشک ہو چکا ہے جسے الفاظ جوش میں لا سکتے ہیں۔ لیکن یہ

جاننے کے باوجود کہ میری آواز ایک بار پھر اس ایوان کی دیواروں سے ٹکرا کر فضا میں گم ہو جائے گی میں تم سے کچھ کہنے پر مجبور ہوں۔

الفاظ مُردوں کے لئے آب حیات کا کام نہیں دے سکتے لیکن اگر تم میں زندگی کی کوئی رمق باقی ہے تو میری بات غور سے سنو۔ قیامت کے دن الحمرا کی دیواروں کے یہ بے جان پتھر اس بات کی گواہی دیں گے کہ جب تم اپنے ہاتھوں سے اپنا گلا گھونٹ رہے تھے۔ کسی نے تمہیں منع کیا تھا۔ جب تم موت کی نیند سو رہے تھے کسی نے تمہیں جھنجوڑ کر جگایا تھا اور جب تم اپنے لئے اور اپنی قوم کے لئے ذلت کی زندگی کا راستہ اختیار کر رہے تھے کسی ہمت اور خدا کی رحمت سے مایوس، یہ سمجھتے ہو کہ دشمن کے سامنے ہتھیار ڈال کر اپنی زندگی کے باقی دن آرام سے گزار سکو گے لیکن تم یہ نہیں جانتے کہ غلامی کی زندگی کا ہر لمحہ تمہارے لئے موت سے بدتر ہو گا۔

اگر تمہیں اس بات کی شرم نہیں کہ قیامت کے دن تمہیں اپنے ان اسلاف کو منہ دکھانا ہے جن کی ہڈیاں غرناطہ کی خاک میں دفن ہیں تو خدا کے لئے یہی سوچو کہ تمہاری آنے والی نسلیں تمہیں کیا کہیں

گی۔تمہیں اپنے اسلاف سے وراثت میں حکومت
ملی تھی اور تم اپنی آنے والی نسلوں کے لئے کیا چھوڑ
کر جا رہے ہو؟ غلامی ۔ذلت اور رسوائی!

اگر تم نے ہتھیار ڈال دئے تو نہ صرف
ہماری گزشتہ چند برس کی قربانیاں رائگاں جائیں
گی بلکہ وہ تمام خون رائیگاں جائے گا جو طارق بن
زیاد کے زمانے سے لے کر آج تک مسلمان اس
سرزمین پر باہ چکے ہیں ۔آج تمہیں قوم کے
شہیدوں کی روحیں دیکھ رہی ہیں ان کے خون کی
توہین نہ کرو ۔میرا آج بھی یہ ایمان ہے کہ ہم یہ
جنگ جیت سکتے ہیں تم یہ کہتے ہو کہ اہلِ غرناطہ
بھوک اور فاقہ کشی سے تنگ آ چکے ہیں لیکن کیا
بھوک جو بزدل کو بہادر بنا دیتی ہے ۔بہادروں کو
بزدل بنا چکی ہے ۔تم اگر ہمت نہ ہارو تو قوم آج
بھی لڑنے کے لئے تیار ہے ۔ہم چالیس ہزار
مجاہدین کے ساتھ دشمن کو لوشہ کی جنگ میں شکست
دے چکے ہیں کا ی ایک لاکھ سپاہی غرناطہ کی
حفاظت نہیں کر سکتے؟ اب تک ہم نے غرناطہ کی
چار دیواری کی آڑلی ہے لیکن اب ہم سر پر کفن
باندھ کر میدان میں آئیں گے اگر ہم زندہ رہے تو

ہماری آزادی محفوظ رہے گی اور اگر شہید ہوئے تو
بھی ہماری عزت پر دھبہ نہیں آئے گا یہ زمین جس
کے ہر ذرے پر ہمارے اسلاف کی عزت کی
داستانیں نقش ہیں ہماری رسوائی نہیں دیکھے گی یہ
اس سماں جس نے آٹھ سو برس تک ہمارے
بزرگوں کی تلواریں دیکھی ہیں ہمارے پیروں میں
غلامی کی زنجیریں نہیں دیکھے گا۔ قیامت کے دن
ہمارے دامن خون شہادت سے رنگین ہوں گے
لیکن ان پر غلامی اور ذلت کی سیاہی کے داغ نہیں
ہوں گے

ایک بارا ثر سردار نے اُٹھ کر کہا۔ آپ پھر اسی طرح جذبات کی رو میں بہہ رہے ہیں۔

آپ کی شجاعت میں کلام نہیں لیکن آپ تلخ حقائق کو نظر انداز کر رہے ہیں کہ الفاظ سے کوئی مورچہ سر نہیں ہوسکتا۔

موسیٰ بن ابی غسان نے گرج کر کہا۔ بیٹھ جاؤ تلخ حقائق کو نظر انداز کرنے کا مجرم میں نہیں تم ہو۔

لیکن اس کے بیٹھتے ہی ایک عالم اُٹھ کر کھڑا ہو گیا اور بولا ۔موسیٰ! خودکشی مذہب میں جائز نہیں ۔ہم خدا کی رضا کے سامنے لاچار ہو بے بس ہیں ۔تقدیر کا لکھا کوئی نہیں مٹا سکتا۔

موسیٰ کا چہرہ غصے سے تمتما اُٹھا۔ اُس نے

کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔ تم ذلت اور غلامی کی زندگی اور شہادت کو خودکشی سمجھتے ہو۔یہ نئ بات نہیں ۔جب طارق نے اندلس کے ساحل پر سفینہ جلا کر اپنے ساتھیوں کو آگے بڑھنے کا حکم دیا تھا تو تمہارے جیسے دور اندیش اس وقت بھی یہ کہتے تھے کہ یہ خودکشی ہے اور تمہارا یہی خیال تھا کہ یہ اقدام خودکشی ہے ۔ طارق اور ابوالحسن تو ہمارے جیسے معمولی انسان تھے لیکن میدان بدر میں بھی جب سرورکائناتﷺ کے تین سو تیرہ سرفروش دشمن کی ایک بڑی فوج۔کے سامنے کھڑے تھےتو منافقین کا ایک گروہ کفارہ کی تعداد سے مرعوب ہوکر یہ کہہ رہا تھا کہ اسلام کا چراغ ابھی کفر کی آندھیوں کا سامنا کرنے کے قابل نہیں ہیں نہیں جانتا کہ تم کس خدا کی رضا کے قائل ہو صرف ایک خدا کو جانتا ہوں ۔ اُسی کے حکم کا مانتا ہوں اور اسی کی رضا کے سامنے سر جھکانا جانتا ہوں ۔میرا خدا وہ ہے جس نے محمدﷺ پر قرآن مجید نازل کیا تھا۔ میرا خدا وہ ہے جس نے نوحؑ کی کشتی کو طوفان سے بچایا تھا۔میرا خدا وہ ہے جس نے قیصر و کسریٰ کے تاج اُتار کر صحرا نشینان عرب کے قدموں میں ڈال دیۓ تھے۔اس

خدا کے محبوب پیغمبرؐ نے مجھے تعلیم دی ہے کہ مومن زندہ رہے تو غازی اور مر جائے تو شہید ہوتا ہے۔ اس خدا کو ماننے والے تلوار کی دھار پر چلتے ہیں غلامی کی زنجیروں کا بوجھ نہیں اُٹھاتے اس خدا کی رضا یہ ہے کہ ہم سر پر کفن باندھ کر میدان مین نکل آئیں اور دنیا کی آخری حدود تک ظلم و استبداد، وحشت اور بربریت کا تعاقب کریں،

اہل غرناطہ! میں تمہاری آنکھوں میں آنسو دیکھ رہا ہوں لیکن غرناطہ کو تمہارے خون کی ضرورت ہے۔ اقوام کی عزت اور آزادی کی تاریخ آنسوؤں سے نہیں خون سے لکھی جاتی ہے۔

تم قوم کے راہنما ہو۔ قوم نے تمہیں اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنے کا اختیار دیا ہے۔ اگر تم نے غلطی کی تو تمام قوم کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ قانون فطرت میں انفرادی غلطیوں کیلئے چشم پوشی کی گنجائش ہے لیکن اجتماعی غلطیاں معاف نہیں ہوتیں۔ تم اگو کوڈو بنا چاہتے ہو تو خدا کے لئے قوم کوڈو بنے کا شورہ نہ دو۔ تمہارے پاس وسائل ہیں۔ تم مصیبت کے وقت غرناطہ چھوڑ کر کہیں اور چلے جاؤ گے لیکن قوم کے لئے ایسے حالات پیدا نہ کرو

جن کے باعث وہ کہیں کی نہ رہے۔

موسیٰ بیٹھ گیا۔ ایوان میں سکوت طاری تھا۔ حاضرین کچھ دیر ادھر اُدھر دیکھتے رہے بالآخر ابوالقاسم اُٹھا اور اس نے کہا:

بزرگان قوم! غرناطہ کی قسمت کا فیصلہ اب آپ کے ہاتھ میں ہے۔ میں نے آپ کے حکم کے مطابق دشمن کے ساتھ صلح کی بات چیت کی تھی لیکن ان شرائط کو منظور کرنا یا رد کرنا آپ کے اختیار میں ہے۔ اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ ان حالات میں ہم جنگ جاری رکھ سکتے ہیں تو میں آپ کے فیصلے کا خیر مقدم کروں گا لیکن اگر آپ بددل ہو چکے ہیں تو میں یہ کہوں گا کہ ہمیں صلح کے لئے ان شرائط کو غنیمت سمجھنا چاہئے۔ اپنی انفرادی حیثیت سے میں موسیٰ کے خیالات کی تائید کرتا ہوں لیکن ایک وزیر کی حیثیت میں میں آپ کے فیصلے کا منتظر ہوں۔ اس وقت یہاں وہ تمام سردار اور علما جمع ہیں جو غرناطہ کی فوج اور عوام کی نمائندگی کا حق رکھتے ہیں میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ اگر آپ جنگ جاری رکھنے کا فیصلہ کریں گے تو ان حوصلہ شکن حالات کے باوجود پھر ایک بار ساری قوم اٹھ کھڑی ہوگی لیکن اگر آپ صلح کے حق میں ہیں تو فوج یا عوام سے

کوئی توقع رکھنا بےسُود ہے۔ میں خدا سے دُعا کرتا
ہوں کہ وہ فیصلہ کرتے وقت تمہاری راہنمائی کرے

ایک بربری سردار نے اُٹھ کر کہا۔ موسیٰ ابی غسان کو معلوم ہے کہ ہم نے انتہائی مایوسی کے باوجود بھی جنگ میں اُس کا ساتھ دیا ہے لیکن اب حالات ایسے ہیں کہ اُن پر پردہ ڈالنا بےسود ہے جنگ جاری رکھنے کے دو نتائج ہی ہو سکتے ہیں۔ مکمل فتح یا مکمل تباہی لیکن صلح کی صورت میں ہمارے لئے مکمل تباہی سے بچنے کا راستہ کھلا رہے گا۔

دوسرے سردار نے اُٹھ کر اُس کی تائیدگی۔ اس کے بعد علمائے دین نے یکے بعد دیگے یہ کہنا شروع کر دیا کہ خدا کی یہی مرضی ہم اس کے خلاف نہیں لڑ سکتے۔

غرناطہ کا ایک مفتی جو دین اسلام کے متعلق کئی کتابیں لکھ چکا تھا، اُٹھا اور اُس نے کہا۔ اس میں شک نہیں کہ نصرانی اس وقت ہمارے دشمن ہیں لیکن صلح کے بعد ہمیں ان کے سامنے پُرامن طریقوں سے اسلام کی تبلیغ کا موقع ملے گا اور نفرت کی دیواریں جو اس وقت ہمارے درمیان حائل ہین کودبکو دنابود ہو جائیں گی۔ میں وہ ان دیکھ رہا ہوں، مسلمانوں کے دشمن اسلام کے بہترین سپاہی ہوں گے۔

قرطبہ کے ایک مہاجر نے جو گزشتہ چند ماہ سے اپنی ذہانت کے باعث غرناطہ کے جار میں کافی اثر و رسوخ حاصل کر چکا تھا اُٹھ کر ان خیالات کی تائید کی۔

(۳)

تقریروں کا یہ سلسلہ دوپہر تک جاری رہا۔ غرناطہ کے اُمراء اور علماء صلح کے حق میں اپنا فیصلہ دے چکے تھے۔ سب سے آخر میں ابو القاسم نے اُٹھ کر ابوعبداللہ کی طرف دیکھا بدنصیب قوم کا آخری تاجدار سر جھکائے بیٹھا تھا۔ ابو القاسم نے کہا۔

سلطان معظم! قوم کے راہنماؤں کا فیصلہ یہی ہے کہ صلح کی یہ شرائط منظور کر لی جائیں ۔آپ کا کیا حکم ہے۔

ابو عبداللہ نے انتہائی بے بسی کی حالت میں اہل دربار کی طرف دیکھا۔موسیٰ کے سوا سب کے چہروں پر مایوسی ٹپک رہی تھی ۔ابو عبداللہ نے مغموم آواز میں کہا۔ میرخیال تھا کہ قوم کے یہ راہنماموسیٰ کی تقریر کے بعد اپنی رائے بدل ڈالیں گے لیکن معلوم ہوتا تھا کہ تباہی کی اس آگ کا کوئی علاج نہیں جو میں نے اپنے ہاتھوں سے سلگائی تھی ۔ابو عبداللہ کچھ اور کہنا چاہتا تھا لیکن اُس کی آواز بیٹھ گئی اور اُس نے اپنے ہاتھوں میں آنسو بھر آئے۔

ابو القاسم نے موسیٰ کی طرف دیکھا۔اس کی آنکھوں سے وحشت برس رہی تھی ۔ابو القاشم نے کہا۔موسیٰ کچھ اور کہنا چاہتے ہو۔

موسیٰ اس کے جواب میں اُٹھ کھڑا ہو گیا اور ایک ثانیہ توقف کے بعد بولا:

میں تم سے آخری بار کچھ کہنا چاہتا ہوں اس کے بعد تم میری آواز نہیں سنو گے ۔ آج سے ہمارے راستے مختلف ہوں گے ۔ میں عزت کی موت کے لئے تمہارا ساتھ دے سکتا ہوں ۔ذلت کی زندگی کے لئے تمہارا ساتھی نہیں بنوں گا ۔تم سمجھتے ہو کہ فرڈی نینڈ کی صلح کی شرائط میں تمہارے لئے امن اور دوستی کا پیغام ہے۔ تم سمجھتے ہو کہ اپنی آزادی دشمن کے حوالے کرنے کے بعد تم چین سے بیٹھ سکو گے لیکن اپنے آپ کو دھوکہ مت دو۔

یہ الفاظ اس کاغذ سے زیادہ بے ثبات ہیں جس پر
لکھے گئے ہیں ۔میری روح اس ذلت کے تصور
سے لرزتی ہے جو تمہیں فرڈی نینڈ کی غلامی میں
نصیب ہو گی ۔ جب وہ غرناطہ پر قابض ہو گا ان
فیاضانہ شرائط کے الفاظ کا مفہوم یکسر بدل جائے گا
۔تم سمجھتے ہو کہ تم فرڈی نینڈ کے پہرے میں آرام کی
نینڈ سو سکو گے ۔تم سمجھتے ہو کہ دنیا میں بے خانماں
اور ذلیل ہو جانے کے بعد تم دین اسلام کی خدمت
کر سکو گے لیکن یاد رکھ! فرڈی نینڈ کی حکومت کے
ساتھ غرناطہ میں وحشت و بربیت کا وہ دور آئے گا
جو آج تک دنیا کی کسی قوم نے نہیں دیکھا، وہ
زبان جو خدا اور رسولؐ کا نام لے گی نوچ ڈالی
جائے گی ۔تمہاری مساجد کی بے حرمتی کی جائے گی
۔تمہارے گھروں کو لوٹا جائے گا تمہاری بہو بیٹیوں کو
سر بازار رسوا کیا جائے گا۔تمہیں بنوک شمشیر عیسائی
بنایا جائے گا۔تمہارے لئے یہ کشادہ اور عالیشان
محل نہیں تنگ و تاریک قید خانے ہوں گے زمین
تمہارے آنسو دیکھے گی اور آسمان تمہاری آہیں سُنے
گا۔ میں یہ نہیں دیکھوں گا میرے لئے آزادی کی
موت آسان ہے تمہارے لئے غلامی کی زندگی

مشکل ہوگی۔ میں جاتا ہوں اور اس کے بعد تم مجھے
نہیں دیکھو گے۔

موسیٰ تیزی سے قدم اُٹھاتا ہوا باہر نکل گیا۔ دارالاسود کے دروازے کے باہر ابوعبداللہ کی ماں اور اس کی بیوی کھڑی تھیں۔ اُن کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ موسیٰ ایک ثانیہ کے لئے اُن کی طرف دیکھ کر رکا اور پھر اُسی رفتار سے آگے چل دیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کے محل کے دروازہ پر لوگوں کا ایک ہجوم کھڑا تھا۔ موسیٰ اپنے خوبصورت گھوڑے پر سوار ہو کر محل سے باہر نکلا۔ وہ سر پاؤں تک لوہے میں غرق تھا۔ لوگ اسے دیکھ کر ادھر اُدھر ہٹ گئے۔ اور اس نے کسی سے بات کئے بغیر گھوڑے کو ایڑ لگا دی شہر کے دروازے سے باہر نکلنے کے بعد اُس کا برق رفتار گھوڑا گرد کے بادلوں میں روپوش ہو گیا۔

آج تک شیر غرناطہ کا انجام کسی کو معلوم نہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ دریائے زدنیل کے کنارے فرڈی نینڈ کے سپاہیوں کے ساتھ لڑتا ہوا شہید ہو گیا اور بعض یہ کہتے ہیں کہ فرڈی نینڈ کی فوج میں گھس کر کئی آدمیوں کو موت کے گھاٹ اُتارنے اور خود بُری طرح زخمی ہونے کے بعد اُس نے دریا میں چھلانگ لگا دی۔

ا۔ موسیٰ بن ابی غسان تاریخ کی ان شخصیتوں میں سے ایک تھا جنہیں فوق العادۃ سمجھ کر لوگ اُن کی موت پر یقین نہیں کرتے۔ غرناطہ کے مغلوم مسلمان ایک مدت تک یہ خیال کرتے رہے کہ وہ مراکش پہنچ کر اُن کی مدد کے لئے ایک فوج تیار کر رہا ہے لیکن اسپین کا یک عیسائی مورخ فرے ''انٹونیو آگا پیڈا'' لکھتا ہے کہ ایک شام دریائے زدنیل کے کنارے فرڈی نینڈ کے پندرہ نیزہ بازوں نے ایک مور شہسوار کو للکارا۔ مور شہسوار نے انہیں جواب دینے کی بجائے ان پر حملہ کر دیا اور نیزے کے پہلے ہی وار سے فرڈی نینڈ کے ایک نائٹ

کو مار گرایا۔ اس کے بعد اُس نے یکے بعد دیگرے عیسائی دستے کے نصف سے زیادہ سواروں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ آخر کار وہ بُری طرح گھائل ہوا لیکن اس کے باوجود بھی ہو گھٹنوں کے بل ہو کر خنجر سے مقابلہ کرتا رہا۔ جب اُس کے ہاتھ پاؤں بالکل جواب دے گئے تو اُس نے دم توڑتے وقت بھی دشمن کی قید کی ذلت گوارا نہ کی اور سخت کوشش کے بعد اپنے آپ کو دریا میں ڈال دیا۔ زخموں کی شدت اور اسلحہ کے بوجھ کے باعث وہ تیر نہ سکا اور اُسے دریا کی موجوں نے اپنی آغوش میں لے لیا۔

عیسائی سوار اس کا گھوڑا پکڑ کر لے گئے اور غرناطہ کے جنگی قیدیوں نے اس بات کی تصدیق کی یہ گھوڑا موسیٰ بن ابی غسان کا ہے۔

(۴)

الحمرا کے راز غرناطہ کے عوام کی نظروں سے دیر تک پوشیدہ نہ رہ سکے۔ شہر کے نوجوان جو موسیٰ کو اپنا نجات دہندہ سمجھتے تھے اُمراء کے خلاف ہو گئے۔ فوج میں اگرچہ ایک گروہ ایسا پیدا ہو چکا تھا جو صلح کے حق میں تھا لیکن اکثریت ایسے لوگوں کی تھی جو جنگ کئے بغیر اپنی شکست تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ تھے،

ایک صبح جب لوگ بیدار ہوئے تو غرناطہ کی ہر مسجد کے دروازے پر اس قسم کے اشتہار چسپاں تھے کہ ابو عبداللہ اور اس کے اُمراء دشمن کے ساتھ قوم کی عزت اور آزادی کا سودا کر چکے ہیں لیکن اگلی صبح صلح پسندوں اور شکست خوردہ ذہنیت کے لوگوں نے جگہ جگہ یہ اشتہار چسپاں کردئے کہ فرڈی نینڈ کی فیاضانہ شرائط کو رد کرنا کفران نعمت ہے۔ یہ انتشار کی ابتدا تھی۔ چند دن میں نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ ہر گلی ہر محلے اور ہر درس گاہ میں امن پسندوں اور جنگ کے حامیوں کا تصادم ہونے لگا۔ مساجد اور درسگاہوں میں متصادم خیالات کے سلطنت کے خلاف سخت مظاہرہ کیا۔ صلح پسندوں کی ایک ٹولی نے اُنھیں سمجھانے کی کوشش کی لیکن عوام کے جوش وخروش

کا یہ عالم تھا کہ وہ اُن پر ٹوٹ پڑے۔ اُنہیں مار بھگانے کے بعد عوام نے شہر میں جلوس نکالا اور چند ایسے اُمراء اور علماء کے گروں کو آگ لگا دی جن پر فرڈی نینڈ کے جاسوس ہونے کا شبہ تھا۔ شہر میں خانہ جنگی کا خطرہ محسوس کرتے ہوئے ابو عبداللہ نے ستر دن کی مدت ختم ہونے سے پہلے ہی شہر کو فرڈینینڈ کے حوالے کر دینے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ ۲ ربیع الاوّل ۸۹۷ھ یعنی ۱۴۹۲ء میں غرناطہ کو دشمن کے قبضہ میں دے دیا گیا۔

ابو عبداللہ گھوڑے پر سوار ہر کر الحمرا سے نکلا۔ اس کے پیچھے شہر کے پچاس اُمراء بھی گھوڑوں پر سوار تھے شہر سے باہر فرڈینینڈ ملک ازابیلا اران کی فوج قطاریں باندھ کر کھڑی تھی۔ ابو عبداللہ نصرانی بادشاہ کے قریب پہنچ کر گھوڑے سے اُتر پڑا۔ ضبط کی انتہائی کوشش کے باوجود اُس کی آنکھوں سے آنسو اُبل پڑے۔ فرڈی نینڈ گھوڑی سے اُتر کر اُسے گلے لگا لیا۔

ابو عبداللہ نے اُسے الحمراء کی کنجیاں پیش کرتے ہوئے کہا۔ خدا نے تجھے غرناطہ حکومت عطا کی ہے۔ میری دعا ہے کہ وہ تجھے رحم، عدل اور انصاف کے قابل بنائے،۔

ابو عبداللہ ملکہ ازابیلا کی طرف متوجہ ہوا۔ ملکہ الحمراء کی عظمت کے سامنے غرناطہ کے آخری تاجدار کی بے کسی دیکھ کر متاثر ہوئے بغیر نہ رہی۔ ایک لمحہ کے لئے وہ ایک عورت تھی۔ اس کا دل بھر آیا اور وہ آبدیدہ ہو کر اپنے شوہر کی طرف دیکھنے لگی۔ ملکہ کا اشارہ پا کر فرڈی نینڈ ابو عبداللہ کو تسلی دینے کے لئے کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن ابو عبد اللہ نے کسی توقف کے بغیر گھوڑے پر سوار ہو کر اس کی باگ موڑ لی۔ تھوڑی دیر بعد وہ اس قافلے کے ساتھ جا ملا جو اس کے مال و متاع کے ساتھ انڈرکس کا رُخ کر رہا تھا۔

اس قافلے میں اُس کی والدہ اور بیوی بھی تھیں۔

فرڈی نینڈ کی افواج فتح کے نقارے بجاتی ہوئی شہر میں داخل ہوئیں، بادشاہ اور ملکہ نے اپنے اپنے مذہبی پیشوا سے درخواست کی کہ وہ اپنے مقدس ہاتھوں سے الحمراء کے بُرج پر نشان صلیب نصب کرے،

غرناطہ کے مردوں، عورتوں اور بچوں کی نگاہیں الحمراء کے بُرج پر لگی ہوئی تھیں ۔یہ شہر جس نے صدیوں تک مجاہدین اسلام کو دُور دراز کی فتوحات سے واپس مسرت کے نعرے لگاتے سُنا تھا اب دشمن کی فتح کے ترانے سُن رہا تھا۔الحمراء کے بُرج پر ابھی تک پرچم اسلام لہرا رہا تھا۔اہل غرناطہ اپنے مقدر کے اس ستارے کو دیکھ رہے تھے۔جو ہمیشہ کے لیئے غروب ہنے والا تھا جب غرناطہ کا ہلال پرچم اُتارا جارہا تھا اور اس کی جگہ صلیب کا جھنڈا بلند ہورہا تھا۔ایک طرف فرڈین ینڈ کی فوج کے سپاہی خوشی کے ترانے گا رہے تھے، اور دوسری طرف اہل غرناطہ کی جگر دوز چیخیں سُنائی دے رہی تھیں ۔ایکفاتح قوم کی رگوں میں زندگی کا کون دوڑ رہا تھا اور ایک مفتوح قوم کی نبض ڈوب رہی تھیں۔

ابوعبداللہ نے البشارات کی ایک پہاڑی کی چوٹی پر پہنچ کر اپنا گھوڑا روکا۔اس نے آخری بار غرناطہ کی طرف دیکھا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

بہادر ماں نے حقارت آمیز لہجے میں کہا۔تم جس سلطنت کی حفاظت کے لئے مردوں کی طرح اپنا خون نہ بہا سکے اب اس کی بربادی پر عورتوں کی طرح آنسو بہانے سے کیا فائدہ؟

البشارات کے ایک مدود علاقے میں ابوعبداللہ کی حکومت چند دن سے زیادہ نہ رہی ۔وہاں کے حیت پسند مسلمانوں کے دل میں اس کے لئے نفرت کے سوا کچھ

نہ تھا۔ابوعبداللہ نے عیسائی فوج کی مدد سے اُن پر حکومت کرنے کی بجائے مراکش کی طرف ہجرت کی اور وہاں سلطان کی فوج میں ملازم ہو گیا۔

(۵)

موسیٰ بن ابی غسان کے خدشات صحیح ثابت ہوئے۔ یہ معاہدہ جسے اہل غرناطہ اپنے لئے امن اور فارغ البالی کا پیغام سمجھتے تھے۔ایک دام فریب تھا اور وہ اس میں پھنس چکے تھے۔تلوار قلم کی تحریر منسوخ کر چکی تھی۔ فاتح پنی خواہش کے مطابق معاہدے کی شرائط کا مفہوم بدل رہا تھا اور مفتوح کا احتجاج بے معنی تھا فاتح قوم کے مذہبی پیشوا یہ فیصلہ دے چکے تھے کہ مسلمانوں کا دین اسپین کے اتحا کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ مسلمان حکومت کے وفادار نہیں بن سکتے۔اہل غرناطہ مراکش اور اہل اسلام کے دوسرے مسلمانوں کی مدد کا انتظار کر رہے ہیں۔وہ جاسوس ہیں اور ان کی علیحدہ زبان، علیحدہ لباس اور علیحدہ تمدن، عیسائی حکومت کے لئے مستقل خطرہ ہے، حکومت ان کی حفاظت کا صرف اس صورت میں ذمہ لے سکتی ہے جبکہ وہ تبدیل قلب کا ثبوت دیں اور تبدیلی قلب کا ثبوت دینے کے لئے اُن کے راہنماؤں کے رسمی اعلانات کافی نہیں۔ اُنہیں امن پسند شہری بننے کے لئے حکومت کا مذہب اختیار کرنا پڑے گا، نہ صرف دنیا میں امن اور آزادی کی زندگی بسر کرنے کے لئے بلکہ آخرت کی نجات کے لئے بھی یہ ضروری ہے کہ وہ اسلام ترک کر کے عیسائیت کے دامن میں پناہ لیں۔

مسلمانوں کے لئے ان کی مساجد کے دروازے بند ہو رہے تھے۔انہیں نماز پڑھنے یا اذان دینے کی اجازت نہ تھی۔ سر بازار عربی زبان میں گفتگو کرنا ایک نا قابل معافی جرم تھا۔غرناطہ کی وہ عظیم الشان درس گاہیں جنہوں نے آٹھ صدیوں

تک مغرب کے ممالک کو علم کی روشنی دی تھی اب حکماً بند کی جا رہی تھی ۔وہ کتب خانے جہاں علم کی قندیلیں روشن تھیں، آگ کے سپرد کیئے جا رہے تھے۔غرناطہ سے باہر زرخیز ارضیات اور باغات پر عیسائی قابض ہو چکے تھے۔تجارت پیشہ مسلمان اپنی دکانوں سے محروم کیئے جا رہے تھے۔لوٹ مار اور قتل و غارت کا طوفان شروع ہو چکا تھا۔غرناطہ کے یہودی تاجر کافی متمول تھے لیکن وہ اپنی دولت بچانے کے لئے لوٹ مار کرنے والوں کو دولت مند مسلمانوں کے گھرون کا پتہ دے رہے تھے۔وہ حکومت کے عمال کے پاس تھوڑی بہت تحائف لے جاتے اور لوٹ مار کے لئے اُن کی توجہ مسلمانوں ک طرف مبذول کراتے۔

یہ صرف ابتدا تھی۔!

ہر نئی صبح غرناطہ کے مسلمانوں کے لئے ایک نئی مصیبت کا پیغام لے کر آتی تھی اور ہر شام آفتاب کی آخری نگاہیں اُن کے چہروں پر مایوسی اور بے بسی میں ایک نیا اضافہ دیکھتی تھیں۔اہلِ غرناطہ زبانِ حال سے یہ کہہ رہے تھے:

اب کیا ہوگا؟

اب ہم کیا کریں؟

اب ہم کیا کرسکتے ہیں؟

قوم کے ترکش کا آخری تیر

(۱)

جبل شیلیر کی ایک وادی سرحدی فوج کے علاوہ تمام ان پہاڑی قبائل کے راہنما جمع تھے جو غرناطہ چھن جانے کے بعد عقاب کی وادی کو اپنا آخری حصار سمجھ چکے تھے۔ بدر بد مغیرہ ایک پتھر پا کھڑا ان کے سامنے تقریر کر رہا تھا:

میرے عزیزو! اور میرے بزرگو! اور میرے ساتھیو! دشمن ہم پر چاروں طرف سے یلغار کر رہا ہے وہ ہمیں مغلوب کرنے کے لئے اپنی تمام قوت بروئے کار لا چکا ہے۔ جن حالات کا ہم سامنا کر رہے ہیں وہ تم سے پوشیدہ نہیں۔ میں ان حالات میں تمہارے ساتھ صرف ایک وعدہ کر سکتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اگر تم عزت اور آزادی کی زندگی حاصل نہ کر سکے تو بھی عزت کی موت کا دروازہ تمہارے لئے بند نہیں ہوگا۔ اگر تم نے مجھے اپنا راہنما بنایا ہے تو تمہارے لئے میرا پیغام یہ ہے کہ تمہارے مقدر میں آزادی کی زندگی یا عزت موت ہے۔ غلامی کی زندگی یا ذلت کی موت نہیں

یہ قانون فطرت ہے کہ اس دنیا میں جو پیدا ہوتا ہے وہ ایک دن ضرور مرتا ہے۔ اگر دنیا کی زندگی کا انجام موت ہے تو اس سے کیا فرق پڑتا

ہے کہ ہم ایک لمحہ کے لئے زندہ رہے یا ایک صدی تک زندہ رہے۔ مرنے والے کی قبر سے دنیا صرف یہ پوچھا کرتی ہے کہ تم زندہ رہے تو کس شان سے زندہ رہے اور تم مرے تو کس آن سے مرے۔ مجھے اس بات پر ناز ہے کہ جب میں اس سرزمین پر اپنے اسلاف کی قبریں دیکھتا ہوں تو مجھے ندامت سے اپنا سر جھکانا نہیں پڑتا۔ تاریخ شاہد ہے کہ انہوں نے کسی وقت بھی عزت کا دامن چھوڑ کر ذلت کی زندگی کا دامن نہیں پکڑا۔ اُنہوں نے عزت کی موت کے راستے سے بھٹک کر ذلت کی زندگی کے دروازے پر دستک نہیں دی اور اپنے اسلاف کی طرح مجھے بھی یہ گوارا نہیں کہ آنے والی نسلیں میری قبر کو حقارت کی نظر سے دیکھیں۔ میں قیامت کے دن اس جماعت کے ساتھ اُٹھنا چاہتا ہوں جس نے حق اور انسانیت کے لئے لڑ کر جان دی ۔ مجھے اُن لوگوں کے ساتھ اُٹھنا پسند نہیں جنہوں نے چند دن کی ذلیل زندگی کی خاطر حق و صداقت سے منہ پھیر لیا اور اپنی آنے والی نسلوں کے لئے دائمی غلامی کی لعنت چھوڑ گئے۔ مومن حق کے لئے جان دیتا ہے۔ حق سے منہ پھیر کر زندہ

رہنا اپنے لئے باعثِ ننگ و عار سمجھتا ہے ہم تعداد میں بہت تھوڑی ہیں ہمارے ذرائع محدود اور وہ دن یاد کرو جب کہ حق پرستوں کی ایک مٹھی بھر جماعت نے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ کر قیصر و کسریٰ کی سطوت کے پرچم سرنگوں کر دئے تھے۔ وہ دن یاد کرو جب طارق بن زیاد نے اندلس کے ساحل پر پہنچ کر اپنا سفینہ جلا دیا تھا۔ اور اپنے جانبازوں کو یہ پیغام دیا تھا کہ مسلمانوں کے پاؤں آگے بڑھنے کے لئے ہیں پیچھے ہٹنے کے لئے نہیں۔

ہماری جنگ وحشت اور بربریت کے خلاف انسانیت کی بغاوت ہے۔ یہ اصول کی جنگ ہے۔ اگر ہم لڑتے ہوئے ختم ہو جائیں تو بھی ہمارا مقصد زندہ رہے گا۔ انسانیت ہر دور میں وحشت کے خلاف آواز بلند کرتی رہے گی۔ ہر زمانے میں حق پرستوں کا کوئی نہ کوئی گروہ اس عظیم الشان مقصد کے لئے شمشیر بکف رہے گا جب تک انسانیت زندہ رہے گی یہ مقصد زندہ رہے گا۔ اور جب تک یہ مقصد زندہ رہے گا ہم زندہ رہیں گے۔

اندلس کے مورخ انسانیت کے علم برداروں کے نافروش نہیں کریں گے۔ وقت صفحۂ ہستی سے و

تحریر نہیں مٹا سکتا جو شہیدانِ قوم اپنے خون سے لکھا کرتے ہیں۔

غرناطہ کے متعلق جو اطلاعات آ رہی ہیں وہ بیحد اندوہناک ہیں۔ مسلمانوں کو بنوک شمشیر اسلام ترک کرنے پر مجبور کیا جا رہا ہے۔ ظلم ستم وحشت اور بربریت کے ہاتھ چاروں طرف سے ان کا تعاقب کر رہے ہیں۔ بازاروں میں مسلمانوں کی زندگی محفوظ نہیں اور گھروں میں اُن کی بہو بیٹیوں کی عزت محفوظ نہیں۔ اب اس معاہدے کے الفاظ کے معنی بدل چکے ہیں۔ جسے اہل غرناطہ اپنی عزت اور بقا کا ضامن سمجھتے تھے۔ وہ لوگ جنہوں نے ایک صحیح اصول کے لئے تلوار اٹھانے سے انکار کیا تھا۔ اب دشمن کے غلط فیصلے تسلیم کرنے پر مجبور ہیں۔ وہ لوگ جنہوں نے اپنی عزت اور آزادی کے لئے خون بہانے سے دریغ کیا تھا اب بے بسی کے آنسوؤں سے اپنی تاریخ کا آخری باب لکھ رہے ہیں۔ انہوں نے آزادہ کے تاج پر غلامی کی زنجیروں کو ترجیح دی۔ انہوں نے یہ سمجھا تھا کہ وہ غلامی کا نہایت معمولی بوجھ اُٹھا کر زندگی کے ہزاروں انعمات حاسل کر سکیں گے لیکن اب ان پر

زندگی کی نعمتوں کے دروازے بند ہو چکے ہیں اور
غلامی کا بوجھ آئے دن زیادہ ہوتا جا رہا ہے۔اُن کی
ہڈیاں اس بوجھ کے نیچے پس رہی ہیں لیکن وہ
احتجاج نہیں کر سکتے۔ان میں سے بعض کا یہ خیال
تھا کہ وہ عیسائی بن کر ان آلام و مصائب سے نجات
حاصل کر لیں گے لیکن اب وہ یہ محسوس کر رہے ہیں
کہ غلام عیسائی اور حکمران میں بہت فرق ہے
میرے دوستو! جب تک میں زندہ ہوں اور جب
تک آپ میرے ساتھ ہیں میں یہ وعدہ کرتا ہوں
کہ اس وادی میں غرناطہ کی تاریخ نہیں دہرائی
جائے گی ہم لڑیں گے۔ہم آخری دم تک لڑیں گے
۔اندلس کی خاک ہماری بے بسی کے آنسو دیکھنے کی
بجائے ہمارے خون سے سیراب ہو گی۔

(۳)

عیسائیوں کو غرناطہ پر قابض ہوئے سات سال گزر چکے تھے۔جنوب مشرق میں ایک چھوٹے سے پہاڑی علاقے کے سوا باقی اسپین پر ان کا تسلط تھا۔

جب اہل غرناطہ اپنی آزادی کی جنگ لڑ رہے تھے قرطبہ اشبیلیہ، طلیطلہ اور باقی اندلس کے مسلمان یہ سمجھتے تھے۔کہ وہ غرناطہ کی جنگ کے باعث اپنے عیسائی حکمرانوں کے مظالم کا شکار ہو رہے ہیں۔ان کا خیال تھا کہ اگر غرناطہ کے مسلمان ہتھیار ڈال دیں تو عیسائی ان پر ظلم نہیں کریں گے۔اسپین میں امن اور مذہبی

رواداری کا ایک نیا دور شروع ہوگا۔ چنانچہ جب انہیں یہ خبر ملی کہ اہل غرناطہ نے ہتھیار ڈال دئے ہیں۔ تو انہوں نے عیسائیوں کو خوش کرنے کے لیے فتح کے جشن میں حصہ لیا۔ اپنے عیسائی حاکموں کے دروازوں پر جمع ہو کر فتح کے نعرے لگائے۔ ان کے مذہبی رہنماوں نے یہ اعلان کیا کہ غرناطہ کی فتح فقط عیسائیوں کی فتح نہیں، ہم سب کی فتح ہے۔ انہوں نے بدر اور اس کے مجاہدین کے خلاف **ملک** کے ساتھ غداری کا الزام لگایا جو اب تک پہاڑوں اور جنگلوں میں آزادی کی جنگ لڑ رہے تھے

۔

لیکن سات سال کے عرصہ میں انہیں معلوم ہو چکا تھا۔ کہ ظلم کی چکی میں غرناطہ ایک ایسا سخت پتھر تھا جو اس کے دو پاٹوں کے درمیان حد فاصل کا کام دے رہا تھا اور اس پتھر کے ہٹ جانے کے بعد چکی کے دونوں پاٹ آپس میں مل چکے تھے۔ وحشت اور بربریت ہٹانے کے بعد ہر سمت سے مسلمانوں کا تعاقب کر رہا تھا۔ اندلس کے وہ مسلمان جو فتح کے لیے اہل غرناطہ کا ساتھ نہ دے سکے، اب ذلت، رسوائی اور مظلومیت میں ان کے ساتھ برابر کے حصہ دار تھے۔ وحشت کے ہاتھ ہر بستی اور ہر شہر میں انسانیت کا دامن نوچ رہے تھے۔

عیسائی حکومت نے یہ اعلان کیا کہ اسپین کے مسلمانوں کے لیے اب صرف تین راستے ہیں۔ ترک اسلام، ترک وطن یا موت۔ جن لوگوں نے عیسائی مذہب قبول کیا وہ عیسائیوں کے ساتھ مساوی درجہ حاصل نہ کر سکے۔ حکمران ان کے ساتھ نفرت سے پیش آتے تھے۔ ان کی نیت پر شبہ کیا جاتا تھا۔ ان پر یہ الزامات لگائے جاتے تھے کہ وہ درپردہ نمازیں پڑھتے ہیں۔ گھروں میں عربی بولتے ہیں۔ پہاڑی باغیوں کی فتح کے لیے دعائیں مانگتے ہیں۔ ان الزامات میں ماخوذ ہونے والوں کو

عام طور پر دروں کی سزا دی جاتی تھی۔ وہ مسلمان جو کلمہ توحید پڑھنے پر مصر تھے۔ بدترین سزاوں کی مستحق سمجھتے جاتے تھے۔ انہیں گرم لوہے سے داغا جاتا۔ انہیں پہیوں پر کھینچا جاتا اور انہیں مساجد کے دروازوں کے سامنے زندہ جلایا جاتا۔ ان حالات میں لاکھوں مسلمان مراکش کی طرف ہجرت کر چکے تھے۔ شمال کے قافلے جنوب کی بندرگاہوں کا رخ کرتے۔ جو لوگ راستے میں لوٹ مار سے بچ کر ساحل تک پہنچتے انہیں مراکش پہنچے کے لیے جہاز ورانوں کو بھاری اجرت ادا کرنا پڑتی۔ اگرچہ معاہد کی شرائط کی رو سے عیسائی حکومت اسپین سے ہجرت کرنے والے مسلمانوں کو اپنے خرچ پر افریقہ کے ساحل تک پہنچانے کی ذمہ دار تھی۔ اور فرڈی نینڈ بذات خود یہ چاہتا تھا کہ ہجرت کرنے والوں پر سختی نہ کی جائے تاہم حکومت کے افسر معاہدے کی باقی شرائط کی طرح اس شرط کو بھی کوئی اہمیت دینے کے لیے تیار نہ تھے۔ شمالی افریقہ کے مسلمان حکمرانوں نے اپنے تمام جہاز اسپین کے پناہ گزنیوں کو نکالنے کے لیے وقف کر دئے لیکن لاکھوں مسلمانوں کو نکالنے کے لیے ایک مدت درکار تھی۔

اہل غرناطہ نے عیسائی حکومت کے وحشیانہ مظالم سے تنگ آ کر بغاوت کی لیکن حکومت نے چند ہی دنوں میں ہزاروں مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور بغاوت فرد کر دی۔

جنوب مشرق کے پہاڑوں اور جنگلوں میں ابھی تک آزادی کے پرچم لہرا رہے تھے فرڈیننیڈ نے بدر بن مغیرہ کی سرکوبی کے لیے کئی مہمیں روانہ کیں لیکن اسے ہر بار ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ عقاب کی وادی کے مجاہدین کی تعداد آئے دن کم ہو رہی تھی۔ اس کے بہت سے ساتھی ہمت ہار کر ہجرت کر رہے تھے لیکن اس کے

عزم واستقلال میں کوئی فرق نہ آیا۔

(۴)

رات کے تیسرے پہر اچانک ربیعہ گہری نیند سے بیدار ہوئی۔ اس کے کمرے میں مشعل جل رہی تھی اور بدر بن مغیرہ زرہ بکتر میں ملبوس اس کے سرہانے کھڑا غور سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

ربیعہ نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ”آپ کب آئے؟“

”میں ابھی آیا تھا اور ابھی جا رہا ہوں“

ربیعہ جواب طلب نگاہوں سے اپنے شوہر کی طرف دیکھنے لگی۔ بدر بن مغیرہ نے کہا

”ربیعہ! شمال کے محاذ پر خدا نے ہمیں فتح دی ہے ہم نے دشمن کو تیس میل پیچھے ہٹا دیا ہے لیکن یہاں پہنچتے ہی مجھے منصور کی اطلاع ملی ہے کہ دشمن کی ایک بہت بڑی فوج نے مغرب کی طرف سے حملہ کر دیا ہے۔ میں اب وہاں جا رہا ہوں۔ انشاء اللہ اس فتح کے بعد میں کئی راتیں آرام کی نیند سو سکوں گا۔ یوسف کیسا ہے؟“

ربیعہ نے جواب۔ ”یوسف اب ٹھیک ہے پرسوں اس کا بخار اتر گیا تھا اگر کیسی ہے۔؟

”زبیدہ بالکل ٹھیک ہے وہ اب کہانیاں سننے کے شوق میں یوسف کے کمرے میں ہی سو جاتی ہے بشیر کہاں ہے؟“

بدر بن مغیرہ نے جواب دیا۔ ”وہ زخمیوں کو یہاں لا رہا ہے۔ امید ہے کہ کل تک پہنچ جائے گا۔ اس دفعہ جنگ میں ہمارے دو سو آدمی زخمی اور پچاس مجاہد شہید ہوئے ہیں لیکن اس کے بدلے دشمن کے تین ہزار سے زیادہ سپاہی موت کے گھاٹ

اتارے جا چکے ہیں۔"

ربیعہ خاموشی سے اپنے شوہر کی طرف دیکھ رہی تھی۔قلعہ سے باہر جمع ہونے والے سپاہوں کا شور سنائی دے رہا تھا۔اچانک ساتھ والے کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک سات برس کا لڑکا آنکھیں ملتا ہوا نمودار ہوا اور بھاگ کر بدرین مغیرہ کے ساتھ لپٹ گیا۔

بدرین مغیرہ نے اسے اٹھا کر گلے لگایا۔اور اس کی پیشانی پر بوسہ دیتے ہوئے کہا۔

"یوسف بیٹا تم جاگ رہے تھے۔"

یوسف نے جواب دیا۔"مجھے زبیدہ نے جگایا ہے۔آپ پھر جا رہے ہیں۔ میں آپ کے ساتھ ضرور جاؤں گا۔"

نہیں بیٹا! تم ابھی بہت چھوٹے ہو۔"

"آپ ہمیشہ یہی کہا کرتے ہیں۔زبیدہ سے پوچھئے میں نے آج کی گڑیا ہوا میں اچھال کر اسے تیر کا نشانہ بنایا تھا۔وہ کہتی تھی اب تم بڑے ہو گئے ہو۔اب تم جہاز پر جا سکتے ہو۔"

"نہیں بیٹا! ابھی تمہارے ننھے ننھے ہاتھ تلوار اور نیزہ اٹھانے کے قابل نہیں۔ تم ابھی تک ننھی سی کمان کے ساتھ کھیلتے ہو۔جب تم بھاری کمان سے تیر چلانے کے قابل ہو جاؤ گے۔میں تمہیں اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ابھی تمہیں اپنی ماں کے ساتھ رہنا چاہیے۔"

"لیکن ابا جان جب تک میں بڑا ہوں گا۔یہ جنگ ختم تو نہیں ہو جائے گی۔"

"کفر اور اسلام کی جنگ کبھی ختم نہیں ہوتی بیٹا! جب تک ایک مسلمان بھی باقی

ہے یہ جنگ جاری رہے گی۔"

زبیدہ جس کی عمر کوئی چھ برس تھی دروازے کے پیچھے کھڑی ان کی باتیں سنتی رہی ۔ بالآخر جھجکتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی ۔ بدرین مغیرہ نے یوسف کو اتار کر اسے گلے لگالیا۔

زبیدہ نے کہا۔"میرے ابا جان کیوں نہیں آئے؟"

"بیٹی! وہ کل آجائیں گے۔

یوسف بدرین مغیرہ کا بیٹا تھا۔اور زبیدہ بشیر بن حسن کی بیٹی تھی ۔ان بچوں کے ساتھ تھوڑی دیر باتیں کرنے کے بعد بدرین مغیرہ انہیں دوسرے کمرے میں چھوڑ آیا اور وہ بادل نخواستہ اپنے اپنے بستر پر لیٹ گئے۔

رخصت کے وقت ربیعہ اور بدر ایک دوسرے کے ساتھ کھڑے تھے۔ مجاہد کی بیوی اپنے شوہر کو آنسوؤں اور سسکیوں کے بغیر رخصت کرنے کی عادی ہوچکی تھی ۔

بدر نے خدا حافظ کہا لیکن کسی نے برآمدے کی طرف کھلنے والے دروازہ کھٹکھٹاتے ہوئے آواز دی ۔"ربیعہ! ربیعہ!!"

ربیعہ نے آواز پہچان کر جواب دیا۔"آؤ انجیلا۔"

انجیلا دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہوئی اور سہمی ہوئی نگاہوں سے ان کی طرف دیکھنے لگی۔

بدر نے کہا "انجیلا بشر یہاں کل پہنچ جائے گا۔وہ زخمیوں کو یہاں لا رہا ہے۔"

انجیلا نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔"میں نیچے سپاہیوں کا شور سن کر بیدار ہوئی تھی ۔معلوم ہوتا ہے آپ پھر کہیں جارہے ہیں۔؟"

بدرین مغیرہ نے ربیعہ کی طرف دیکھا اور خدا حافظ کہہ کر تیزی سے قدم اٹھاتا

ہوا باہر نکل گیا۔

تھوڑی دیر بعد ربیعہ اور انجلا دریچے میں کھڑی باہر جھانک رہی تھیں۔ مجاہدین کی فوج قلعے سے نکل کر جنگل میں روپوش ہو چکی تھی۔ لیکن گھوڑوں کی ٹاپ ابھی تک سنائی دے رہی تھی۔ یہ ٹاپ آہستہ آہستہ مدھم ہوتی گئی۔ اور بالآخر فضا میں گم ہو کر رہ گئی۔ ربیعہ اور انجلا اب باہر جھانکنے کی بجائے ایک دوسری کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

ساتھ کے کمرے میں ان کے بچے یوسف اور زبیدہ بھی اپنے اپنے بستر سے اٹھ کر دریچے کے ساتھ کھڑے تھے۔ سن شعور سے لے کر اب تک ان کے کانوں نے جس آواز کو دلچسپی کے ساتھ سنا تھا وہ قلعے سے جانے والے اور قلعے کی طرف آنے والے گھوڑوں کی آواز تھی۔

(۴)

قلعے کے چند کمرے زخمیوں سے بھرے ہوئے تھے۔ انجلا اور ربیعہ جو مرہم پٹی کا کام سیکھ چکی تھیں۔ طبیبوں اور جراحوں کا ہاتھ بٹا رہی تھیں۔ گزشتہ چند دن انہوں نے نہایت بے آرامی کی حالت میں گزارے تھے۔ مغربی محاذ سے آنے والے زخمیوں کی تعداد میں آئے دن اضافہ ہو رہا تھا۔ اس قلعے کے علاوہ چند میل کے فاصلہ پر ایک اور قلعہ میں بھی زخمیوں کا علاج کا بندوبست کیا جا چکا تھا۔ اس لیے بشیر بن حسن کو دن میں ایک بار وہاں بھی جانا پڑتا تھا۔ جنگ کے متعلق آئے دن تشویش ناک خبریں آ رہی تھیں۔ مجاہدین دشمن کو کئی بار پیچھے ہٹا چکے تھے۔ لیکن ہر شکست کے بعد دشمن تازہ سپاہ میدان میں لا رہا تھا۔ یہ سرحدی عقاب کی پہلی جنگ تھی۔ جس میں شہیدوں کی تعداد ایک ہزار تک پہنچ چکی تھی۔

ایک دن علی الصباح محاز جنگ سے آنے والے قاصد نے بشیر بن حسن کو یہ خوش خبری دی کہ مجاہدین (فرڈی نینڈ کی افواج کو شکست دینے کے بعد ان کا تعاقب کرر ہے ہیں۔ قلعے میں فتح کا نقارہ بجایا گیا۔آس پاس کی بستیوں اور فوجی چوکیوں میں رہنے والے لوگوں کے کان اس نقارے کے مفہوم سے آشنا تھے اور وہ اس کے جواب میں اپنی اپنی جگہ نقارے بجانے لگے۔آن کی آن میں عقاب کی وادی کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک نقاروں کی گونج سنائی دینے لگی۔ ہر بستی کے بچے بوڑھوں اور عورتوں کی زبان پر اللہ اکبر کا نعرہ تھا۔وہ لوگ جنہیں آئے دن زخمیوں اور شہیدوں کی تعداد میں اضافے کی خبریں سن کر جنگ کے نتائج کے بارے میں تشویش تھی۔بارگاہ ایزدی میں تشکر کے آنسو پیش کرر ہے تھے۔

قلعے کے اندر بعض زخمی فتح کی خبر سنتے ہی اپنے اپنے کمرے سے باہر نکل آئے۔اور وہ زخمی جو چلنے کے قابل نہ تھے اٹھ کر بیٹھ گئے۔مرجھائے ہوئے چہروں پر زندگی کا خون دوڑ رہا تھا۔سہمی ہوئی نگاہیں فخر اور غرور کے ساتھ آسمان کی طرف اٹھ رہی تھیں۔ قلعے کے پہریدار زخمی مجاہدوں سے بغل گیر ہور ہے تھے۔ربیعہ اور انجیلا اپنے کم سن بچوں کے ساتھ بالائی منزل کی گیلری میں کھڑی مجاہدین کے پر جوش نعرے سن رہی تھی۔

قلعے کے چند کمرے زخمیوں سے بھرے ہوئے تھے۔انجیلا اور ربیعہ جو مرہم پٹی کا کام سیکھ چکی تھیں۔طبیبوں اور جراحوں کا ہاتھ بٹا رہی تھیں۔گزشتہ چند دن انہوں نے نہایت بے آرامی کی حالت میں گزارے تھے

مغربی محاذ سے آنے والے مجاہدین کی تعداد میں آئے دن اضافہ ہو رہا تھا۔ اس قلعے کے علاوہ ایک اور قلعہ مین بھی زخمیوں کے علاج کا بندوبست کیا جا چکا تھا۔

اس لئے بشیر بن حسن کو دن میں ایک بار وہاں بھی جانا پڑتا تھا، جنگ کے متعلق آئے دن تشویش ناک خبریں آرہی تھیں۔ مجاہدین دشمن کو کئی بار پیچھے ہٹا چکے تھے۔ لیکن ہر شکست کے بعد دشمن تازہ سپاہ میدان میں لا رہا تھا۔ یہ سرحدی عقاب کی پہلی جنگ تھی۔ جس میں شہیدوں کی تعداد ایک ہزار تک پہنچ چکی تھی۔

ایک دن علی الصباح محاذ جنگ سے آنے والے قاصد نے بشیر بن حسن کو یہ خوش خبری دی کہ مجاہدین فرڈی نینڈ کی افواج کو شکست دینے کے بعد ان کا تعاقب کر رہے ہیں، قلعے میں فتح کا نقارہ بجایا گیا، آس پاس کی بستیوں اور فوجی چوکیوں میں رہنے والے لوگوں کے کان اس نقارے کے مفہوم سے آشنا تھے، اور وہ اس کے جواب میں اپنی، اپنی جگہ نقارے بجانے لگے۔ آن کی آن میں عقاب کی وادی کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک نقاروں کی گونج سنائی دینے لگی۔ ہر بستی کے بچے، بوڑھوں اور عورتوں کی زبان پر اللہ اکبر کا نعرہ تھا۔ وہ لوگ جنہیں آئے دن زخمیوں اور شہیدوں کی تعداد میں اضافے کی خبریں سن کر جنگ کے نتائج کے بارے میں تشویش تھی۔ بارگاہ ایزدی میں تشکر کے آنسو پیش کر رہے تھے۔

قلعے کے اندر بعض زخمی فتح کی خبر سنتے ہی اپنے، اپنے کمروں سے باہر نکل آئے تھے۔ اور زخمی جو چلنے کے قابل نہ تھے۔ مرجھائے ہوئے چہروں پر زندگی کا خون دوڑ رہا تھا۔ سہمی ہوئی نگاہیں فخر وغرور کے ساتھ آسمان کی طرف اٹھ رہی تھیں۔ قلعے کے پہرے دار زخمی مجاہدوں سے بغل گیر ہو رہے تھے۔ ربیعہ اور انجیلا اپنے کم سن بچوں کے ساتھ بالائی منزل کی گیلری میں کھڑی مجاہدین کے پرجوش نعرے سن رہی تھیں۔

تھوڑی دیر کے بعد آس پاس کی بستیوں کے لوگ فتح کی تفصیلات معلوم کر

نے کے لئے اس قلعے کا رخ کر رہے تھے ۔شام تک ان لوگوں کا تا نتا بندھا رہا، بستیوں کے لوگ دیر تک اپنے محبوب رہنما کا انتظار کرتے رہے ۔لیکن جب رات ہوگئی اور بدر بن مغیرہ کی آمد کے بارے میں کوئی اطلاع نہ ملی تو انہوں نے اپنے، اپنے گھر کا رخ کیا۔عشاء کی نماز کے بعد بشیر بن حسن مسجد سے نکل کر مریضوں کے کمرے کا رخ کر رہا تھا، کہ قلعے کے باہر چند گھوڑوں کی ٹاپ سنائی دی۔بشیر رک کر دروازے کے باہر دیکھنے لگا۔پہرے دار نے دروازہ کھولا، اور چار سوار اندر داخل ہوئے، ایک سوار اپنا گھوڑا روک کر پہریدار سے مخاطب ہوا۔بشیر بن حسن کہاں ہے؟

بشیر بن حسن سوار کی آواز پہچان کر آگے بڑھا اور بولا ابو محسن میں یہاں ہوں۔

ابو محسن نے کہا۔میں آپ کو لینے آیا ہوں۔جلدی تیار ہو جائیں، بدر زخمی ہے۔

بشیر نے گھبرا کر سوال کیا۔بدر زخمی ہے۔کہاں ہے وہ؟

یہاں سے کوئی اُٹھ کوس کے فاصلے پر وہ بے ہوش ہوگیا تھا۔اس لئے اسے ہم یہاں نہیں لا سکے، وہ ندی کے پل کے پاس بربریوں کی بستی میں ہے۔

میں ابھی آتا ہوں۔بشیر یہ کہہ کر ادویات کا تھیلا لینے کے لئے بھاگا۔اور ابو محسن نے سپاہیوں کو جو اس کے گرد جمع ہو رہے تھے، تازہ دم گھوڑوں پر زینیں ڈالنے کے لئے کہا

(۵)

بدر بن مغیرہ بستی کے سردار کے مکان میں بستر پر پڑا تھا، اسے بستر پر لیٹے، لیٹے تین بار غش آ چکا تھا۔کمرے میں منصور بن احمد کے چند آدمی اس کے بستر کے قریب کھڑے تھے۔ان میں سے دو وہ طبیب بھی تھے جو میدان جنگ سے اس کے

ساتھ آئے تھے۔

وہ لوگ جنہیں کمرے سے باہر روکا گیا تھا رو، روکر اپنے محبوب رہنما کے لئے دعائیں مانگ رہے تھے۔

بدر بن مغیرہ کے بدن پر سات زخم تھے۔ زخمی ہونے کی حالت میں بھی اس نے کئی کوس تک بھاگتے ہوئے دشمن کا پیچھا کیا تھا، اور اس کا بہت سا خون ضائع ہو چکا تھا۔

لوگ انتہائی بے قراری سے بشیر بن حسن کا انتظار کر رہے تھے۔ بدر بن مغیرہ نے چوتھی بار ہوش میں آ کر پانی مانگا۔ منصور نے اسے اپنے ہاتھ کا سہارا دے کر پانی پلایا۔ پانی کے چند گھونٹ پینے کے بعد بدر نے نحیف آواز میں کہا مجھے قران سناؤ

ایک خوش الحان شخص نے قران کریم کی تلاوت شروع کی، مجاہد نے سرور میں آ کر آنکھیں بند کر لیں۔ طبیب نے آگے بڑھ کر نبض پر ہاتھ رکھنے کی کوشش کی۔ لیکن بدر بن مغیرہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اب میں بے ہوش نہیں ہوں، یہ آواز مجھے جگایا کرتی ہے سلایا نہیں کرتی۔

دور سے گھوڑوں کی ٹاپ سنائی دی، اور تھوڑی دیر بعد بشیر بن حسن تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔ لوگ ادھر، ادھر ہٹ گئے۔ بشیر کو دیکھ کر بدر کے مرجھائے ہوئے چہرے پر اچانک بشاشت آ گئی۔ بشیر نے آگے بڑھ کر اس کی نبض پر ہاتھ رکھ دیا۔

بدر نے ایک ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اپنے طبیب کا خیر مقدم کیا، اور کچھ دیر دروازے کی طرف دیکھنے کے بعد اس کی متلاشی نگائیں بشیر کے چہرے پر مرکوز ہو گیں۔

بشیر نے اس کا مطلب سمجھتے ہوئے کہا، وہ ابو محسن کے ساتھ آ رہی ہیں۔تھوڑی دیر تک پہنچ جائیں گی۔

بدر نے آنکھیں بند کر لیں۔ بشیر نے منصور اور دو طبیبوں کے علاوہ سب کو کمرے سے باہر چلے جانے کے لئے کہا۔ جب وہ باہر نکل گئے تو اس نے طبیبوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ یہ پھر بے ہوش ہو رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے تم نے خون بند کرنے میں تاخیر سے کام لیا۔

ایک طبیب نے جواب دیا انہوں نے زخم کھانے کے بعد بھی دشمن کا دور تک پیچھا کیا تھا

بشیر نے اپنا تھیلا کھولا، ایک شیشی نکالی اور دوا پیالی مین ڈالنے کے بعد منصور کی طرف دیکھا۔منصور نے اپنے ہاتھوں سے بدر کے سر کو سہارا دیا

بدر نے کرتے ہوئے آنکھیں کھولیں۔ بشیر نے دوا کی پیالی اس کے منہ کو لگاتے ہوئے کہا، پی لیجیے۔

بدر نے دوائی پینے کے بعد آنکھیں بند کر لیں، منصور نے آہستہ سے اس کا سر تکیے پر رکھ دیا۔ بدر کے اشارے پر ایک طبیب نے شمعدان اٹھا کر بدر کے بستر کے قریب رکھ دیا، بشیر نے غور سے بدر کا چہرہ دیکھنے کے بعد کہا

یہ کسی زہر آلود ہتھیار سے زخمی ہوئے ہیں۔ میں تمام زخم دیکھنا چاہتا ہوں۔

بشیر بن حسن کے ساتھی یکے بعد دیگرے زخموں کی پٹیاں کھول رہے تھے، اور وہ ہر زخم پر تازہ پھاہے رکھنے اور نئی پٹیاں باندھنے میں مصروف تھا۔ ابھی وہ اس کام سے فارغ نہیں ہوا تھا کہ بستی کے باہر گھوڑوں کی ٹاپ سنائی دی۔ بشیر نے منصور کی طرف دیکھا اور کہا شاید، ابو محسن، ربیعہ اور انجلا کے ساتھ پہنچ گیا ہے، تم باہر جاؤ اور

انہیں دوسرے کمرے میں ٹھہر نے کے لئے کہو۔میں تھوڑی دیر میں انہیں بلالوں گا
منصور باہر نکل گیا۔

(۶)

مکان کے دوسرے کمرے میں ربیعہ اور انجلا کھڑی تھیں۔بستی کی عورتیں اور لڑکیاں ان کے گرد کھڑی تھیں۔سب کی آنکھوں میں آنسو اور لبوں پر دعائیں تھیں۔

تھوڑی دیر بعد ساتھ والے کمرے کا دروازہ کھلا، اور بشیر نے اندر جھانکتے ہوئے ربیعہ اور انجلا کو ہاتھ سے اشارہ کیا۔اور وہ دوسرے کمرے میں چلی گئیں۔

بشیر نے دوبارہ دروازہ بند کر دیا۔بدر بن مغیرہ کے کمرے میں اب بشیر، ربیعہ اور انجلا کے سوا کوئی نہ تھا۔یہ تینوں بستر کے گرد کھڑے تھے۔

بشیر نے بدر کی نبض پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔میں نے زخموں پر پٹی باندھنے کے لئے انہیں خود بے ہوش کیا تھا۔اب میں انہین ہوش میں لانے کی دوا پلا چکا ہوں۔اس کا اثر ہو رہا ہے۔

ربیعہ خاموشی سے اپنے شوہر کی طرف دیکھ رہی تھی۔وہ حس جس کا تعلق صرف دل سے ہے۔اسے تقدیر کے فیصلے سے آگاہ کر چکی تھی۔امیدوں کا سہارا لینے کے باوجود اس کا دل بیٹھا جا رہا تھا۔

بدر نے چند بار کراہنے کے بعد آنکھیں کھولیں۔اور ربیعہ اور انجلا کی طرف دیکھنے کے بعد کہا۔یوسف اور زبیدہ نہیں آئے۔

ربیعہ نے کہا میں نے انہیں اس وقت لانا مناسب نہیں سمجھا۔خدا آپ کو صحت دے وہ صبح کو پہنچ جائیں گے۔

بشیر نے اپنے تھیلے سے ایک اور دوا کی شیشی نکالیا ور دوا پیالی میں ڈال دی۔

بدر نے نحیف آواز میں کہا۔بشیر اب اس کی ضرورت نہیں۔میری منزل آ چکی ہے۔

بشیر نے کہا آپ انشا اللہ ٹھیک ہو جائیں گے، لیجیے۔

میں جانتا ہوں میرا طبیب بہت ضدی ہے۔یہ کہتے ہوئے بدر نے لیٹے ہوئے اپنا منہ کھول دیا۔بشیر نے اسے دوا پلانے کے بعد آنجلا کو ہاتھ سے اشارہ کیا، اور یہ دونوں دوسرے کمرے میں چلے گئے۔

ربیعہ بدر بن مغیرہ کے اشارے پر اس کے قریب بیٹھ گئی۔بدر نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا۔ربیعہ میں نے تمہیں آگ کی چتا کے سامنے مسکراتے ہوئے دیکھا تھا۔لیکن آج تم مغموم ہو۔میں نے کوئی ایسی بات نہیں کی جو تمہارے شوہر کے شایان شان نہ تھی۔

میں نے پیٹھ پر کوئی زخم نہیں کھایا۔قیامت کے دن تمہیں میرے لئے شرمسار نہیں ہونا پڑے گا۔

ربیعہ کے ہونٹوں سے درد میں ڈوبی ہوئی آواز نکلی۔میرے آقا یوں نہ کہیے، مجھے آپ پر فخر ہے۔ان الفاظ کے ساتھ وہ آنسو جنہیں وہ دیر سے روکنے کی کوشش کر رہی تھی، بہہ نکلے،

بدر نے کہا تمہارے مستقبل کے بارے میں میں نے چند باتیں منصور کو سمجھا دی ہیں۔وہ تمہیں مراکش پہنچا دے گا۔دشمن اس شکست کے بعد دیر تک آرام سے نہیں بیٹھے گا۔وہ سردیاں گزر جانے کے بعد شاید اپنی پوری قوت کے ساتھ حملہ کر دے۔اس صورت میں ممکن ہے مجاہدین کو پیچھے ہٹ کر جنگ چیاول لڑنی پڑے۔ایسی جنگ مین عورتوں اور بچوں کی حفاظت کا مسئلہ بہت نازک ہوتا ہے۔اس لئے میں نے منصور سے کہا ہے کہ وہ تمام عورتوں اور بچوں کو مراکش پہنچا دے۔

ربیعہ نے کہا نہیں میں ہجرت نہیں کرونگی ۔ مجھے یقین ہے خدا آپ کو شفا دے گا ۔لیکن اگر خدا کو یہ منظور نہیں ،تو مجھے اس زمین کے کانٹے جن پر آپ کا خون گرا ہے ،مراکش کے پھولوں سے زیادہ عزیز ہونگے ۔

بدر نے کراہتے ہوئے تھوڑی دیر کے لئے آنکھیں بند کرلیں ،اور پھر ربیعہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ۔ربیعہ میں نے ایک مقصد کے لئے اپنے ساتھیوں سے قربانی کا مطالبہ کیا تھا ،لیکن مجھے اس بات کا احساس ہے کہ میرے ساتھیوں کے سامنے سب سے بڑا مسئلہ میری بیوی اور میرے بیٹے کی حفاظت کرنا ہوگا ۔وہ پہاڑوں اور جنگلوں میں لڑنے کی بجائے میرے گھر کے دروازے کے سامنے جانیں دیں گے ۔تمہارے منع کرنے پر بھی وہ یہ ہی کریں گے ۔لیکن تمہارے متعلق وہ مطمئن ہو کر وہ یکسوئی سے اس مقصد کے لئے جنگ جاری رکھیں گے ۔جس کے لئے میں نے تلوار اٹھائی تھی ۔تم اگر چاہو تو مراکش پہنچ کر بھی ان کے لئے بہت کچھ کرسکو گی ۔یہاں سے عورتوں اور بچوں کو نکالنے کے لئے بہت سے جہاز بھجوانے کی ضرورت ہے ۔اس کے علاوہ تم اہل مراکش کو مہاجر عورتوں اور بچوں کی مدد کے لئے آمادہ کرسکو گی ۔ مجھے یقین ہے کہ مراکش کے امرا اور سلاطین تمہاری آواز پر لبیک کہیں گے ۔ ربیعہ تم اگر ان لوگوں کی مدد کے لئے کوئی فوج نہ بھجوا سکو ،تو بھی تمہاری طرف سے یہ کافی ہے کہ تم میرے ان رفیقوں کے یتیم بچوں اور بیواؤں کو اپنے ساتھ کسی محفوظ مقام پر لے جاؤ ۔جو گزشتہ جنگوں میں شہید ہو چکے ہین ۔تم ان کی پرورش کرو ۔ان یتیم بچوں کو اس قابل بناؤ کہ وہ بڑے ہو کر جہاد میں حصہ لے سکیں ،ممکن ہے کہ ان میں سے ہی کوئی طارق یا عبدالرحمٰن نکل آئے ۔

ربیعہ نے کہا میں آپ کے حکم کی تعمیل کرونگی ،

یہ میری خواہش ہے حکم نہیں

آپ کی خواہش پوری ہوگی

یوسف کو اس قابل بنانا کہ وہ اسلاف کا نام روشن کر سکے

ربیعہ نے آبدیدہ ہو کر کہا۔ یوسف آپ کے نام کو دھبہ نہیں لگائے گا

بدر نے سوال کیا لیکن کیا؟

یوسف کو ابھی چند برس آپ کے (اپنے باپ) سائے کی ضرورت ہے۔ مجھے یقین ہے خدا اسے آپ کے سایے سے محروم نہیں کرے گا آپ زندہ رہیں گے قوم کو آپ کی ضرورت ہے۔ ربیعہ اب پھوٹ، پھوٹ کر رو رہی تھی

بشیر بن حسن اور انجلا کمرے میں داخل ہوئے، ربیعہ اپنے آنسو پونچھتی ہوئی کھڑی ہوگئی، اور بولی مجھے معاف کیجیے۔ بدر نے ایک مغموم مسکراہٹ کے ساتھ آنکھیں بند کر لیں۔

صبح تک بدر بن مغیرہ کو کئی بار غش آیا۔ گرد و نواح کی بستیوں کے ہزاروں لوگ اس مکان کو گھیرا ڈالے ہوئے تھے۔ سپاہیوں کے قافلوں کے ساتھ یوسف اور زبیدہ بھی پہنچ گئے۔

طلوع آفتاب سے تھوڑی دیر پہلے بدر بن مغیرہ نے اپنے تیمار داروں پر آخری نگاہ ڈالنے کے بعد آنکھیں بند کر لیں، اور نحیف آواز میں کہا منصور میں اپنا ادھورا کام تمہیں سونپتا ہوں۔ تم اس وقت تک دشمن کی ساری توجہ اپنی طرف مبذول رکھو۔ جب تک کہ باقی ملک کے مسلمان مراکش نہیں پہنچ جاتے۔ اگر تم نے ہتھیار ڈال دیے تو دشمن چاروں طرف سے مطمئن ہو کر اپنی ساری قوت مسلمانوں کو تہہ تیغ کرنے میں صرف کر دے گا۔ بشیر مراکش میں یہاں کے یتیم بچوں اور بیواؤں کے لئے

جائے پناہ تلاش کرنے کا کام میں تمہیں سونپتا ہوں ۔تمہاری یہاں بھی ضرورت ہو گی لیکن یہ کام بہت ضروری ہے ۔ابو محسن مجھے یقین ہے کہ تمہاری رفاقت میں منصور یہ محسوس نہیں کرے گا کہ وہ اکیلا ہے ۔میرا وقت آ چکا ہے ۔میری منزل مجھے دکھائی دے رہی ہے ۔انا للہ و انا الیہ راجعون ۔

آخری چند الفاظ بار، بار دہرانے کے بعد بدر بن مغیرہ دیر تک بار، بار کلمہ شہادت پڑھتا رہا، اس کی آواز نحیف ہوتی گئی ۔ یہاں تک کہ اس کے ہونٹ ہل رہے تھے ۔لیکن آواز نہ تھی ۔ تیمار دار یہ سمجھ رہے تھے ۔کہ وہ سو رہا ہے ۔طبیبوں کا خیال تھا، کہ وہ بے ہوش ہو چکا ہے ۔

بشیر بن حسن نے آخری بار اس کی نبض پر ہاتھ رکھا، پھر اس کی آنکھیں کھول کر دیکھیں اور انا للہ و انا الیہ راجعون کہہ کر سر جھکا دیا ۔

دو ماہ بعد چند کشتیاں جن پر عورتیں اور بچے سوار تھے، اندلس کے ساحل سے مراکش کا رخ کر رہی تھیں ۔ایک کشتی میں بشیر بن حسن کے ساتھ ربیعہ، انجیلا، یوسف اور زبیدہ سوار تھے ۔

افق مشرق سے آفتاب نمودار ہو رہا تھا ۔ یہ وہی آفتاب تھا جس نے اندلس کے ساحل پر غازیان اسلام کا پہلا سفینہ دیکھا تھا ۔ یہ وہی آفتاب تھا جس نے قریباً آٹھ سو برس تک حیرت و استعجاب سے اسلامیان اندلس کے عروج کی شاندار منازل دیکھی تھیں ۔ یہ وہی آسمان تھا جس کے وسیع سینے پر طارق اور عبد الرحمن کے جانشینوں کی سطوت و اقبال کی داستانیں نقش تھیں ۔ یہ وہی سمندر تھا جس کی لہریں مجاہدوں کے سمند شوق کے لئے تازیانے کا کام دیا کرتی تھی ۔لیکن آج یہ آسمان، یہ سمندر اور یہ سورج اس قوم کی بیٹیوں اور بچوں کی نگاہوں میں بے بسی کے آنسو دیکھ

رہے تھے۔ جس کے شہیدوں نے اپنے خون کے چھینٹوں سے اندلس کی خاک کے ذروں کو دل فریبی اور رعنائی عطا کی تھی۔ انقلابات زمانہ کے یہ خاموش تماشائی وقت کا دامن تھام کر یہ پوچھ رہے تھے، کیا یہ وہی قوم ہے جس کا خون الحمرا کے سرخ پتھروں میں جھلکتا ہے؟

ربیعہ کشتی کے ایک کونے میں کھڑی اندلس کے ساحل کی آخری جھلک دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے آنسوؤں کے پردے حائل ہو رہے تھے۔

یوسف نے آگے بڑھ کر کہا، امی: زبیدہ کہتی ہے، خالو جان ہمیں مراکش چھوڑ کر واپس آجائیں گے۔

ہاں بیٹا ربیعہ نے اس کی طرف دیکھے بغیر جواب دیا۔

یوسف تھوڑی دیر سوچنے کے بعد پھر بولا۔ امی جان میں بھی ان کے ساتھ واپس آجاؤں گا۔

ربیعہ نے اپنے بیٹے کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ نہیں بیٹا ابھی تم بہت چھوٹے ہو۔ جب تم بڑے ہو جاؤ گے، میں تمہیں منع نہیں کروں گی۔

امی میں بہت جلدی بڑا ہو جاؤں گا، میں جہاز ران بنوں گا۔ آپ کہتی تھیں مراکش میں سب مسلمان ہین۔ میں ان سب کو جہازوں پر سوار کر کے اندلس لے جاؤں گا۔ اور ہم دشمن کو اپنے ملک سے نکال دیں گے۔ امی آپ کہتی ہیں کہ جب طارق یہاں آیا تھا تو اس کے ساتھ زیادہ مسلمان نہیں تھے،

پھر بھی انہیں فتح ہوئی، جب ایک مسلمان دس کافروں سے لڑ سکتا ہے تو غرناطہ سے ہزاروں مسلمان یہ ملک چھوڑ کر کیوں چلے گئے ہیں۔

آپ کہتی ہیں کہ قرطبہ اور اشبیلیہ اور دوسرے شہروں سے بھی لاکھوں مسلمان

مراکش چلے گئے ہیں، وہ اکھٹے ہو کر لڑے کیوں نہیں۔

بیٹا طارق کے ساتھیوں کے پاس ایمان تھا، لیکن ان لوگوں کا ایمان کمزور ہے۔ وہ موت کو ایک کھیل سمجھتے تھے اور یہ موت سے ڈرتے ہیں۔ اس زمانے میں ایک ادنیٰ مسلمان بھی غداری نہیں کرتا تھا، اور اب بڑے، برے لوگ غدار ہیں۔

ربیعہ سے چند قدم دور زبیدہ انجیلا سے کہہ رہی تھی۔ امی یوسف کہتا ہے کہ میں جہاز کا کپتان بنوں گا، اور مراکش سے ایک بہت بڑی فوج لے کر اندلس جاؤں گا۔

ہاں بیٹی یوسف درست کہتا ہے۔ تو امی جان میں بھی اس کے ساتھ جاؤں گی۔

تم اس کے ساتھ جا کر کیا کرو گی بیٹی؟

میں زخمیوں کی مرہم پٹی کیا کروں گی۔ امی جان میں تیر چلانا بھی سیکھ لوں گی۔

اچھا بیٹی:

کشتی کے دوسرے کونے پر اسی بیڑے کا مراکشی کپتان بشیر بن حسن سے باتیں کر رہا تھا۔ بدر بن مغیرہ کی آخری فتح اور شہادت کے متعلق چند سوالات پوچھنے کے بعد کپتان نے سوال کیا۔ آپ یہ جنگ کب تک جاری رکھیں گے؟

بشیر بن حسن نے جواب دیا۔ جب تک ہماری رگون میں خون دوڑتا رہے گا۔ ہمارے دلوں میں شہادت کی تمنا باقی رہے گی،

کپتان نے کہا میں اُپ کے جذبات کی قدر کرتا ہوں،، لیکن کیا آپ یہ نہیں سوچتے کہ آپ کی جنگ اندلس میں رہے سہے مسلمانون کی مشکلات میں اضافہ کر رہی ہیں۔

نہیں بلکہ ہم یہ سوچتے ہیں، کہ جب ہماری تلواریں نیام میں چلی جائیں گی تو ظلم کے ہاتھ ان پر زیادہ سختی سے اٹھیں گے۔

لیکن آپ کے مٹھی بھر مجاہدین کی جنگ کا انجام کیا ہوگا؟

مجاہدین کی جنگ کے دو ہی انجام ہو سکتے ہیں۔ فتح یا شہادت

میرے خیال میں آپ کے لئے فتح کی نسبت شہادت کے امکانات زیادہ ہیں

۔

تو بھی ہم خسارے میں نہ رہیں گے، اندلس میں مسلمانوں کی تاریخ کا جو باب ہمارے خون سے لکھا جائے گا، وہ اس باب سے مختلف ہوگا جو اہل غرناطہ اپنی بے کسی کے آنسوؤں سے لکھا جائے گا، آنے والی نسلیں اسے پڑھ کر شرم سے اپنی گردنیں نہیں جھکائیں گے۔ ہمارے مقدر میں ذلت و رسوائی کی زندگی نہیں ہوگی۔

کپتان نے کہا، اگر قدرت کو ہماری بہتری مقصود ہوتی تو غرناطہ میں موسیٰ جیسے جلیل القدر مجاہد کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا۔ اور اس کے بعد مجاہدین کی رہی سہی جماعت بدر بن مغیرہ کی قیادت سے محروم نہ ہوتی۔

بشیر نے برہم ہو کر کہا، کون کہتا ہے موسیٰ اپنے مقصد میں ناکام رہا۔ اہل غرناطہ کی شکست موسیٰ کی شکست نہ تھی۔

یہ ان غداروں اور ملت فروشوں کی شکست تھی۔ جنہوں نے عزت کی موت پر ذلت اور غلامی کی زندگی کو ترجیح دی۔ یہ ابو عبداللہ کی شکست تھی۔ یہ ان امرا اور علماء کی شکست تھی، جنہوں نے اس دنیا میں چند دن زندہ رہنے کے لئے دائمی ذلت اور رسوائی قبول کر لی ہے۔ موسیٰ ایک مومن تھا وہ مومن کی زندگی جیا اور مومن کی موت مرا۔ اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ قدرت کو ہماری بہتری مقصود نہیں تو بھی آپ غلطی پر

ہیں، قدرت نے اندلس کے مسلمانوں کی ایک قلیل تعداد پر صدیوں تک انعامات کی بارش کی ہے، ہم نے دنیا کی بڑی سے بڑی طاقتوں کو شکست دی۔ کیا یہ قدرت کا انعام نہیں؟ کہ عقاب کی وادی میں مٹھی بھر مجاہدین برسوں سے وحشت اور بربریت کا سیلاب روکے ہوئے ہیں۔ کیا یہ قدرت کا انعام نہیں کہ اس نے ایک ایسی قوم کو جس کا اجتماعی اخلاق اور کردار فنا ہو چکا تھا

ایک بار پھر صراط مستقیم پر گامزن ہونے کا موقع دینے کے لئے بدر اور موسیٰ جیسے رہنما عطا کیے۔ قوم اگر ایسے لوگوں کے ساتھ غداری کرتی ہے، تو اس میں قدرت کا کیا قصور؟ قوم میں آج بھی وہ لوگ موجود ہیں۔ جو ہمت ہارنا اور مایوس ہونا نہیں جانتے، یہ لوگ اندلس میں قوم کا آخری مورچہ سنبھالے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ صرف اندلس کے مسلمانوں کو ہی نہیں بلکہ ساری دنیا کے مسلمانوں کو یہ پیغام دے رہے ہیں۔ کہ آ ؤ کفر اور اسلام کی جنگ میں ہمارے ساتھ شامل ہو جاؤ۔ ان لوگوں کی آواز آخری دم تک مراکش، مصر، ترکستان اور دوسرے ممالک کے مسلمانوں کو جھنجھوڑتی رہے گی۔ یہ لوگ اس امید پر لڑتے رہیں گے کہ کسی دن ان کے بھائی غفلت سے بیدار ہو جائیں گے۔ کسی دن کوئی مجاہد ان کی مدد کے لئے پہنچے گا، اور اگر عالم اسلام کو ہوش نہ آیا تو تب بھی اندلس میں مسلمانوں کی مکمل تباہی کی ذمہ داری ان مجاہدین پر عائد نہ ہوگی۔ جو اپنے خون سے تاریخ عالم کے صفحات پر یہ لکھ جائیں گے، کہ جب ساری دنیا کے مسلمان سو رہے تھے، اندلس کے ایک گوشے میں یہ چند سرفروش حرم کی پاسبانی کر رہے تھے۔

کپتان نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہا۔ کیا میں آپ کی جماعت میں شریک ہو سکتا ہوں؟

بشیر بن حسن نے جواب دیا۔آپ کو میری اجازت کی ضرورت نہیں ۔اپنے دل سے مشورہ کیجیے۔

میں اپنے دل سے مشورہ کر چکا ہوں۔

(۸)

مجاہدین اپنے نئے رہنما منصور بن احمد کی قیادت میں کئی برس لڑتے رہے عقاب کی وادی مدت تک ان کے خون سے لالہ زار ہوتی رہی ۔ بارہا ان کی تلواریں وحشت اور بربریت کے سیلاب کے سامنے سد سکندری ثابت ہوئیں، کبھی، کبھی اس سیلاب کی شدت کے سامنے انہیں پیچھے ہٹنا پڑا، اور کبھی سیلاب کی لہریں عزم و ہمت کی ان چٹانوں سے ٹکرا کر پیچھے ہٹ جاتیں۔لیکن عالم اسلام سویا رہا، مراکش کا مسلمان اپنے ریگ زاروں میں خوش تھا۔مصر کا مسلمان نیل کے ساحل پر سو رہا تھا۔ترک قسطنطنیہ کی دیواروں کے سائے میں اونگھ رہے تھے۔عرب اپنے نخلستانوں میں مست تھے ۔اور ہندوستان کے مسلمان تاجدار اپنے عشرت کدے تعمیر کرنے میں مصروف تھے۔

یہ لوگ برسوں تک شمشیر بکف رہے، لیکن مراکش سے کوئی یوسف بن تاشفین، مصر سے کوئی صلاح الدین ایوبی، ترکستان سے کوئی ملک شاہ، عرب سے کوئی محمد بن قاسم، اور افغانستان سے کوئی محمود غزنوی ان کی مدد کے لئے نہ پہنچا۔ اندلس کی خاک شہیدوں کے خون سے سیراب ہوتی رہی ۔اور جبل الطارق کی چٹانیں جنوب اور مشرق سے آنے والے سفینوں کا انتظار کرتی رہیں، جب تک منصور اور ان کے ساتھی برسر پیکار رہے۔باقی اندلس کے مسلمانوں کے لئے ہجرت کے راستے تھوڑے بہت کھلے رہے۔مجاہدین کی تعداد رفتہ، رفتہ کم ہوتی گئی ۔تاہم

انہوں نے تین نسلوں تک جنگ جاری رکھی ۔ یہ جنگ اس وقت ختم ہوئی جب مجاہدوں کی رگوں سے خون کا آخری قطرہ بہہ چکا تھا۔تلوار نے اس وقت اپنی بے بسی کا اعتراف کیا، جب اسے اٹھانے والے ہاتھ کٹ چکے تھے۔اس کے بعد بربیت کا طوفان اپنی تازہ قوتوں اور نئے ارادوں کے ساتھ اٹھا، اندلس میں باقی مسلمانوں کے لئے آگ، خون، آنسوؤں اور آہوں کے سوا کچھ نہ تھا۔

اندلس کے مسلمانوں پر کیا گزری؟ ان میں سے کتنے لاکھ تھے، جنہیں ملک بدر کرنے سے پہلے ان کے نابالغ بچے ان سے چھین لیے گئے، کتنے ہزار تھے جنہیں آگ میں زندہ جلایا گیا، کتنے تھے جنہیں بدترین اذیتیں دے کر موت کے گھاٹ اتارا گیا۔ان عورتوں کی تعداد کیا تھی جنہیں درے مار، مار کر ہلاک کیا گیا؟

تاریخ ہمیں ان تمام سوالات کا جواب دیتی ہے، لیکن ہمیں ان المناک واقعات کی تفصیل جاننے کے لئے تاریخ کی ورق گردانی کی ضرورت نہیں ۔ہم حال کے آئینے مین ماضی کا عکس دیکھ سکتے ہیں ۔اندلس میں آٹھ سو برس کی حکومت کے بعد آج ایک مسلمان بھی دکھائی نہیں دیتا۔قرطبہ، غرناطہ اور اشبیلہ کی مساجد آج بھی وہاں موجود ہیں ۔لیکن وہاں اذان دینے والی زبانیں ہمیشہ کے لئے خاموش ہو چکی ہیں ۔

غرناطہ کے اکابر کی غلطی چند افراد تک محدود نہ رہی ۔ یہ ایک قوم کا اجتماعی گناہ ثابت ہوئی ۔اور آج الحمرا کی دیواریں زبان حال سے یہ کہہ رہی ہیں کہ قدرت کسی قوم کے اجتماعی گناہ کو معاف نہیں کرتی۔

ختم شد ☆☆☆☆